عمران سیریز
گولڈن جوبلی نمبر
ناقابلِ تسخیر مجرم
مظہر کلیم ایم اے

گولڈن جوبلی نمبر عمران سیریز

ناقابلِ تسخیر مجرم

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ----- محمد اشرف قریشی
---------- محمد یوسف قریشی
تزئین ------ محمد علی قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

چند باتیں

معزز قارئین! گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں گولڈ کا تو تصور ہی محال ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے اب لے دے کر شوق پورا کرنے کے لئے گولڈن کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔ ویسے اگر آپ اس خیال میں ہوں کہ گولڈن جوبلی نمبر سونے کے صفحات پر چھاپا گیا ہوگا اور آپ کہانی پڑھنے کے بعد سیدھے زرگر کے پاس دوڑے جائیں گے تو یقیناً اسے دیکھ کر آپ طویل سانس لے کر رہ گئے ہوں گے۔ یہ گولڈن بس نمبر کی حد تک ہی گولڈن ہے۔ یعنی پچاسواں ناول --- اس لئے گولڈن جوبلی نمبر ہو گیا۔ جیسے جیسے گولڈن جوبلی نمبر نزدیک آتا جا رہا تھا۔ قارئین کے خطوط میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہر شخص اس تجسس میں تھا کہ گولڈن جوبلی کی کہانی کس موضوع پر ہوگی۔ عمران کیا کرے گا۔ کچھ صاحبان کو تو یہ بھی فکر تھی کہ گولڈن جوبلی نمبر تک پہنچتے پہنچتے کہیں عمران پر بھی بڑھاپا نہ چھا جائے۔ موجودہ دور میں جہاں اوسط عمر ساٹھ سال ہو گئی ہے۔ پچاس کا نمبر خاصا بوڑھا سا نظر آتا ہے۔ اور عمران مجرموں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اپنے سفید بالوں کو خضاب لگاتا ہی نہ رہ جائے۔ کچھ حضرات کا مطالبہ تھا کہ جناب اس کتاب میں عمران کو کسی اور سیارے میں لے جایا جائے۔ انسان مجرموں سے لڑ لڑ کر تو عمران یقیناً تھک گیا ہوگا۔ اب کسی اور سیارے کی مخلوق سے لڑتے

تو کچھ تازگی کا احساس ہو۔ اور یار لوگ چاند، مشتری، مریخ سے آگے نکل کر عمران کو سورج پر پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن ان صاحبان کی تمنا اپنی جگہ عمران کی مرضی اور موڈ اپنی جگہ۔ اُس نے بھلا سورج پر جاکر اپنے کباب بنوانے تھے۔ اس لئے معاملہ زمین تک ہی محدود رہا۔ لیکن اب اسے عمران کی خوش قسمتی کہئے یا بدقسمتی کہ اس بار بات آ گئی ناقابلِ تسخیر مجرموں کی۔ اور جو مجرم ناقابلِ تسخیر ہوں وہ قابلِ تسخیر کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہاں کا نا میں بدلنا تو آسان ہے لیکن نا کا ہاں میں بدلنا ناممکن۔ یہ تو ہم انسانوں کی بنیادی نفسیات ہے کہ ایک بار نا منہ سے نکل گیا تو پھر چاہے دنیا بدل جائے نا نہیں بدل سکتا۔ چنانچہ خوب دھوم دھڑکا ہوا۔ شکنیاں کھائی بھی گئیں اور کھلوائی بھی گئیں۔ ایسی کھٹی ایسا قیامت کا پیچ پڑا کہ عمران کو زمین پر ہی سورج کا مزہ آ گیا۔ اور یقین کیجئے اس کہانی میں ایسا تیز رفتار ایکشن ہے۔ ایسا تیز رفتار کہ خلائی جہاز بیل گاڑیاں نظر آنے لگتے ہیں۔ ہر قدم پر نئی آفت، ہر لمحہ نئی مصیبت، ہر گام تیز گام اور عمران اور سیکرٹ سروس کو وہ چکر آئے کہ لٹو بھی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ بہرحال یہ گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ ہی گیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں۔ یقیناً آپ خود پکار اٹھیں گے کہ واقعی یہ گولڈن جوبلی نمبر کہلانے کا حقدار ہے۔

والسلام

مظہر کلیم۔ ایم۔ اے

تاروں بھرا آسمان آج عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی صاف محسوس ہو رہا تھا۔ تاروں کی بے پناہ جگمگاہٹ نے پورے آسمان اور فضا کو روشن کر رکھا تھا کہ اچانک دور مشرق کی طرف سے بے شمار سیاہ رنگ کے دھبے آسمان پر تیرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ دھبے خاصی تیز رفتاری سے مغرب کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے اور پھر ان کی بلندی کم ہونے لگی اور چند ہی لمحوں بعد آسمان دل ہلا دینے والی چنگھاڑوں سے گونج اٹھا۔

سیاہ دھبے بمبار جہاز تھے۔ یہ تعداد میں پچاس کے قریب تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے غوطہ لگایا اور دوسرے لمحے ان دھبوں نے اور بے شمار چھوٹے چھوٹے دھبوں کو اُگل دیا۔

یہ چھوٹے دھبے تیزی سے زمین کی طرف بڑھتے چلے گئے اور چند ہی لمحوں بعد زمین خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔

دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور اب ان دھماکوں میں انسانی چیخوں اور کراہوں کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ ہر طرف قیامت کا سا سماں تھا۔ چند ہی لمحوں بعد ہر طرف آگ ہی آگ پھیلتی چلی گئی۔ اور اس آگ میں انسانی ہیولے چیختے اچھلتے

ہوتے چند لمحوں کے لئے دوڑتے نظر آتے اور پھر اس آگ کے سمندر میں ہمیشہ کے لئے ڈوب جاتے۔

یہ دریا سے دس کلومیٹر ہٹ کر ایک انسانی بستی تھی۔ خیموں میں آباد بستی، ہر طرف دس ہزار کے قریب خیمے پھیلے ہوتے تھے اور ان خیموں میں کئی سالوں سے انسان رہتے چلے آ رہے تھے۔ یہ فلسطینی تھے جنہیں یہودیوں نے جلاوطن کر دیا تھا اور یہ لوگ یہاں خیمے لگائے یہودیوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

ایسی بے شمار بستیاں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں۔ یہودی درندے کبھی کبھی ان بستیوں پر بمباری کرتے اور انہیں تباہ کرتے رہتے۔ مگر آزادیٔ وطن کی خاطر لڑنے والے جیالوں کا عزم ہر حملے کے بعد کچھ زیادہ ہی پختہ ہو جاتا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودی درندے آج تک ان بستیوں کا مکمل خاتمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھا۔

اس بستی کا نام شامل تھا اور اس بستی میں تقریباً پچاس ہزار فلسطینی رہتے تھے ان کی ایک نسل انہی خیموں میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو زندہ ھی اس لئے تھے کہ یہودیوں کا خاتمہ کر کے اپنے ملک کو آزاد کرا کر ہی دم لیں گے۔

یہودی بمبار جہاز حملہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے مگر اس بار یہودیوں نے عام بم استعمال کرنے کی بجائے خوفناک ترین نیپام بم استعمال کئے تھے جو بے پناہ تباہی مچانے کے ساتھ ساتھ ہر طرف آگ پھیلا دیتے تھے اور یہ انہی نیپام بموں کا ہی نتیجہ تھا کہ تباہی کے ساتھ ساتھ ہر طرف خوفناک آگ پھیلتی چلی گئی اور خیموں کی وہ بستی آناً فاناً آگ کا سمندر بن گئی۔

صبح جب ارد گرد کی بستیوں والوں نے آگ بجھانے میں کامیابی حاصل کی تو

معلوم ہوا کہ پچاس ساٹھ ہزار افراد کی اس بستی میں سے مشکل سے چند سو افراد ہی جان بچا کر نکل سکے تھے اور ان میں سے بھی چند خوش نصیب ہی تھے جو صحیح سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ باقی اپنے جسم کے مختلف اعضا سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے تھے۔

یہ اتنی دردناک اور ہولناک تباہی تھی کہ جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی تھی اور اس تباہی کی تفصیلات جب پوری دنیا میں پھیلیں تو پوری دنیا میں اس پر شدید احتجاج کیا گیا۔ خاص طور پر اسلامی ملکوں میں اس تباہی پر انتہائی شدید ردعمل ہوا اور تمام اسلامی ملکوں میں یہودیوں کے خلاف نعرے لگائے گئے اور فلسطینیوں کو ہر قسم کی جانی اور مالی امداد دیتے جانے کے اعلانات کئے گئے۔ سرکاری سطح پر بھی اس سلسلے میں شدید احتجاج ہوتے مگر یہودیوں نے ان تمام احتجاجات کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی بلکہ اسرائیل میں خصوصاً اور تمام دنیا کے یہودیوں میں عموماً اس تباہی پر جشن منائے گئے اور اسے یہودی ریاست کا اہم کارنامہ قرار دیا گیا۔

فلسطینی گوریلوں نے اس تباہی کے انتقام میں کئی یہودی چوکیوں پر حملے کئے اور سینکڑوں یہودی مار ڈالے مگر شدید خواہش کے باوجود وہ اس تباہی کا بھرپور انتقام نہ لے سکے اور یہودیوں کو کوئی ایسا سبق نہ دے سکے جو انہیں تمام عمر یاد رہتا۔

آہستہ آہستہ پوری دنیا خاموش ہو گئی۔

مگر فلسطینی لیڈروں کے دلوں میں انتقام کی آگ سرد نہ ہوئی تھی۔ خاص طور پر "آزاد فلسطین تنظیم" کے لیڈر شاکر سرات جو پوری دنیا میں فلسطینیوں کے عظیم اور متفقہ لیڈر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، کے دل میں ایسی آگ بھڑک اٹھی تھی کہ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اکیلے ہی دنیا کے تمام یہودیوں کا خاتمہ کر دیں۔ مگر وہ یہودیوں کی طاقت کو اچھی طرح جانتے تھے اور چونکہ وہ بے حد ذہین اور ٹھنڈے مزاج

کے آدمی تھے اس لئے جذباتی اقدامات کرنے کی بجائے وہ کوئی ایسا منصوبہ سوچنے میں مصروف تھے جس سے یہودیوں سے بھرپور اور کامیاب انتقام لیا جا سکے۔

اس وقت بھی وہ اپنے خیمے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ اور بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتے اور دانت پیستے۔ ان کی آنکھوں میں شعلے جل رہے تھے مگر وہ بے بس تھے۔ ان کے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہ آ رہا تھا جسے کامیاب کر کے وہ یہودیوں کو ایک ناقابلِ فراموش سبق سکھا سکتے۔

ان کے خیمے میں گروپ کے پانچ نائب لیڈر نیم دائرے کی صورت میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ان سب کی نظریں شاکر سرات پر جمی ہوئی تھیں۔

"انتقام بھرپور انتقام" —— شاکر سرات ٹہلتے ہوئے بڑبڑاتے اور انہوں نے ایک بار پھر مٹھیاں بھینچ لیں۔

پھر اچانک ان میں سے ایک نائب لیڈر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی عود کر آئی تھی جو بیک وقت جوش، جذبے اور مسرت کا امتزاج معلوم ہو رہی تھی۔

"جناب —— ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے —— اگر ایسا ہو جائے تو ہم یہودیوں کو ایسا سبق سکھا سکتے ہیں کہ جسے ان کی آنے والی نسلیں بھی فراموش نہ کر سکیں" —— نائب لیڈر نے قدرے مؤدبانہ مگر جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا کونسا خیال ہے —— جلدی بتاؤ" —— شاکر سرات نے چونک کر نائب لیڈر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور باقی لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جناب —— آپ جلد ہی پاکیشیا کا دورہ کرنے والے ہیں" —— نائب لیڈر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— میں دس روز بعد پاکیشیا کا سرکاری دورہ کرنے والا ہوں مگر ——" شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب —— پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اگر چاہے تو یہودیوں کو ایسے سبق سکھا سکتی ہے کہ ہم سب کا انتقام پورا ہو جائے گا" —— نائب لیڈر نے جواب دیا۔

"پاکیشیا کی سیکرٹ سروس —— اور یہودیوں کو سبق! —— میں سمجھا نہیں"۔ شاکر سرات نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب! —— پاکیشیا کی سیکرٹ سروس جس کی سربراہی ایکسٹو کرتا ہے پوری دنیا میں اپنی بے مثال کارکردگی کے لئے مشہور ہے —— دنیا بھر کے بڑے بڑے مجرم ان کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں —— بے حد وسیع جاسوس تنظیموں کو یہ سیکرٹ سروس اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار چکی ہے —— اور اس وقت یہ حال ہے کہ جاسوس اور بین الاقوامی مجرم پاکیشیا کا رخ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے پاکیشیا کے دوست ملک اکثر دبیشتر خوفناک بین الاقوامی جاسوسوں اور تنظیموں کے مقابلے میں پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرتے رہتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ ان کے حق میں رہا ہے —— اگر ہم پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ یہودیوں کے خلاف کام کرے تو آپ یقین کیجئے جناب! —— یہودیوں کا ناطقہ بند ہو جائے گا" —— نائب لیڈر نے جوش بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! —— تم نے بات تو ٹھیک کی ہے —— میں نے بھی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے کارناموں کے متعلق سنا ہوا ہے مگر سیکرٹ سروس اپنے ملک کے انتہائی اہم اور ذمہ دار لوگ ہوتے ہیں —— آخر پاکیشیا کے صدر کس طرح گوارا

کرلیں گے کہ وہ غیر محدود مدت کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہمارے مشن پر لگا دیں" ــــــ شاکر سرات نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جناب! ــــ آپ پاکیشیا جا رہے ہیں ــــ اگر ہو سکے تو آپ ایکسٹو سے خود ملاقات کریں اور اُسے اس بات پر راضی کرلیں کہ وہ یہودیوں سے بھرپور انتقام لینے کے لئے ہماری مدد کریں ــــ اگر وہ تیار ہو گئے تو پھر پاکیشیا کے صدر بھی اُسے نہ روک سکیں گے" ــــ نائب لیڈر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ــــ ٹھیک ہے ــــ میں بات کروں گا ــــ دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے ویسے مجھے اُمید کم ہے کیونکہ یہ ہماری ذاتی جنگ ہے اور ہم نے اسے خود لڑنا ہے ــــ دوسرے لوگ ہماری خاطر آگ میں کود نہیں سکتے ــــ بہرحال میں بات کروں گا۔ اگر وہ لوگ راضی ہو گئے تو چلو اس سے کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ہم یہودیوں کو کسی حد تک نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے" ــــ شاکر سرات نے جواب دیا۔

"مگر جناب! ــــ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس یہودیوں کے مقابلے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سر انجام نہ دے سکے گی کیونکہ یہودیوں کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی طاقتور اور خوفناک تنظیم ہے اور آج تک اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جاسوس یا سیکرٹ سروس نہیں کر سکی ــــ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں پاکیشیا والے اپنی سیکرٹ سروس سے ہی ہمیشہ کے لئے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں"۔ ایک اور نائب لیڈر نے کہا۔

"ہاں! ــــ جی۔ پی۔ فائیو واقعی بے حد خوفناک اور طاقتور تنظیم ہے۔ بہرحال بات کرنے میں کیا حرج ہے ــــ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سربراہ کو

جی۔ پی۔ فائیو کے متعلق ہم سے زیادہ ہی معلومات ہوں گی ــــ اگر وہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھیں گے کہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو وہ ہماری بات مان جائیں گے ــــ ورنہ ظاہر ہے ان کا جواب نفی میں ہوگا" ــــ شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر شاکر سرات نے ہاتھ کو مخصوص انداز میں لہرایا اور اس کے ساتھی مخصوص اشارہ دیکھتے ہی ایک ایک کر کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمے میں شاکر سرات اکیلا ہی ٹہلتا رہ گیا۔

وہ بڑی تیزی سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ جاسوس تنظیمیں کسی خاص مشن کو سامنے رکھ کر کام کرتی ہیں۔ اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کونسا مشن ہونا چاہیئے جسے ایکسٹو کے سامنے رکھا جائے اور اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس میدان میں کود پڑے اور اس مشن کو کامیابی سے مکمل کرے تو یہودیوں پر ایسی کاری ضرب پڑے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ہی پست ہو جائیں۔

مگر ایسا کوئی مشن اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔ اور پھر اُسے خیمے میں ٹہلتے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ ہو گیا کہ وہ اچانک اچھل پڑا۔ اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال آیا تھا اور پھر جیسے جیسے اس خیال پر وہ سوچتا چلا گیا اس کے چہرے پر سُرخی بڑھتی چلی گئی۔ آنکھوں میں موجود چمک میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

"ہاں! ــــ یہ بات ہوئی ــــ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس مشن میں کامیاب ہو جائے تو یہودیوں کو ایک ایسا سبق دیا جا سکتا ہے کہ وہ مدتوں اسے یاد رکھیں گے اور پھر یہودیوں کو کبھی یہ ہمت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس طرح فلسطینیوں کی بستیوں پر

بے دریغ بمباری کر سکیں" ـــــ شاکر سرات نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ کرے گا۔
چنانچہ یہ فیصلہ کر کے وہ خیمے میں بنے ہوئے پارٹیشن کی طرف بڑھ گیا جو خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

فلسطینیوں کے عظیم اور محبوب لیڈر شاکر سرات پانچ روزہ سرکاری دورے پر پاکیشیا پہنچ چکے تھے۔ پاکیشیا میں ان کا استقبال جس خلوص اور جذبے کے ساتھ کیا گیا تھا اس سے وہ بے حد متاثر ہوئے تھے۔
پاکیشیا کے صدر نے ذاتی طور پر بھی اور پاکیشیا اور اس کے عوام کی طرف سے فلسطینیوں کو ہر قسم کی امداد دینے کا شاکر سرات کو یقین دلایا تھا۔
اور پھر دورے کے دوسرے روز جب وہ پاکیشیا کے صدر سے غیر رسمی ملاقات میں مصروف تھے تو انہوں نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جناب صدر! ـــــ آپ نے فلسطینیوں کو امداد دینے کا جو یقین دلایا ہے، میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس سلسلے میں کچھ مزید کہنے کا بھی خواہشمند ہوں" ـــــ شاکر سرات نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پاکیشیا کے صدر

سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جی فرمایئے" ـــــ صدر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
"میں آپ کے ملک کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے ملاقات کا خواہش مند ہوں ـــــ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں" شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ایکسٹو!" ـــــ صدر نے چونک کر کہا اور پھر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے۔
"کیا بات ہے جناب صدر! ـــــ کیا آپ ایکسٹو سے میری ملاقات کو پسند نہیں کرتے ـــــ؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر رہنے دیجئے" ـــــ شاکر سرات نے کہا۔
"ارے نہیں ـــ ایسی کوئی بات نہیں ـــ بلکہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کی ایکسٹو سے ملاقات کا بندوبست کیسے کیا جائے" ـــــ صدر نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ـــــ میں سمجھا نہیں" ـــــ شاکر سرات نے اُلجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"دراصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو سے ذاتی طور پر یہاں کوئی واقف نہیں ہے ـــــ ان کا محکمہ سیکرٹری وزارت خارجہ کے تحت کام کرتا ہے اور وہی ان سے ڈیل کرتے ہیں ـــــ اور جہاں تک مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ان سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوں گے" ـــــ صدر نے جواب دیا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے ـــــ کیا آپ کی ایکسٹو سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی" ـــــ؟ شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"کئی بار ہوئی ہے ـــــ وہ ہماری اہم میٹنگ میں باقاعدگی سے شامل ہوتا ہے مگر وہ ہمیشہ ہمارے سامنے نقاب میں آتا ہے اور جہاں تک اس کے اختیارات کا تعلق

ہے۔ یوں سمجھیے کہ میں بحیثیت صدر بھی نہ اُسے معزول کر سکتا ہوں اور نہ اس سے کسی قسم کی جواب طلبی کر سکتا ہوں" ——— صدر نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— اور اگر ان سے جواب طلبی کا موقع آجائے تو پھر" — شاکر سرات نے اور بھی زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہی تو عجیب بات ہے کہ آج تک ایسا موقع کبھی نہیں آیا ——— ایکسٹو نے ہمیشہ ہر کام میں کامیابی حاصل کی ہے ——— اور یقین جانیئے کہ ایکسٹو اس ملک کی ایک ایسی دولت ہے کہ ہم پورا ملک دے کر بھی اس کا بدل حاصل نہیں کر سکتے" ——— صدر نے جواب دیا۔

"تو کیا نقاب میں رہ کر بھی وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے" ——— شاکر سرات نے کہا۔

"ہاں! ——— اس کا بندوبست ہو سکتا ہے ——— مگر آپ ان سے کیا کہنا چاہتے ہیں" ——— صدر نے پوچھا۔

"میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے انہیں پیغام دینا چاہتا ہوں ——— اگر انہوں نے قبول کر لیا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہو گی" ——— شاکر سرات نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— آپ بے فکر رہیں ——— میں جلد ہی ایکسٹو سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کر دوں گا" ——— صدر نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا اور شاکر سرات نے ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ غیر رسمی ملاقات ختم ہو گئی۔

عمران آجکل بالکل فارغ تھا۔ کئی ماہ سے کوئی کیس ہی نہیں آیا تھا۔ اور عمران آوارہ گردی کرتے کرتے جب تھک گیا تو اس نے مطالعے میں پناہ لی۔
اس وقت بھی وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک ضخیم کتاب کھولے اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔ سامنے چھوٹی سی میز پر چائے کی پیالی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی مگر عمران کتاب میں کچھ اس قدر غرق تھا کہ اُسے معلوم ہی نہیں ہوا کہ کب سلیمان چائے رکھ کر چلا گیا۔
سلیمان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران جب مطالعے میں مصروف ہو تو پھر معمولی سی آہٹ بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے آجکل وہ سارا کام دبے پاؤں کرتا تھا۔
عمران نے کتاب پڑھتے پڑھتے ایک طویل سانس لی اور پھر کتاب بند کر کے اس نے میز پر رکھ دی۔ اسی لمحے سامنے پڑی ہوئی چائے کی پیالی نظر آئی اور وہ چونک پڑا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لطیف سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ پیالی میں ایک مکھی بڑے اطمینان سے تیراکی میں مصروف تھی۔

"سلیمان! ——— ارے او سلیمان" ——— عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

اور دوسرے لمحے سلیمان کسی جن کی طرح دروازے میں نمودار ہو گیا۔

"کیا تم نے یہاں تیراکی سکھانے کا کوئی کلب کھول لیا ہے" ———

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تیراکی سکھانے کا کلب"؟ —— سلیمان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ اُسے عمران کی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"ادھر میرے پاس آؤ" —— عمران نے کہا اور سلیمان قدم بڑھاتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ دیکھو تمہاری ایک شاگرد — کس مزے سے تیراکی میں مصروف ہے —— غضب خدا کا —— تم نے کلب کھول لیا اور مجھے بتایا ہی نہیں — ساری فیسیں خود ہی ہضم کرتے رہتے ہو" —— عمران نے اچھل کر سلیمان کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے صاحب میرا کان تو چھوڑیئے —— یہ کان ہے فیسیں جمع کرنے والا بینک تو نہیں" — سلیمان نے کان چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا۔

"ارے جاہل باورچی! — تمہیں آج تک کان کا مطلب ہی نہیں معلوم ہوا۔ لیے سونے کی کان — چاندی کی کان — نمک کی کان — اور ظاہر ہے کہ یہ فیسوں کی صورت میں بٹورے ہوئے رُوپے کی کان ہے — میں اسے کیسے چھوڑ دُوں" —— عمران نے جواب دیا۔

"صاحب! — کاش آپ نے اُردو گرامر بھی پڑھ لی ہوتی تو اس ملک کا کتنا بھلا ہوتا — میں تو کئی بار پچھتاتے پچھتاتے رہ گیا ہوں کہ کاش میں کسی پڑھے لکھے کا باورچی ہوتا" —— سلیمان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارے علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) تمہیں جاہل معلوم ہوتا ہے — غضب خدا کا — ڈگریوں کی اتنی لمبی قطار بھی مجھے پڑھے لکھوں میں شامل نہیں کر سکی" — عمران نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جناب! — آپ کم سے کم مجھ پر ان ڈگریوں کا رعب نہ ڈالا کریں۔ میں ان کی

اصل حقیقت جانتا ہوں —— شکر کریں میں نے آج تک یہ راز کسی کو نہیں بتایا ورنہ ——" سلیمان نے اپنا کان چھڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اصل حقیقت — ارے اصل حقیقت کیا ہے" —— ؟ عمران نے سچ مچ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! —— آپ نے وہ مثل سنی ہوتی ہے کہ چوہے کو کہیں سے پیاز کی گٹھی مل گئی اور وہ پنساری بن بیٹھا —— آپ کا بھی وہی حال ہے — ایک ڈبیہ سے کچھ آکسن حاصل کر لیا اور بنے بیٹھے ہیں پڑھے لکھے" —— سلیمان نے اپنا کان مسلتے ہوئے کہا جو سرخ ہو چکا تھا۔

"ڈبیہ سے آکسن" —— عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

"بس جناب! — اسی لئے تو میں کسی کو بتاتا نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ کتنے جاہل کا باورچی ہے — بس تقدیر کا چکر ہے — وقت گذار رہا ہوں"۔ سلیمان نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"اسے جلدی بتا — اس سارے چکر کا مطلب!۔ ورنہ یاد رکھ تیری ساری علمیت ناک کے راستے سے نکال دُوں گا" —— عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جناب! — یہ بھی جاہلیت کا ایک بدترین مظاہرہ ہے کہ جب اور کچھ نہ ہو سکا تو رعب ڈالنا شروع کر دیا" —— سلیمان نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

اور عمران مکہ تان کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"بتاتا ہے یا پھر ——" عمران نے بڑا سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں صاحب! —— آکسن ایک جڑی بوٹی کا نام ہے —— بڑی مشہور جڑی بوٹی ہے —— کاش آپ نے طب پڑھی ہوتی" —— سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے جالینوس کی ناخلف اولاد —— آگے بول" —— عمران نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بتا تو رہا ہوں جناب! —— بس آپ مزید جاہلیت کا مظاہرہ نہ کیجئے —— ایسا نہ ہو کہ شرم کے مارے مجھے خودکشی کرنی پڑے —— گالیاں دینا جہالت کی سب سے بڑی نشانی ہے" —— سلیمان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"پھر بتا بھی سہی —— تو نے اتنی نشانیاں بتانا شروع کر دی ہیں کہ مجھے بھی اپنی جہالت پر یقین آتا جا رہا ہے —— اور میں سوچ رہا ہوں کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پر دعویٰ کر دوں کہ اس نے مجھ جیسے جاہل کو سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کیوں دے ڈالی" —— عمران نے بے اختیار اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ کو اپنی جہالت پر یقین آ گیا —— بہرحال سنیئے! —— آپ جن کو ڈگریاں بنا کر مجھ جیسے پڑھے لکھے علامہ فاضل باورچی پر رعب ڈالتے ہیں اس کا مطلب ہے —— مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن حاصل کیا ہے اور بس" —— سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن" —— عمران نے آنکھیں پھاڑ کر دہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جناب! —— آپ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) کہتے ہیں نا اپنے آپ کو —— اب خود فیصلہ کر لیجئے —— ایم سے بنی مصیبت۔ ایس کا مطلب ہے —— سی سے بنا کسی —— ڈی تو ظاہر ہے ڈبیہ کا مخفف ہے —— اور ایس کا مطلب پہلے ہی بتا گیا ہوں سے —— اور سی کا ہوا کچھ —— آگے آکسن —— یعنی مصیبت سے کسی ڈبیہ سے کچھ آکسن آپ کو مل گیا اور آپ نے رعب ڈالنا شروع کر دیا —— وہی چوہے والی مثال" —— سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور عمران دھڑام سے واپس کرسی پر گر گیا۔

"خدا کی پناہ! —— اتنا پڑھا لکھا باورچی! —— بھئی مجھ جیسے جاہل کا تمہارے ساتھ کیسے گزارہ ہو سکتا ہے —— اس لئے علامہ باورچی صاحب! —— آج سے آپ کی چھٹی" —— عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"صاحب سوچ لیں —— لیبر کورٹس کھلی ہوئی ہیں اور وکیل کو فیس دینے جتنی رقم میرے پاس ہے ہی" —— سلیمان نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدایا! —— اب میں کہاں جاؤں" —— عمران نے دوبارہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"فی الحال آپ لیٹرین کا چکر لگا آئیں —— کچھ طبیعت ہلکی ہو جائے گی" —— سلیمان نے جواب دیا اور میز پر پڑی پیالی اٹھا کر تیر کی طرح باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

اور اس کے دروازے میں غائب ہوتے ہی عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ کئی گھنٹوں کے مطالعے نے ذہن پر سنجیدگی کی جو گرد چڑھا دی تھی وہ سلیمان نے چند ہی لمحوں میں صاف کر دی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے سامنے گرم چائے کی پیالی موجود ہو گی۔ اسی لمحے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون گنگنا اٹھا

اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

"یس علی عمران جابل سپیکنگ" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے" ——— دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے شاید جان بوجھ کر جابل کا لفظ نظر انداز کر دیا تھا۔

"کیا زندگی میں پہلی بار بولے ہیں آپ ——— ؟ جو مجھ پہ احسان جتا رہے ہیں" ——— عمران نے لہجے میں جھنجلاہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آج شاید سلیمان نے کچھ زیادہ ہی مرچیں ڈال دی ہیں ——— بہر حال سنو! شام چھ بجے پریذیڈنٹ ہاؤس میں پہنچ جاؤ ایکسٹو کے روپ میں ——— شاکر سرات تم سے ملنا چاہتے ہیں" ——— سر سلطان نے جلدی جلدی کہا اور پھر عمران کی طرف سے جواب سنے بغیر ہی انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔

"شاکر سرات" ——— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔

اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

عمران ایکسٹو کے روپ میں جب پریذیڈنٹ ہاؤس کے مخصوص میٹنگ ہال میں داخل ہوا تو ہال میں موجود صدر مملکت بے اختیار اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صدر مملکت کی وجہ سے وہاں موجود باقی افراد کو بھی اٹھنا پڑا۔ جن میں شاکر سرات بھی شامل تھے۔

عمران نے سر کو ذرا سا جھکا کر صدر مملکت اور شاکر سرات کو سلام کیا اور پھر وہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

شاکر سرات انتہائی اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ مسٹر ایکسٹو ہیں ——— اور یہ فلسطین کے محبوب اور عظیم لیڈر اور ہمارے مہمان جناب شاکر سرات ہیں" ——— صدر مملکت نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں معزز مہمان کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہتا ہوں ——— فلسطینیوں کے لئے آپ کی ذات انتہائی گرانقدر سرمایہ ہے" ——— عمران نے استقبالیہ فقرے بولتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ جناب! ——— یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے کم از کم

آپ کو نقاب میں ہی دیکھنے کا موقع مل گیا ہے ـــــ ورنہ دنیا کے ہزاروں افراد اس موقع کی حسرت۔ لئے دنیا سے گزر جاتے ہیں" ـــــ شاکر سرات نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"جناب شاکر سرات! ـــــ آپ کے سامنے کوئی خاص بات کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش پر اس میٹنگ کا بندوبست کیا گیا ہے" ـــــ صدرِ مملکت کے قریب بیٹھے سر سلطان نے فوراً ہی بات کا رُخ پلٹتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے" ـــــ عمران نے مخصوص باوقار لہجے میں کہا۔

"جناب صدر و مسٹر الکیسٹو! آپ کو فلسطینیوں کی بستی شامل کی ہولناک تباہی کا اچھی طرح علم ہوگا" ـــــ شاکر سرات نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ میں نے اس کی تفصیلات پڑھی ہیں ـــــ یہودیوں نے انتہائی درندگی کا ثبوت دیا ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ پوری دنیا کے یہودی چاہے وہ کسی بھی پیشے یا مقام پر موجود ہو، اسرائیل کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے ـــــ یہی وجہ ہے کہ ان کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ـــــ اور اب ان کا حوصلہ اس قدر بلند ہو چکا ہے کہ وہ سینہ زوری سے پوری دنیا کے احتجاج کو نظر انداز کر کے فلسطینیوں کا قتل عام کرنے میں مصروف ہیں ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انہیں کوئی ایسی کاری ضرب نہ لگائی جائے گی کہ جس کے بعد انہیں یقین ہو جائے کہ اگر پھر فلسطینیوں پر اس طرح کا غیر انسانی حملہ کیا گیا تو طاقت کا جواب طاقت سے دیا جا سکتا ہے ـــــ اس وقت تک خالی باتوں یا زبانی احتجاجات سے کچھ نہیں ہوگا" ـــــ شاکر سرات نے بڑے

جوشیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے" ـــــ صدرِ مملکت نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں اس سلسلے میں مسٹر الکیسٹو کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں" ـــــ شاکر سرات نے کہا اور صدرِ مملکت سمیت سب چونک پڑے۔

"آپ فرمائیں! ـــــ ہم آپ کی کیا امداد کر سکتے ہیں ـــــ؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فلسطینیوں کے لئے ہمارے بس میں جو کچھ بھی ہو سکا ضرور کریں گے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کے جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے ـــــ دراصل بات یہ ہے کہ اسرائیل نے ایکریمیا کی مدد سے ایٹم بم تیار کر لیا ہے اور اب وہ اس ایٹم بم کو استعمال کرنے کے لئے میزائیل کی تیاریوں میں مصروف ہے ـــــ اور مجھے یقین ہے کہ جس روز اس نے ایسے میزائیل تیار کر لئے وہ بے دریغ ان ایٹم بموں کو عربوں پر عموماً اور فلسطینیوں پر خصوصاً استعمال کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچائے گا ـــــ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ ایٹم بم بردار میزائیل تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں ـــــ ہم ان کے تیار ایٹم بم کو فارمولے سمیت اڑا لیں ـــــ تاکہ وہ ایٹم بم کی دوبارہ تیاری میں اگر فوری طور پر مصروف بھی ہو جائیں تو کم از کم ہمیں اتنا وقفہ ضرور مل جائے گا کہ ہم اپنی حفاظت کا انتظام کر سکیں ـــــ دوسری بات یہ کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ فلسطینیوں کے پاس ایٹم بم پہنچ چکا ہے تو پھر وہ یوں بے دریغ حملے کرنے سے رک جائیں گے ـــــ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ وہ ایٹم بم طاقت کے توازن کے لئے ہمیں دے دیں اور فارمولا اپنے پاس رکھ لیں تاکہ آپ اسلامی ملکوں اور

اپنے لئے اس فارمولے کے تحت ایٹم بم تیار کر سکیں ——— میں سمجھتا ہوں کہ پورے اسلامی ممالک میں آپ کا ملک ایسا ہے جو ایٹم بم کی تیاری کے لئے کام کر سکتا ہے ——— جب آپ ایٹم بم تیار کر لیں گے تو اسرائیل کو اچھی طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا تیار کردہ بم پورے اسلامی ممالک کے کام آسکتا ہے۔ اس طرح ان کی طاقت اور حوصلہ کم ہو جائے گا اور اس سے فلسطینیوں کے مقاصد آسانی سے پورے ہو سکیں گے" ——— شاکر سرات نے پورا منصوبہ تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسرائیل ایٹم بم چرائیں اور ایکریمیا اسے ایٹم بم سپلائی کر دے" ——— ؟ سر سلطان نے کہا۔

" نہیں ——— اول تو ایکریمیا ایسا نہیں کرے گا ——— اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو پھر یقیناً وہ اب تک اسرائیل کو ایٹم بم سپلائی کر چکا ہوتا ——— پھر اسرائیل کو اتنا عرصہ محنت کرنے اور اتنا روپیہ لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ دراصل ایکریمیا اور روسیاہ کی پالیسی ہے کہ ایٹمی ہتھیار دوسرے ملکوں کو نہ سپلائی کئے جائیں اور اپنی چودھراہٹ قائم رکھی جائے ——— اگر ایکریمیا نے اسرائیل کو بنا بنایا ایٹم بم سپلائی کیا تو روسیاہ بھی لیبیا کو سپلائی کر سکتا ہے اور پھر شوگران پاکیشیا کو سپلائی کر سکتا ہے ——— اگر ایسا ہونے لگے تو آپ اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوری دنیا ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہو جائے گی جس کا نتیجہ لازماً آخری اور مکمل تباہی ہو گا" ——— شاکر سرات نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

" میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں ——— آپ چاہتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیلی ایٹم بم چرائے اور اسے آپ کے حوالے کر دے" ——— عمران نے چند

لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

" ہاں! ——— میں یہی چاہتا ہوں ——— آپ اچھی طرح غور کر لیں۔ یہ کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی سودے بازی ہے ——— اسرائیلی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے باوجود میری یہ خواہش ہے کہ آپ فلسطینیوں کی امداد ضرور کریں ——— آپ کا یہ احسان ہم قیامت تک نہ بھول سکیں گے" ——— شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ——— آپ کو اس سلسلے میں مطلع کر دیا جائے گا" ——— صدر مملکت نے گھمبیر لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جس کا مطلب تھا کہ میٹنگ برخواست اور پھر صدر، شاکر سرات کے ساتھ ہی میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ باہر چلے گئے اور سب سے آخر میں عمران اٹھا اور پھر وہ بھی میٹنگ ہال سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران دانش منزل میں موجود تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو اس میٹنگ کا تمام حال بتا دیا۔

" پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ——— ؟ کیا آپ اس کیس کو ڈیل کریں گے" ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

" ہاں! ——— میں سوچ رہا ہوں کہ شائل کا یہودی سے بھرپور انتقام لیا جائے میں نے اس تباہی کو بری طرح محسوس کیا تھا اور اس وقت بھی میں نے انتقام کے متعلق سوچا تھا مگر چونکہ کوئی لائحہ عمل سامنے نہ تھا اس لئے خاموش ہو رہا" عمران نے جواب دیا۔

" مگر عمران صاحب! ——— اسرائیل کے ساتھ ہمارے سفارتی تعلقات نہیں

ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی فارن آفس وہاں کام کر رہا ہے ـــــ ایسی حالت میں ہم وہاں کیسے کام کریں گے" ـــــ ؟ بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" تمہارا کیا خیال ہے جو مجرم ہمارے ملک میں آتے ہیں ان کے فارن آفس یہاں کام کر رہے ہوتے ہیں ـــــ ہم نے وہاں بطور سیکرٹ سروس کام نہیں کرنا" ـــــ عمران نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ ـــــ تو آپ کا مطلب ہے کہ آپ مجرموں کی حیثیت سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں" ـــــ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" ہاں ! ـــــ اسرائیل اور جی۔ پی۔ فائیو کی نظر میں ہماری حیثیت مجرموں جیسی ہو گی اور میں مجرموں کا سرغنہ ـــــ یعنی ان کا باس ـــــ مزہ آ جائے گا بلیک زیرو ! ـــــ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ کاش میں بھی مجرم ہوتا اور سیکرٹ سروس سے ٹکراتا ـــــ مگر آج تک دل کی حسرت دل میں ہی رہی۔ بہرحال اب وہ موقع آ گیا ہے" ـــــ عمران نے بڑے ہی جوشیلے انداز میں کہا۔

" میرا خیال ہے کہ آپ ناقابل تسخیر مجرم ثابت ہوں گے" ـــــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" ارے ایسی کوئی بات نہیں ـــــ کوئی مجرم ناقابل تسخیر نہیں ہوتا۔ بے چارہ مجرم تو ایک خوبصورت سی عورت کے ہاتھوں تسخیر ہو جاتا ہے اور پھر میرے ساتھ جولیا بھی ہو گی۔ اس کی موجودگی میں بھلا میں ناقابل تسخیر کیسے رہ سکتا ہوں۔ وہ اگر آنکھ بھی مار دے تو میں ناقابل تسخیر مجرم سے انتہائی قابل تسخیر مجرم بن چکا ہوں گا ـــــ کیا خیال ہے" ـــــ ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

" میرا خیال ہے کہ تم نعمانی ـــــ چوہان ـــــ اور تنویر سمیت یہاں رہو۔ تاکہ اگر ہماری عدم موجودگی میں کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے تو تم آسانی سے اس سے نپٹ سکو ـــــ میں اپنے ساتھ جولیا ـــــ صفدر ـــــ کیپٹن شکیل ـــــ اور جوزف کو ساتھ لے جاؤں گا ـــــ بس مجرموں کی اتنی بڑی تنظیم اسرائیل کی جی۔ پی۔ فائیو کے لئے کافی ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جولیا یہاں رہے اور میں آپ کے ساتھ جاؤں ؟ وہ یہاں کا مسئلہ بڑی آسانی سے سنبھال سکتی ہے" ـــــ ؟ بلیک زیرو نے اُمید افزا لہجے میں کہا۔

" ارے نہیں ـــــ یہ غضب نہ کرنا ـــــ بڑی مشکل سے تو میں نے یہ موقع نکالا ہے کہ تنویر کی عدم موجودگی میں جولیا کے ساتھ چند دن گزار سکوں ـــــ اور دوسری بات یہ ہے کہ پھر تو میں واقعی ناقابلِ تسخیر مجرم بن جاؤں گا ـــــ جو میں بننا نہیں چاہتا ـــــ اور تیسری بات یہ ہے کہ تم جولیا کی جگہ کیسے لے سکتے ہو ـــــ ؟ ابھی میرا ذوق اتنا گھٹیا نہیں ہوا" ـــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا ـــــ اور بلیک زیرو جواب میں کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

اسرائیلی سرحد سے پانچ سو کلو میٹر دُور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ گاؤں میں ہر طرف کچے جھونپڑے نما مکان پھیلے ہوئے تھے۔ صرف گاؤں کے درمیان میں ایک دومنزلہ پختہ مکان تھا۔

یہ پختہ مکان گاؤں کے سردار زبیر بن طالب کا تھا۔ یہ عربوں کا گاؤں تھا جو صحرا کے کنارے پر واقع تھا۔ اس گاؤں کے بعد ایک خوفناک صحرا تھا۔ یہ خوفناک صحرا پانچ سو کلو میٹر میں پھیلا ہوا تھا اور اس صحرا میں کہیں بھی کوئی پانی کا چشمہ یا نخلستان نہ تھا۔ اس لئے اسے ناقابل عبور سمجھا جاتا تھا۔ صحرا میں ہر وقت خوفناک آندھیاں چلتی رہتی تھیں۔ اس لئے آج تک کسی قافلے نے اس صحرا کو عبور کرنے کی جرأت نہ کی تھی۔ اس صحرا کے خاتمے پر اسرائیل کی حدود شروع ہو جاتی تھیں۔

گاؤں کے پختہ مکان میں اس وقت عمران — جولیا — صفدر — کیپٹن شکیل — اور جوزف موجود تھے۔ ان کے جسموں پر عربی لباس تھا اور کمرے میں ہر طرف موٹے کپڑے کے کئی بڑے بڑے تھیلے بکھرے پڑے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس گاؤں میں پہنچے تھے اور عمران کا

رادہ اس صحرا کو پار کرکے اسرائیل میں داخل ہونا تھا۔

"کیا ہم کسی اور ذریعے سے اسرائیل میں داخل نہیں ہو سکتے" — ؟ جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بالکل داخل ہو سکتے ہیں — وہاں ہوائی جہاز جاتے ہیں — ٹرینیں جاتی ہیں — ہیلی کاپٹر پہنچتے ہیں — کاروں کے ذریعے انسان جاتے ہیں"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ہمیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس خوفناک صحرا سے گزر کر جائیں" — ؟ جولیا نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو جولیا! — اس وقت ہم جس مشن پر جا رہے ہیں یہ ہماری پیشہ ورانہ زندگی کا سب سے خوفناک اور انتہائی خطرناک مشن ہوگا — اسرائیل کی خفیہ تنظیم جی۔ پی۔ فائیو دنیا کی انتہائی خوفناک اور خطرناک تنظیم ہے۔ وہ اسرائیل کی حدود میں رہنے والے ایک ایک آدمی کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور جہاں انہیں ذرا سا بھی شبہ پڑ جائے پھر بغیر کسی مزید پوچھ گچھ کے وہ گولی مار کر آئندہ کے لئے اپنا دردِ سر ختم کر دیتے ہیں — اور ہم وہاں مجرموں کی حیثیت سے جا رہے ہیں — وہاں ہمارا کوئی دوست نہ ہوگا — کوئی امدادی نہ ہوگا — کوئی یہودی وہاں پوری دنیا کی دولت لیکر بھی اس ملک کے خلاف کام کرنے کو تیار نہ ہوگا — لے دے کر اگر کوئی ہماری معمولی سی امداد کر سکیں گے تو وہ عرب ہوں گے جو وہاں کے باشندے ہیں — مگر جی۔ پی۔ فائیو سب سے زیادہ توجہ ان عربوں پر دیتے ہیں — اگر ہم کسی بھی معروف راستے سے کسی بھی بھیس میں وہاں داخل ہوں گے تو ہماری اتنی کڑی نگرانی کی جائے گی کہ ہم سوائے سیر کرنے کے انگلی بھی نہ ہلا سکیں گے۔ اسی لئے

میں نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم ایسے راستے سے اسرائیل میں داخل ہوں جس راستے سے کسی کے آنے کا امکان تک نہ ہو"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے عمران صاحب! ۔۔۔ وہاں ایسے ہی حالات پیش آئیں گے ۔۔۔ میں جب فرج میں تھا تو ایک خفیہ مشن پر اسرائیل گیا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ کس طرح کام کرتے ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا اس بار کا مشن بے حد وسیع ہے ۔۔۔ ہم یہودیوں کے لئے موت بن کر جا رہے ہیں ۔۔۔ ہم نے وہاں بے دریغ قتل و غارت کرنی ہے ۔۔۔ ان کی ہر اہم تنصیبات جو ہمارے سامنے آئیں ہم نے انہیں تباہ کرنا ہے تاکہ جی۔ پی۔ فائیو ہماری کارکردگی کو فلسطینی گوریلا کارروائی سمجھ لے اور پھر اس کی توجہ فلسطینی گوریلوں کی طرف رہے اور اس دوران ہم اپنا اصل مشن پورا کر سکیں ۔۔۔ بس یوں سمجھیئے کہ ہم مرنے کے لئے جا رہے ہیں ۔ زندہ واپس آنے کے لئے نہیں"۔۔۔ عمران پر تو جیسے سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں عمران صاحب! ۔۔۔ ہم یہودیوں کو بتا دیں گے کہ موت کسے کہتے ہیں"۔۔۔ صفدر نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات کرتا، دروازہ کھلا اور بوڑھا زبیر بن طالب اندر داخل ہوا۔ اس کے احترام میں سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرے بچو! ۔۔۔ بیٹھ جاؤ ۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ایک مقدس مشن پر جا رہے ہو ۔۔۔ اس لئے تمہاری ہر خدمت میرا فرض ہے"۔۔۔ بوڑھے نے کہا اور

پھر وہ بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہماری روانگی کا سامان تیار ہے"۔۔۔؟ عمران نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ تمام بندوبست ہو گیا ہے ۔۔۔ صبح پو پھٹنے سے پہلے سامان یہاں پہنچ جائے گا ۔۔۔ بے فکر رہو"۔۔۔ بوڑھے نے جواب دیا اور عمران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

بوڑھا تھوڑی دیر انہیں صحرا میں سفر کرنے کے متعلق احتیاطی تدابیر بتاتا رہا پھر وہ انہیں آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

رات کا کھانا کھا کر وہ سب ایک دائرے کی صورت میں بیٹھ گئے اور عمران نے جیب سے ایک نقشہ نکال کر درمیان میں رکھا اور پھر نقشے کے مطابق انہیں مشن کے متعلق تفصیلات بتانے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً آدھی رات تک وہ باتیں کرتے رہے۔ پھر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ہی سونے کے لئے لیٹ گئے۔

صبح پو پھٹنے سے پہلے بوڑھے نے انہیں اٹھایا اور پھر ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد وہ خوفناک سفر پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تھیلے انہوں نے اپنی کمروں سے باندھ لئے اور پھر بوڑھے کے پیچھے چلتے ہوئے وہ اس مکان سے باہر آ گئے۔ اور پھر گاؤں کی کچی گلیوں سے گزر کر وہ صحرا کے کنارے پر پہنچ گئے۔

یہاں دس اونٹ موجود تھے جن میں سے پانچ پر سامان بندھا ہوا تھا اور ان کے منہ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

"تمہارا سامان ان اونٹوں پر موجود ہے"۔۔۔ بوڑھے نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اور پھر ایک اونٹ کی طرف بڑھ گیا۔

تمام اونٹ رسیوں کی مدد سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے اور زمین پر بیٹھے تھے۔

عمران پہلے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے اونٹ پر جولیا —— تیسرے اونٹ پر صفدر —— چوتھے اونٹ پر کیپٹن شکیل —— اور پانچویں اونٹ پر جوزف بیٹھ گیا۔

جوزف کے پیچھے سامان سے لدے ہوئے اونٹ تھے۔

عمران نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور اس اونٹ کے اٹھتے ہی باقی اونٹ بھی کھڑے ہو گئے اور عمران نے ہاتھ ہلا کر بوڑھے زبیر کو الوداع کہا اور اونٹ کا رخ صحرا کی طرف موڑ دیا۔

اونٹوں کی قطار ایک دوسرے کے پیچھے چلتی ہوئی صحرا میں داخل ہو گئی۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے جلد ہی گاؤں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور وہ ہر طرف پھیلے ہوئے صحرا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔

اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے مضافات میں ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کی پیشانی پر ایک بڑا سا بورڈ لٹکا ہوا تھا۔ اس بورڈ پر سرخ رنگ میں پانچ

تارے بنے ہوئے تھے۔ یہ اسرائیل کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر دو مسلح فوجی بڑے چوکنا انداز میں پہرہ دے رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کی کار تیز رفتاری سے اس عمارت کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار کی نمبر پلیٹ پر بھی پانچ تارے بنے ہوئے تھے۔

اس کار کو آتے دیکھ کر پہریدار اور زیادہ مستعد ہو گئے۔ کار دروازے پر آ کر رکی اور اس کا پچھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک لمبا تڑنگا کرخت چہرے والا آدمی باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ درشتی نمایاں تھی۔ پہریداروں نے اسے دیکھتے ہی سلوٹ مارا مگر وہ انہیں نظر انداز کرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اور کار اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

یہ جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ تھا جسے پورے اسرائیل میں سب سے زیادہ با اختیار اور طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی ایسا ہی۔ پورے اسرائیل میں اس کے ایجنٹوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

کرنل ڈیوڈ تیزی سے چلتا ہوا اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے میں ایک میز اور چند کرسیاں موجود تھیں۔ میز کے پیچھے سٹیل کی ایک بڑی سی الماری تھی۔ میز پر چار پانچ مختلف رنگوں کے ٹیلیفون پڑے ہوتے تھے اور میز کے کناروں پر مختلف رنگوں کے بٹنوں کی ایک قطار تھی۔

کرنل ڈیوڈ کرسی پر بیٹھا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

"کافی" —— کرنل ڈیوڈ نے درشت لہجے میں کہا اور نوجوان تیزی سے واپس چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کرنل ڈیوڈ کے سامنے کافی کے پیالے کے ساتھ دس بارہ فائلیں

بھی پہنچ گئیں۔

کرنل نے کافی پینے کے ساتھ ساتھ فائلیں کھول کر پڑھنا شروع کر دیں۔ ایک سرخ رنگ کی فائل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس فائل پر موٹے موٹے حروف میں پاکیشیا لکھا ہوا تھا۔

کرنل نے کافی کا پیالہ میز پر رکھا اور پھر تیزی سے فائل کھول کر پڑھنے لگا فائل میں صرف ایک کاغذ تھا۔ کرنل بڑے انہماک سے اُسے پڑھتا رہا۔ اس کے چہرے پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔

پھر اس نے میز پر پڑا ہوا سرخ رنگ کا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ——— کرنل ڈیوڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس! ——— رتھ مین بول رہا ہوں" ——— دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"میرے پاس آؤ" ——— کرنل نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر فائل کھول کر پڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ کرنل نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اُسے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے دوبارہ فائل میں گم ہو گیا۔

رتھ مین بڑے مؤدبانہ انداز میں سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ رپورٹ کب پہنچی ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے فائل بند کرتے ہوئے رتھ مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے" ——— رتھ مین نے جواب دیا۔

"مگر شاکرسرات کی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے سربراہ سے ملاقات کا کیا مقصد ہو گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

"یہی تو چونکا دینے والی بات ہے ——— اس لئے میں نے سوچا کہ اسے فوری طور پر آپ کے نوٹس میں لایا جائے" ——— رتھ مین نے جواب دیا۔

"کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل ہمارے ریکارڈ میں ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"ضرور ہو گی جناب" ——— رتھ مین نے جواب دیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے انٹر کام کا بٹن دبایا اور پھر کسی کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل لانے کا حکم دیا۔

"پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ کیا کرتا ہے ——— تفصیلات بتاؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے رتھ مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ——— پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ پریذیڈنٹ ہاؤس میں پروٹوکول آفیسر ہے ——— یہی وجہ ہے کہ شاکرسرات کی ایکسٹو سے ملاقات کا علم اُسے ہو گیا۔ مگر وہ اس ملاقات کی تفصیل حاصل نہ کر سکا" ——— رتھ مین نے تفصیل سے بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک فوجی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک فائل دبی ہوئی تھی۔ اس نے وہ فائل بڑے مؤدبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ کے سامنے رکھ دی اور پھر واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے فائل کھولی اور اُسے پڑھنے لگا۔ فائل میں دس بارہ کاغذ تھے انہیں پڑھنے کے بعد کرنل نے فائل بند کر دی۔

"اس فائل میں تفصیلات نہیں ہیں ـــــ صرف یہی بتایا گیا ہے کہ یہ تنظیم انتہائی خطرناک ہے ـــــ اور خاص طور پر ایک احمق سا نوجوان علی عمران سب سے زیادہ خطرناک ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو کے متعلق زبردست کوششوں کے باوجود اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا ـــــ اس لئے اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑا ـــــ بہرحال پوری دنیا میں وہ سب سے خطرناک سیکرٹ سروس سمجھی جاتی ہے" ـــــ ربقہ مین نے جواب دیا۔

"ہوں! ـــــ شاکر برات کا ایکسٹو سے ملنا یقیناً ایک چونکا دینے والی بات ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــــ جہاں تک میرا اندازہ ہے، شاکر برات نے ایکسٹو کو ہمارے خلاف کام کرنے پر اکسایا ہو گا" ـــــ ربقہ مین نے جواب دیا۔

"ہاں ـــــ ظاہر ہے اس کے سوا اور سوچا بھی کیا جا سکتا ہے ـــــ بہرحال تم ایسا کرو کہ اپنے ایجنٹ کو کال کرو اور اسے مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لئے کہو ـــــ اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل میں آنے والے تمام راستوں پر کڑی نگرانی کرو ـــــ فی الحال ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ میں نے پہلے ہی آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے ـــــ اگر ایکسٹو یا اس کا کوئی ساتھی ہماری سرحدیں داخل ہوا تو آسانی سے پکڑا جائے گا" ـــــ ربقہ مین نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ـ اور پھر ربقہ مین اسے سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے ربقہ مین کے جانے کے بعد فائل ایک طرف رکھ دی اور پھر اس نے ایک ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ریڈ فائیو سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــــ ریڈ فائیو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ریڈ فائیو جی۔ پی۔ فائیو کا ایک خفیہ شعبہ تھا جس کا علم جی۔ پی۔ فائیو کے دوسرے ممبران کو نہ تھا اور اس شعبے کا کنٹرول کرنل ڈیوڈ نے براہ راست اپنے پاس رکھا تھا۔ یہ انتہائی خطرناک مواقع پر کام دیتا تھا۔ اور عام حالات میں یہ جی۔ پی فائیو کے دیگر ممبران کی نگرانی کرتا تھا۔

"ریڈ فائیو! ـــــ ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند روز میں مجرموں کی ایک جماعت اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کرے ـــــ یہ عام قسم کے مجرم نہیں ہوں گے ـــــ بلکہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہو گا گو جی۔ پی۔ فائیو حفاظتی اقدامات کر رہی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارا شعبہ اس سلسلے میں پوری تندہی سے کام کرے ـــــ کسی بھی مشکوک آدمی کے متعلق پوری چھان بین کی جائے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ ریڈ فائیو نے جواب دیا۔

"مجھے برابر رپورٹ ملنی چاہیئے ـــــ یہ لوگ ہمارے ملک کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ اگر انہوں نے اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتے" ـــــ ریڈ فائیو نے

مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔
اور اس کے ساتھ ہی کرنل ڈیوڈ نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر ایجنٹ والی فائل کھول کر اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہو گیا اور گرمی کی شدت بڑھنے لگی تو عمران نے اونٹ روک لیا۔
"کیمپ لگاؤ جوزف! ——— اب باقی سفر رات کو ہوگا" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ اچھل کر اونٹ سے نیچے کود پڑا۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہاں دو کیمپ لگا دیئے گئے۔ ان میں سے ایک چھوٹا کیمپ جولیا کے لئے اور دوسرا بڑا کیمپ باقی لوگوں کے لئے تھا۔ اونٹوں کو ان کیمپوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اور پھر کھانا کھا کر وہ سب آرام کرنے کے لئے کیمپوں میں لیٹ گئے۔ چونکہ اونٹوں کے سفر نے ان کا جوڑ جوڑ تک ہلا دیا تھا اس لئے لیٹتے ہی انہیں گہری نیند آ گئی۔
اور پھر اونٹوں کے زور سے بلبلانے کی آوازوں سے عمران کی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ باہر تیز ہوا چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں عمران تیزی سے کیمپ سے باہر نکلا۔ مگر اس کے چہرے پر ہوا کا ایک زوردار

تھپیڑا لگا اور عمران کی آنکھوں میں پڑنے والی ریت نے اُسے بُری طرح بوکھلا دیا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مٹھی بھر کے سرخ مرچیں اس کی آنکھوں میں ڈال دی ہوں۔
ہوا کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور پھر باقی ممبران بھی جاگ پڑے۔
"طوفان آ رہا ہے ——— جلدی سے کیمپ لپیٹو ——— ورنہ یہ سب کچھ اڑ جائے گا" ——— عمران نے چیخ کر کہا۔
اور پھر وہ سب کیمپ لپیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ جولیا بھی جاگ کر کیمپ سے باہر نکل آئی تھی اور پھر اس نے بھی اپنا کیمپ اکھاڑنا شروع کر دیا۔
تھوڑی دیر بعد ہی انہوں نے کیمپ لپیٹ کر سامان دوبارہ اونٹوں پر باندھ دیا۔
اب ہوا کی رفتار میں تشویشناک اضافہ ہو چکا تھا۔ اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا انہیں حقیر تنکوں کی طرح اڑا کر لے جائے گی۔
"اونٹوں کو بٹھا کر ان کی اوٹ میں ہو جاؤ ——— جلدی" ——— عمران نے چیخ کر کہا۔
اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے بلبلاتے ہوئے اونٹوں کو نیچے بٹھایا اور جوزف نے مضبوط رسیوں سے ان اونٹوں کے گھٹنے باندھ دیئے اب اونٹ اٹھ کر بھاگ نہ سکتے تھے۔ اور پھر وہ سب ہوا کی مخالف سمت میں اونٹوں کی اوٹ میں دبک گئے۔
طوفان لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ اب ہر طرف گہرا اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ اور منوں بلکہ ٹنوں ریت ہوائیں چلاتی ہوئی ان کے جسموں پر گر رہی تھی۔

آہستہ آہستہ وہ سب ریت میں دبتے چلے گئے اور پھر ریت ان کے منہ تک آپہنچی اور انہوں نے منہ اوپر کو اٹھا لئے۔

طوفان کچھ اس شدت کا تھا کہ الاماں ـــــ یوں لگتا تھا جیسے لاکھوں عفریت مل کر چیخ رہے ہوں۔ ریت میں دب جانے کی وجہ سے وہ ہوا کے جھکولوں سے تو بچ گئے۔ مگر جس رفتار سے ریت ان پر گر رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر طوفان جلد ختم نہ ہوا تو وہ ریت میں زندہ دفن ہو کر رہ جائیں گے۔ ریت کی سطح لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اور پھر سب سے پہلے ایک اونٹ بلبلاتا ہوا اٹھا اور اس کے ساتھ ہی باقی اونٹ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونٹوں نے جھٹکے مار کر اپنے گھٹنے آزاد کرا لئے اور پھر وہ سب سرپٹ بھاگ کھڑے ہوئے۔ گہرے اندھیرے میں عمران اور اس کے ساتھی اونٹوں کو بے بسی سے جاتے دیکھتے رہ گئے۔ ان کے جسموں پر اتنی ریت تھی کہ کوشش کے باوجود وہ اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اونٹ گہرے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

طوفان کا شور اور زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ اور ریت گرنے کی رفتار کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی۔

"اُٹھ جاؤ ـــــ اُٹھ جاؤ ـــــ ورنہ ریت میں دفن ہو جاؤ گے ـــــ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو" ـــــ عمران نے چیخ کر کہا۔ اور پھر سب سے پہلے عمران نے زور لگا کر اپنے دونوں بازو ریت سے باہر نکالے اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے اپنے جسم کے گرد ریت ہٹانی شروع کر دی۔

چند ہی لمحوں میں عمران زور لگا کر ریت سے باہر آگیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر کھڑا ہوتا۔ خوفناک طوفان نے اس کے جسم کو یوں فضا میں اٹھا لیا جیسے

وہ کوئی حقیر سا تنکا ہو اور عمران طوفانی تھپیڑوں میں ہاتھ پیر مارتا ہوا دور جا گرا۔

نیچے گرتے ہی اس نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس بار بھی اس کا یہی حشر ہوا اور وہ ہوا میں چکراتا ہوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا اور ایک بار پھر ہوا نے اسے پوری قوت سے ریت پر پٹخ دیا۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے طوفان اسے یوں پٹخ پٹخ کر مار ڈالے گا۔

مگر اسی لمحے طوفان کی شدت کم ہونے لگی اور عمران وہیں ریت پر اوندھے منہ لیٹے طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اپنے ساتھیوں کی فکر تھی کہ نجانے ان کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ اور اب نجانے ان سے کبھی ملاقات بھی ہو سکے گی یا نہیں۔

طوفان کی شدت تیزی سے کم ہوتی چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد سورج پھر پہلے کی طرح چمکنے لگا۔ اور ہوا ساکت ہو گئی۔

عمران کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سر پر سے رومال اتار کر چہرے اور گردن کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مگر ہر طرف ریت کے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔ کہیں کوئی انسان نظر نہ آ رہا تھا۔

عمران نے لبادے کے اندر پہنے ہوئے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر پر پلاسٹک کا خول چڑھا ہوا تھا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کو خول سے باہر نکالا اور پھر اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں ٹرانسمیٹر کا بلب جلنے لگا۔

"ہیلو صفدر! ـــــ عمران کالنگ اوور" ـــــ عمران نے کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں ـــــ آپ کہاں ہیں اوور" ـــــ دوسری طرف

سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"میں عالمِ بالا سے بول رہا ہوں ——— فی الحال یہ بتاؤ کہ باقی ساتھی ٹھیک ہیں۔ اوور" ——— ؟ عمران نے چیختے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! ——— ہم سب ٹھیک ہیں ——— گو وقتی طور پر ہوا نے ہمیں اٹھا لیا تھا مگر ہم نے بروقت ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔ اوور" ——— صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ پکڑنے میں تو تمہارا جواب نہیں ——— مجھے یقین ہے کہ تم نے سب سے پہلے جولیا کا ہاتھ پکڑا ہو گا ——— بہرحال رینج فائر کرو تاکہ میں تم تک پہنچ سکوں۔ اوور اینڈ آل" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر بند کیا اور اسے پلاسٹک کے خول میں ڈال کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ غور سے ہر طرف دیکھ رہا تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے مشرق کی سمت فضا میں ایک ہوائی سی بلند ہوتی ہوئی دکھائی دی۔ کافی اوپر جا کر وہ ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس میں شعلہ سا بلند ہوا۔

عمران سمجھ گیا کہ اس کے ساتھی اسی سمت ہیں لہٰذا اس نے مشرق کی طرف دوڑ لگا دی۔

کافی دُور آنے کے بعد اس سمت سے ایک اور رینج فائر ہوا اور عمران نے رفتار اور بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے دُور سے ریت پر موجود اپنے ساتھیوں کے ہیولے نظر آنے لگ گئے

عمران کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھ فضا میں لہرانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر بعد عمران ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سب ریت سے اٹے ہوئے تھے۔

"خدا کی پناہ! ——— کس قدر خوفناک طوفان تھا" ——— جولیا نے کہا۔

"یہ تو یہاں کا معمول ہے ——— اس لئے تو میں سب انتظام کر کے چلا تھا۔ اب دیکھو! ——— اگر رینج فائر اور ٹرانسمیٹر نہ ہوتے تو شاید ہم زندگی میں کبھی بھی نہ مل سکتے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"باس! ——— وہ اونٹ" ——— ؟ جوزف نے پہلی بار زبان ہلائی۔

"ہاں! ——— ان اونٹوں کا بھی پتہ کرنا ہے ——— اگر وہ نہ ملے تو پھر ہم اسی صحرا میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پن نما آلہ نکال لیا۔ اس نے آلے کا بٹن دبایا تو اس آلے کی نوک پر لگا ہوا بلب جل اٹھا۔ نوک سے آخر تک چھوٹے چھوٹے بلب ایک قطار میں موجود تھے۔

"اونٹ یہاں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے آلے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی نوک پر لگا ہوا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"آؤ میرے ساتھ" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے شمال کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بلب کے جلنے بجھنے میں تیزی آتی چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک چلنے کے بعد انہیں دُور ریت کے ٹیلوں پر کھڑے ہوئے اونٹ نظر آ گئے۔ ان پر سامان لدا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خاموش کھڑے تھے۔

"کمال ہے ——— اس آلے نے سمت کیسے بتا دی" ——— ؟ کیپٹن شکیل

نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"پہلے چار بلب سمت بتاتے ہیں ـــــ اس آلے میں سے مخصوص لہریں نکل کر پھیل جاتی ہیں اور پھر جیسے ہی وہ لہریں کسی جاندار سے ٹکراتی ہیں تو بلب جل اٹھتا ہے ـــــ پہلا بلب مغرب ـــــ دوسرا مشرق ـــــ تیسرا شمال ـــــ اور چوتھا بلب جنوب کی سمت ظاہر کرتا ہے" ـــــ عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب اس آلے کی حیرت انگیز کارکردگی پر دنگ رہ گئے۔

جوزف نے اونٹوں کو قابو کیا اور ایک بار پھر انہوں نے کیمپ لگانے شروع کر دیئے۔

رات کو انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا اور پھر تمام رات وہ سفر کرتے رہے تین دن کے سفر کے بعد ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک سامان بردار اونٹ ذبح کیا اور پھر اس کے پیٹ میں موجود پانی نکال کر خالی ڈبوں میں بھر لیا۔ یہ پانی رنگت میں بالکل شفاف اور ذائقے میں بھی صحیح تھا۔

اسی طرح ہر تین دن بعد وہ ایک اونٹ ذبح کرتے۔ اس کا پانی انہیں تین دن کام دیتا اور ان تینوں دنوں میں وہ اسی اونٹ کا گوشت پکا کر کھاتے رہتے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک پہلے کی طرح کوئی بڑا طوفان نہ آیا تھا اس لئے ان کا سفر خاصی تیز رفتاری سے جاری رہا۔

انہیں سفر کرتے ہوئے پندرہ روز ہو چکے تھے اور اس دوران نہ ہی وہ نہا سکے تھے اور نہ منہ ہاتھ دھو سکے تھے۔ اس لئے ان کی حالت بے حد خستہ تھی لباس بھی خستہ ہو رہا تھا کہ انہیں دور سے انسانی آبادی کے آثار نظر آنے لگے اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔

سب سے خستہ حالت جولیا کی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار صحرا کا اس قدر ہیبت ناک سفر کیا تھا۔ مگر اس نے بے مثال ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس نے کسی کو محسوس نہ ہونے دیا تھا کہ اس کی حالت اس قدر خراب ہے۔

آبادی کے یہ آثار آہستہ آہستہ واضح ہوتے چلے گئے۔

"کیا اس آبادی میں ہمیں کوئی امداد ملے گی" ـــــ ؟ صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! ـــــ گو یہ آبادی اسرائیلی حدود میں ہے ـــــ مگر یہ خالصتاً عربوں کی آبادی ہے اور وہاں ہمارے پہنچنے کی اطلاع بھیجی جا چکی ہے ـــــ مگر ہمیں وہاں رات کو داخل ہونا پڑے گا" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ایک بڑے سے ٹیلے کی اوٹ میں کیمپ لگانے کا حکم دے دیا۔

پھر رات تک وہ اسی ٹیلے کے پیچھے آرام کرتے رہے۔ جب رات کا گہرا اندھیرا ہر طرف چھا گیا تو انہوں نے آبادی کا رخ کیا اور پھر آبادی سے تھوڑی دور عمران نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے آبادی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب عمران آبادی میں داخل ہوا تو وہاں ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ عمران مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا ایک دروازے پر رک گیا۔ جس مکان کا یہ دروازہ تھا اس مکان کے اوپر ایک بڑا سا مور بنا ہوا تھا۔ جس کا ہیولہ اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

عمران نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک عرب نوجوان کھڑا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"موت کا پیامبر ہوں" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ!ـــ آپ لوگ پہنچ گئے" ـــــ عرب نے اچانک سنبھلتے ہوئے کہا

"ہاں!ـــ ہم پہنچ گئے ہیں" ـــــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آیئے!ـــ اندر آجایئے" ـــ عرب نوجوان نے تیزی سے کہا اور دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔

"مگر میرے ساتھی" ـــــ عمران نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ـــــ ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا" ـــــ عرب نوجوان نے کہا اور پھر عمران کے اندر داخل ہونے پر وہ اُسے ایک کمرے میں لے گیا

"آپ کے ساتھی بستی سے کتنی دُور ہیں" ـــــ؟ عرب نوجوان نے کمرے میں پہنچتے ہی پوچھا۔

"وہ شمال کی سمت آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں" ـــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں ابھی انہیں لے آتا ہوں ـــــ آپ آرام کریں" ـــــ عرب نوجوان نے کہا۔

"کوڈ" "موت" ـــ ہوگا۔ انہیں بتا دینا" ـــــ عمران نے کہا اور پھر ایک کرسی پر دھم سے گر گیا۔

عرب نوجوان نے سر ہلایا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک ایک کر کے عمران کے ساتھی بھی اس کمرے میں آگئے۔ سب سے آخر میں وہ عرب نوجوان اندر آیا۔

"آپ کا سامان بھی پہنچ گیا ہے ـــــ اونٹوں کو میں نے واپس صحرا میں

دھکیل دیا ہے ـــــ میں آپ کے نہانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ ویسے مجھے آپ کی جرأت اور بہادری پر حیرت ہے ـــــ آپ شاید پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس صحرا کو اس انداز میں پار کیا ہے ـــــ ورنہ اس کا تصور بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے" ـــــ عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کے نہانے کا بندوبست ہو گیا اور پھر نہانے اور نئے لباس پہننے کے بعد جب وہ دوبارہ کمرے میں اکٹھے ہوتے تو وہ سب پوری طرح چاق و چوبند تھے۔

پھر عرب نوجوان جس کا نام زید تھا۔ کھانے کا بندوبست کیا۔ اور پھر وہ سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے کے بعد باقی سب تو وہیں قالین پر ہی لیٹ گئے اور گہری نیند نے انہیں ایک لمحے میں اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ البتہ عمران زید سے کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر زید اُسے آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہیلو ——— ریڈ فائیو ون سپیکنگ" ——— میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک قوی ہیکل جسم کے مالک نوجوان نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ فائیو فرام سیکشن مقر ٹین سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس ——— کیا بات ہے نمبر مقر ٹین" ——— ؟ ریڈ فائیو ون نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"باس! ——— ڈینجر ڈیزرٹ کے قریب پانچ خالی اونٹ پکڑے گئے ہیں ——— اونٹوں کی حالت سے محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے صحرا میں ایک طویل سفر کیا ہے مگر سیکشن مقر ٹین میں کوئی ان کی ملکیت تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے" ——— نمبر مقر ٹین نے کہا۔

"اوہ! ——— بڑی اہم رپورٹ ہے ——— پانچ اونٹ آخر کہاں سے آ گئے۔ فوری طور پر تفتیش کرو اور مجھے رپورٹ دو" ——— ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب! ——— میں نے تفتیش کی ہے ——— سرحدی پٹی پر ایک گاؤں آسا

ہے ہمارے مخبر نے رپورٹ دی ہے کہ وہاں کے ایک عرب نوجوان زید کے دروازے پر ایک ایسے آدمی کو دیکھا گیا ہے جس کی ظاہری حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ صحرا میں طویل سفر کر کے آیا ہے" ——— نمبر مقر ٹین نے جواب دیا۔

"پھر کیا زید کے گھر کی تلاشی لے لی گئی" ——— ؟ ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب! ——— آپ کی اجازت کی ضرورت تھی ——— کیونکہ زید اس گاؤں کا سردار ہے اور احکام کے مطابق سردار کے مکان کی تلاشی بغیر پرمٹ کے نہیں لی جا سکتی" ——— نمبر مقر ٹین نے جواب دیا۔

"اوہ نو نان سنس! ——— وہ پابندی صرف پولیس کے لئے ہے ——— تم فوراً اپنا گروپ لے کر اس کے مکان پر چڑھائی کر دو ——— اگر وہ رکاوٹ ڈالے تو بے دریغ گولی مار دو" ——— نمبر ون نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! ——— میں ابھی اس بارے میں رپورٹ دیتا ہوں" ——— نمبر مقر ٹین نے جواب دیا۔

"سنو! ——— اگر مشکوک لوگ تمہیں وہاں مل جائیں تو انہیں ہیڈ کوارٹر بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے ——— انہیں وہیں گولی مار دینا اور پھر ان کی لاشیں میرے پاس بھجوا دینا" ——— نمبر ون نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب! ——— آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی" ——— نمبر مقر ٹین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور دیکھو! ——— خالی اونٹوں کی تعداد چونکہ پانچ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ مشکوک افراد کی تعداد پانچ سات یا دس ہو۔ اس لئے اپنا پورا دستہ لیکر جاؤ۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی مشکوک آدمی زندہ بچ کر نکلنے نہ پائے" ——— نمبر ون

نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"آپریشن کے بعد مجھے فوری رپورٹ دو ——— میں اس رپورٹ کا انتظار کروں گا" ——— نمبر ون نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ——— میں آپریشن مکمل ہوتے ہی رپورٹ دوں گا" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"دیگر سیکشنوں کو ابھی الرٹ کر دو ——— ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پھیل کر ہماری سرحد میں داخل ہوئے ہوں" ——— نمبر ون نے کہا۔

"وہ میں نے پہلے ہی سب کو الرٹ کر دیا ہے" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اگر مشکوک لوگ زید کے مکان میں نہ ملیں تو پھر پورے گاؤں کی تلاشی لینا ہو سکتا ہے کہ وہ مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہوں ——— بہرحال میں ناکامی کی رپورٹ ہرگز نہیں سنوں گا" ——— نمبر ون نے ہدایات کا سلسلہ مزید طویل کرتے ہوئے کہا۔

"ناکامی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب! ——— ہم پاتال میں سے بھی ان مشکوک افراد کو کھینچ نکالیں گے" ——— نمبر تھرٹین نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے ہمارے سیکشن میں ناکامی کے معنی موت ہی ہوتا ہے" ——— نمبر ون نے کہا۔

"او۔کے باس! ——— اب اجازت ——— میں مشکوک افراد کی تلاش میں نکلتا ہوں" ——— نمبر تھرٹین نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"ان اونٹوں کے متعلق کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے ——— ؟" نمبر ون شاید ابھی ریسیور رکھنے کے موڈ میں نہ تھا۔

"جناب! ——— فی الحال تو یہی معلوم ہو سکا ہے کہ وہ ایک طویل سفر کر کے آئے ہیں ——— البتہ چوکی میں موجود اونٹوں کا ایک ماہر کہہ رہا تھا کہ یہ اونٹ صحرا کے پار عربوں کے ہیں ——— کیونکہ ان اونٹوں پر ایسے نشان لگے ہوئے ہیں جو زیادہ تر اسی طرف ہی پائے جاتے ہیں" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— ایسا ناممکن ہے ——— کوئی شخص اونٹ پر اس صحرا کو پار نہیں کر سکتا ——— پندرہ بیس روز کا طویل سفر بغیر پانی کے ——— اور پھر اس صحرا میں مسلسل ایسے خوفناک طوفان آتے رہتے ہیں کہ ایسا تصور بھی ناممکن ہے ——— یقیناً یہ اونٹ سرحد پر سے کسی اور گاؤں سے آئے ہوں گے" نمبر ون نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے جناب! ——— آپ کا خیال درست ہو" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ——— تم آپریشن مکمل کرو ——— بعد میں اس سلسلے میں بھی غور کر لیا جائے گا" ——— نمبر ون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔

عمران اور اس کے ساتھی زید کے مکان میں گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور زید بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ دروازے کے زوردار دھماکے سے ان سب کی نیند یکلخت اکھڑ گئی اور وہ اچھل کر بیٹھ گئے۔

"غضب ہوگیا ـــــ تمہیں چیک کر لیا گیا ہے ـــــ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ دو جیپوں میں سوار مسلح افراد گاؤں کو گھیرے میں لے رہے ہیں" ـــــ زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــــ سب لوگ اٹھ جاؤ اور سامان باندھ کر یہاں سے نکل چلو" ـــــ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور پھر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے سامان اٹھا کر اپنی اپنی کمر سے باندھا اور پھر وہ عمران کی پیروی میں کمرے سے باہر آگئے۔

"تم لوگ کیسے باہر جاؤ گے ـــــ وہاں ہر طرف مسلح افراد پھیلے ہوئے ہیں"۔ زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو ـــــ صرف اتنا بتا دو کہ وہ جیپیں کس طرف ہیں" ـــــ عمران

نے بڑے سکون آمیز لہجے میں پوچھا۔ اور زید اس کے سکون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ایک جیپ تو میرے مکان کے ساتھ ملحقہ گلی میں ہے ـــــ اور دوسری گاؤں کے شمالی حصے کی طرف" ـــــ زید نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــــ اوکے! تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ!" ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مکان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی سورج پوری طرح نہ نکلا تھا اس لئے ہر طرف دھند لکا سا پھیلا ہوا تھا۔ عمران دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور پھر باری باری سب لوگ بھی اس کے پیچھے باہر آگئے۔

گلی چند قدم سیدھی جا کر آگے جنوب کی طرف مڑ گئی تھی۔ وہ سب دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

اور ابھی وہ موڑ کے قریب ہی تھے کہ انہیں دو تین آدمیوں کے قدموں کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی دیں۔

"ہوشیار! ـــــ انہیں زندہ پکڑنا ہے" ـــــ عمران نے قریب موجود ساتھیوں سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور وہ آنے والوں پر جھپٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر پہلا آدمی جیسے ہی موڑ مڑ کر ان کے سامنے آیا۔ عمران اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑا۔ اس کا ایک ہاتھ اس آدمی کے منہ پر جم گیا۔ اور دوسرے ہاتھ کو عمران نے اس کی کمر میں ڈال کر اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ لیا۔

اسی لمحے دوسرا آدمی موڑ پر نظر آیا اور عمران کی طرح صفدر اس پر جھپٹ پڑا۔ اس کے حلق سے بھی آواز نہ نکل سکی اور پھر تیسرے آدمی کا وہی حشر کیپٹن شکیل کے ہاتھوں ہوا۔ اب قدموں کی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

"انہیں بے ہوش کر کے ان کے کپڑے اتار لو اور جیبوں سے تمام سامان بھی نکال لو" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے فوراً ہی اپنا ایک ہاتھ کمر سے نکال کر بجلی کی سی تیزی سے اس آدمی کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ اور وہ آدمی عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

عمران نے انتہائی پھرتی سے اس آدمی کے کپڑے اتارے اور پھر اپنی عبا اتار کر اس نے انتہائی تیزی سے اس کے کپڑے اپنے لباس کے اوپر پہن لئے جب فارغ ہو کر اس نے سر اٹھایا تو صفدر اور کیپٹن شکیل بھی دونوں افراد کے کپڑے اتار چکے تھے۔ اور پھر اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ تینوں افراد کے لباس انہیں پورے آ گئے۔

عمران نے اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں تیزی سے گلی کی طرف مڑ گئے۔ جولیا اور جوزف کو عمران نے اپنے آگے کر لیا تھا اور اب ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں جو انہوں نے بیہوش افراد سے چھینی تھیں۔

ان کے چلنے کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جولیا اور جوزف کو گرفتار کر کے لا رہے ہوں۔ عمران کی ہدایت پر جولیا اور جوزف نے اپنے ہاتھ سروں پر رکھے ہوئے تھے۔

گلی کے بالکل سامنے ایک طاقتور جیپ صاف نظر آ رہی تھی اور دو مسلح آدمی ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے گلی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"انہیں گولی مار دو ——— کیوں زندہ لے کر آ رہے ہو" ——— جیپ والوں نے انہیں دیکھتے ہی چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے سٹین گنیں سیدھی کر لیں۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن نے شعلے اگلے اور دونوں اچھل کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔

سٹین گن کے دھماکوں کی آواز اس سناٹے میں دور دور تک گونج اٹھی تھی۔

"بھاگو ——— جلدی سے جیپ پر قبضہ کر لو" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ بے تحاشا جیپ کی طرف بھاگ اٹھے۔ جیپ کے قریب پڑے ہوئے دونوں افراد ختم ہو چکے تھے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر لگی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی بھاگتے ہوئے جیپ کے قریب پہنچے گاؤں میں بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید گاؤں میں پھیلے ہوئے مسلح لوگ فائرنگ کی آواز سن کر ادھر آ رہے تھے۔ عمران اچھل کر جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور صفدر اس کی دوسری طرف ——— اور باقی لوگ پچھلی نشستوں پر سوار ہو گئے۔

دوسرے لمحے عمران نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی اس لئے عمران کے چند لمحے بچ گئے تھے۔

عمران نے جیپ تیزی سے آگے بڑھائی۔ مگر ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ سامنے سے اسی قسم کی ایک اور جیپ آتی دکھائی دی۔ یہ گلی نما سڑک انتہائی تنگ تھی اور اس میں دو بڑی جیپیں کراس نہ کر سکتی تھیں۔

اس لئے دونوں جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ پھر ان دونوں کے درمیان ابھی سو گز کا فاصلہ رہتا تھا کہ عمران کے قریب بیٹھے ہوئے صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دستی بم نکالا اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے بم سامنے والی جیپ پر اچھال دیا۔ اسی لمحے عمران نے پھرتی

سے بریک لگائے اور جیپ ایک جھٹکا کھا کر رک گئی۔

بم سامنے والی جیپ کے ٹھیک انجن پر جا کر پھٹا اور پھر ایک زوردار دھماکے سے جیپ کے پرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے۔ اور عمران نے اسی لمحے بیک گیئر لگایا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے اس نے جیپ کو بیک کرنا شروع کر دیا کیونکہ دھماکے سے تباہ ہونے والی جیپ کا ملبہ کچھ اس بری طرح گلی میں پھیلا تھا کہ وہاں سے جیپ آگے نہ نکل سکتی تھی۔

مگر ابھی وہ بیس پچیس گز ہی پیچھے گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مگر جولیا اور جوزف نے سٹین گنوں کے رخ گلی کی طرف کئے اور پھر انہوں نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ مسلسل ڈالنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے گلی میں چیخیں ابھریں اور پھر دوسری طرف سے فائرنگ رک گئی۔

عمران جیپ کو خاصی تیز رفتاری سے پیچھے لئے چلا جا رہا تھا۔ گو تنگ گلی میں جیپ کو اتنی تیز رفتاری سے بالکل سیدھ میں بیک کرنا بظاہر ناممکن نظر آ رہا تھا مگر سٹیئرنگ عمران جیسے آدمی کے ہاتھ میں تھا اس لئے ظاہر ہے کہ جیپ بالکل ناک کی سیدھ میں بیک ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس گلی تک پہنچ گئے جہاں سے بھاگ کر وہ جیپ میں آئے تھے اور پھر عمران نے پوری قوت سے سٹیئرنگ کاٹا اور گلی میں جیپ دوڑاتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد جیپ زید کے دروازے کے سامنے سے سائیں کی آواز نکالتی ہوئی گزرتی چلی گئی۔

وہ گلی بالکل سیدھی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور آگے جا کر اس میں سے چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں اس گلی کو کراس کر رہی تھیں۔ ان گلیوں میں سے ایک

گلی میں سے جیپ پر فائرنگ کی گئی۔ مگر جیپ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ گولیاں اس پر لگی ہی نہیں اور جیپ انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی آگے نکلتی چلی گئی۔

گلی میں سے ان پر فائرنگ کرنے والے جیپ کے گزرنے کے بعد بڑی گلی میں آ کر ان پر فائرنگ کرنے لگے۔ مگر جولیا اور جوزف پہلے ہی ہوشیار تھے چنانچہ ان کی سٹین گنوں نے اتنی تواتر سے گولیاں برسائیں کہ گلی میں سے صرف چیخیں ہی سنائی دیں اور جیپ ان کی زد سے باہر آ گئی۔

یہ گلی آگے جا کر ایک بڑی سڑک پر ملتی تھی۔ وہاں چار افراد موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے کونے سے جیپ پر دستی بم پھینکا۔ مگر عمران نے گلی کے کونے سے نکلتے ہوئے بم کو دیکھ کر اتنی پھرتی سے بریک لگائے کہ جیپ ایک زوردار جھٹکے سے رک گئی۔ اور جیپ میں موجود ممبر ایک دوسرے پر گر گئے۔ بم جیپ سے چند فٹ کے فاصلے پر زمین پر گرا اور ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا۔

اسی لمحے عمران نے یکدم ایکسیلیٹر دبا دیا اور جیپ جیسے اڑتی ہوئی گلی کراس کرتی ہوئی بڑی سڑک پر چڑھتی چلی گئی۔ عمران نے انتہائی تیزی سے سٹیئرنگ گھمایا اور جیپ لٹو کی طرح گھومتی ہوئی شمال کی طرف مڑی اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

چند ہی لمحوں میں وہ گاؤں کو کافی پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

"خدا کی پناہ! —— بڑا خوفناک محاصرہ تھا —— مگر انہیں ہماری اطلاع کیسے مل گئی" —— صفدر نے کہا۔

"جی، پی، فائیو بڑی باخبر اور وسیع تنظیم ہے" —— عمران نے مختصر سا

جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دور جانے کے بعد انہیں سڑک پر ایک چوکی نظر آئی۔ سڑک پر لکڑی کی باڑ نے راستہ بند کر دیا تھا اور نیلی وردیوں میں ملبوس دو افراد سڑک کے قریب کھڑے جیپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے کاندھوں پر سٹین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔

جیسے ہی جیپ چوکی کے قریب پہنچی۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر جیپ کو رکنے کا اشارہ کیا اور عمران نے ان دونوں کے قریب جا کر ایک جھٹکے سے جیپ روک دی۔

"کیا ہوا" ——— ؟ ایک سپاہی نے بڑے اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ مگر قریب سے عمران کو دیکھتے ہی وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ شاید عمران کی اجنبی شکل نے اُسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے سٹین گن کی طرف اٹھا۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا اور پھر اس سے پہلے کہ سپاہی سٹین گن اتارتا یا اس کا ساتھی صورت حال کو سمجھتا عمران کے ریوالور نے شعلے اگلے اور وہ دونوں اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرے اور عمران نے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی اور طاقتور جیپ لکڑی کی باڑ کو توڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

جیپ میں خاموشی طاری تھی۔ پے در پے اس قدر ہنگاموں سے وہ گزر رہے تھے کہ ان کے اعصاب خاصے تنے ہوئے تھے۔

خاصی دور آنے کے بعد ایک چوک آیا اور عمران نے دائیں طرف جیپ کو موڑ دیا۔ یہ سڑک شمال کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے

ے شہر میں داخل ہو گئے۔ اب سورج پوری طرح نکل آیا تھا اور شہر میں خاصی
گہمی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔

عمران نے جیپ ایک گلی میں جا کر روک دی۔ اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب اچھل کر جیپ سے باہر آ گئے۔

"اپنا سامان اٹھا لو" ——— عمران نے کہا۔

اور پھر جب جیپ میں سے تمام سامان باہر آ گیا تو عمران تیزی سے ساتھ کی گلی میں مڑتا چلا گیا۔

مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ شہر کی مین روڈ پر آ گئے۔ یہاں بازار کھل گئے تھے۔ عمران کا رخ ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف تھا جس کی پیشانی پر کسی قہوے خانے کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ قہوہ خانے کا ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی کیونکہ اس کی آنکھیں ادھ کھلی ہوئی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر آتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ شاید اُسے اتنے سویرے گاہکوں کے آنے کی امید نہ تھی۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا۔

"طالع سے کہو کہ پرنس آیا ہے ——— پرنس میکارڈو" ——— عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس!" ——— نوجوان نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"آئیے! ——— میرے پیچھے آ جائیے ——— باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔
نوجوان نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر باہر آ گیا پھر

وہ تیزی سے ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا جس میں کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے اندر داخل ہو کر ان سب کو بھی اندر بلا لیا اور پھر اس نے تیزی سے بیرونی دروازہ بند کیا اور کمرے کی اندرونی دیوار پر لگے ہوئے ایک ہک کو کھینچا۔ ہک کھینچتے ہی اندرونی دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی اور اب سیڑھیاں نیچے جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔

"سیدھے چلے جائیں ـــــ باس آپ کے منتظر ہیں" ـــــ کاؤنٹر مین نے کہا اور عمران اور اس کے ساتھی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

جیسے ہی آخر میں جوزف نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ ان کے پیچھے دیوار بند ہوتی چلی گئی۔

سیڑھیوں کے خاتمے پر ایک دروازہ تھا جس کے درمیان ایک قوی ہیکل عرب نوجوان کھڑا بڑی اشتیاق آمیز نظروں سے انہیں آتا ہوا دیکھ رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں سٹین گن پکڑی ہوئی تھی۔

"ہیلو" ـــــ عرب نوجوان نے عمران کے قریب پہنچنے پر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"پرنس میکارڈو" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ پرنس! ـــــ میں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں" ـــــ عرب نوجوان نے آگے بڑھ کر عمران سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

"بس مجھ سے ہی گلے مل لو ـــــ میرے پیچھے آنے والے سے نہ ملنا" ـــــ عمران نے کہا۔

"اوہ! ـــــ وہ کیوں" ـــــ ؟ عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر عمران

کے پیچھے جولیا کو دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ٹھیک ہے ـــــ آؤ میرے ساتھ" ـــــ عرب نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک بڑی سی میز کے سامنے سات آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

پھر عمران نے ایک کرسی سنبھال لی اور باقی لوگ بھی کرسیوں پر ڈھیر ہو گئے عرب نوجوان طالع نے بھی میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی سنبھال لی۔

"شاؤ پرنس! ـــــ یہاں تک پہنچنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" ـــــ؟ عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں ـــــ کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوئی ـــــ بس چھ سات آدمی ہلاک ہوئے ـــــ ایک جیپ تباہ ہوئی ـــــ چوکی پر موجود پولیس کے دو افراد کو دلی ماری گئی ـــــ اور ہم یہاں پہنچ گئے" ـــــ عمران نے یوں طمانیت بھرے لہجے میں کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"اوہ! ـــــ تو اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں کو ٹریس کر لیا گیا تھا" ـــــ عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے پھرتی سے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"سالم! ـــــ محتاط رہنا ـــــ چیکنگ پارٹی ضرور آئے گی" ـــــ عرب نوجوان نے کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے بٹن آف کر دیا۔

"ایسے حالات میں آپ کو کم از کم ایک ہفتہ یہاں رہنا پڑے گا ـــــ پورے علاقے کی زبردست پڑتال کی جائے گی" ـــــ عرب نوجوان نے کہا۔

"ارے نہیں ـــــ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ـــــ تم ایسا کرو کہ بس لباس مہیا کر دو اور اس کے ساتھ ہی یہاں کا تفصیلی نقشہ ـــــ باقی کام

ہمارا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں پرنس! ——— آپ یہاں کے حالات نہیں جانتے ——— چونکہ قریب ہی ایک بڑا ڈیم زیر تعمیر ہے اس لئے اس علاقے میں چپے چپے پر انٹیلی جنس اور جی۔ پی۔ فائیو کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں ——— آپ یہاں اتنی آسانی سے نہیں نکل سکتے" ——— عرب نوجوان نے کہا۔

"وہ دیکھا جائے گا ——— تم بہرحال ہمارے لئے لباس مہیا کر دو" ——— نے بے نیازانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آ بند کر لیں۔

سرحدی گاؤں کے اردگرد پولیس اور اعلیٰ حکام کا ہجوم موجود تھا۔ کا سربراہ بھی وہیں موجود تھا۔ وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کی وردی میں تھا۔ اسی طرح جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکٹر کا سربراہ بھی انہی افسروں تھا۔ تباہ شدہ جیپ کا ملبہ گلی میں پھیلا ہوا تھا۔ آٹھ افراد ہلاک ہو چکے میں ریڈ فائیو تھرٹین بھی تھا۔

پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی تھی مگر ایک بھی مشکوک آدمی وہاں سے جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ کا انتظار کیا جارہا تھا کیونکہ ریڈ فائیو ون تمام حالات کی اطلاع دیدی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ گیا اور پھر اس ہیلی کاپٹر میں سے جی۔ پی فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ باہر آگیا۔ اس نے بذات خود تمام موقعہ دیکھا۔

"مجرموں کے متعلق مزید کیا معلوم کیا گیا ہے ——— ؟" کرنل ڈیوڈ نے ریڈ فائیو ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ——— مجرم ہماری جیپ میں سوار ہو کر یہاں سے کمبرگ پہنچے ہیں۔ خالی جیپ وہاں کھڑی مل گئی ہے ——— راستے میں انہوں نے چوکی کے دو سپاہیوں کو بھی قتل کر دیا ہے ——— کمبرگ کا مکمل طور پر محاصرہ کر لیا گیا ہے اور باہر جانے اور اندر آنے والوں کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے" ——— ریڈ فائیو ون نے جواب دیا۔

"کمبرگ کی تلاشی لی گئی ہے ——— ؟" کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— باقاعدہ تلاشی تو نہیں لی گئی ——— کیونکہ کمبرگ خاصا بڑا قصبہ ہے ——— البتہ ہمارے آدمی وہاں مشکوک لوگوں کو تلاش کر رہے ہیں" ——— ریڈ فائیو ون نے جواب دیا۔

اتنے میں جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکٹر کا سربراہ تیزی سے کرنل ڈیوڈ کے پاس پہنچا۔

"جناب! ——— ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کیفے طالع میں پانچ مشکوک افراد کو داخل ہوتے دیکھا گیا ہے ——— ایک شخص نے صبح اپنے کمرے کی کھڑکی سے انہیں اندر جاتے دیکھا ہے ——— وہ تعداد میں پانچ تھے ——— ان میں ایک عورت تھی اور ایک لمبا تڑنگا حبشی تھا۔ انہوں نے اپنی پشت پر سیاحوں جیسے تھیلے اٹھائے ہوئے تھے" ——— جی پی فائیو کے مقامی سیکٹر کے انچارج نے کہا۔

"اوہ! ___ تو کیا کیفے طالع کی تلاشی لی گئی" ___؟ کرنل ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"رپورٹ ابھی ملی ہے جناب" ___ اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ___ میرے ساتھ آؤ ___ میں خود اسے چیک کرنا چاہتا ہوں" ___ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ مقامی سیکٹر کے انچارج اور ریڈ فائیو ون کو ہمراہ لئے دوبارہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کا ہیلی کاپٹر کمبرگ پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کے وائرلیس سے ریڈ فائیو ون اور جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی انچارج نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی تھیں۔

اس لئے جیسے ہی ان کا ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا۔ دس مسلح افراد وہاں موجود تھے۔ ہیلی کاپٹر مین روڈ سے تھوڑی دور ایک چوک کے پاس اترا تھا۔

"کیفے طالع کی مکمل نگرانی کی جا رہی ہے جناب" ___ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہوں! ___ آؤ دیکھ لیتے ہیں" ___ کرنل ڈیوڈ نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کیفے طالع کی طرف بڑھنے لگے۔

پھر سب سے پہلے کرنل ڈیوڈ کیفے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ کیفے میں اس وقت دس بارہ آدمی مختلف میزوں پر موجود تھے۔ وہ جی۔ پی۔ فائیو کے مسلح آدمیوں کو دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

کاؤنٹر پر موجود سالم بھی انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے پھرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

کرنل ڈیوڈ کی تیز نظروں نے ایک لمحے میں ہال کا تفصیلی جائزہ لے لیا اور پھر اس

نے مقامی سربراہ کو ہال میں موجود افراد کو چیک کر کے باہر بھیجنے کے احکامات صادر کئے اور خود کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا۔

"وہ پانچ افراد جو صبح سویرے تمہارے کیفے میں داخل ہوئے ہیں ___ کہاں ہیں؟" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں سالم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پانچ افراد ___ جی ہاں! وہ پانچ ہی تھے وہ منہ اندھیرے کیفے میں آئے تھے اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے" ___ سالم نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ___ وہ باہر نہیں گئے ___ یہاں موجود ہیں ___ جلدی بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں ___؟ تم جانتے ہو کہ جی۔ پی۔ فائیو کے سامنے جھوٹ بولنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں" ___ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ___ میں سچ کہہ رہا ہوں ___ وہ پانچ افراد جن میں ایک عورت ___ ایک حبشی اور تین نوجوان تھے ___ یہاں آئے ضرور تھے مگر آدھے گھنٹے بعد واپس چلے گئے تھے ___ جناب! مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے" ___ سالم نے انتہائی اعتماد بھرے لہجے میں کرنل ڈیوڈ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

کرنل ڈیوڈ چند لمحے سالم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر مسلح افراد کی طرف مڑتے ہوئے اس نے حکم دیا۔

"اس کیفے کی مکمل تلاشی لو ___ خاص طور پر اس نظریے سے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ موجود ہو" ___ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کا حکم ملتے ہی مسلح افراد تیزی سے کیفے کی عمارت میں پھیلتے چلے گئے۔

کرنل ڈیوڈ بڑی بے چینی کے عالم میں کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے لگا۔

"جناب کچھ پیش کروں" ـــــ ؟ سالم نے پوچھا۔
"شٹ اپ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے اُسے بڑی طرح جھڑک دیا اور سالم سہم کر خاموش ہو رہا۔
تقریباً پندرہ منٹ بعد تلاشی لینے والوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا۔
"جناب! ـــ کیفے کا چپہ چپہ ٹھونک بجا کر دیکھ لیا گیا ہے ـــ یہاں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے۔"
"ہوں! ـــ اس کا مطلب ہے کہ مجرم یہاں آنے کے بعد نکل گئے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا اور پھر وہ واپس مڑ گیا۔
کیفے سے باہر آکر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔
"پورے قصبے کی کڑی نگرانی کی جائے ـــ مجرم اتنی جلدی یہاں سے نہیں نکل سکتے ـــ ہر شخص کے شناختی کارڈ چیک کئے جائیں اور جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی ملے ـــ فوراً مجھے اطلاع دی جائے۔"
"بہتر جناب" ـــ ریڈ فائیو ون اور مقامی انچارج نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اور سنو! ـــ اس کیفے کی بھی مکمل نگرانی کی جائے ـــ ہو سکتا ہے کہ یہاں تہہ خانے ہوں جو ہم تلاش نہ کر سکے ہوں ـــ اگر مجرم یہاں ہیں تو کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی انداز میں یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کریں گے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــ مجرم کسی حالت میں ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے" ـــ مقامی انچارج نے کہا۔
اور کرنل ڈیوڈ واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی پیشانی

سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ مجرموں نے جس جرأت اور دیدہ دلیری سے ریڈ ایجو کے آدمیوں کا گھیرا توڑا تھا اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ مجرم انتہائی خطرناک اور دلیر لوگ ہیں۔
بہر حال اُسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی جی۔ پی۔ فائیو کے جال میں ضرور پھنسیں گے۔ کیونکہ اُسے اپنی تنظیم کی کارکردگی پر مکمل اعتماد تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اور عمران ان سب کے میک اپ میں مصروف تھا کہ اچانک کمرے میں گھنٹی کی تیز آواز گونج اٹھی۔ اور گھنٹی کی آواز گونجتے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا طالع بُری طرح چونک پڑا۔
"ہمارے کیفے کی پڑتال شروع ہو گئی ہے" ـــــ اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"کیا تمہارا تہہ خانہ انہیں مل جائے گا" ـــــ ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔
"اُمید تو نہیں ہے کہ وہ اسے تلاش کر سکیں ـــــ بہر حال ـــــ" طالع نے فقرہ نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔
"کوئی بات نہیں ـــــ اگر انہوں نے تلاش بھی کر لیا تو ہم ان سے بھی نپٹ لیں گے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور پھر اس کے ہاتھ

پہلے سے زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔ وہ اس وقت جوزف کے میک اپ میں مصروف تھا اور پھر جب اس نے ہاتھ روکا تو جوزف حبشی کی بجائے ایک غیر ملکی معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا رنگ گورا ہو چکا تھا۔ چہرے کے نقوش بدل چکے تھے اور سر پر سنہرے بالوں کی وِگ نے اُسے مکمل طور پر بدل دیا تھا۔

"حیرت انگیز —— پرنس آپ تو جادوگر ہیں" —— طالع نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے —— میں تو مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا سکتا ہوں" —— عمران نے مسکراتے ہوئے جولیا کی طرف دیکھا جو اب عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکی تھی اور پھر عمران اس کے میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ جیسے ہی وہ اس کے میک اپ سے فارغ ہوا۔ کمرہ ایک بار پھر گھنٹی کی تیز آواز سے گونج اٹھا اور طالع نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

"خطرہ ٹل گیا ہے" —— طالع نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹل نہیں گیا —— یوں کہو کہ خطرے نے اپنی جان بچالی ہے" —— عمران نے ہنستے ہوئے کہا

اور طالع بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد طالع کے سامنے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بلب جل اٹھا۔

"باس! —— جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ خود چیکنگ کے لئے آیا تھا۔ لیکن شکر ہے کہ وہ تہہ خانے تلاش نہیں کر سکے —— ویسے ہمارے کیفے کی مکمل نگرانی کی جا رہی ہے" —— انٹرکام سے سالم کی آواز ابھری۔

"اوہ! —— کرنل ڈیوڈ خود آیا ہے" —— طالع نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں جناب! —— اس کے ساتھ جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا انچارج بھی تھا اور بارہ کے قریب مسلح افراد تھے —— انہوں نے پورے قصبے میں صرف ہمارے کیفے کو مکمل طور پر چیک کیا ہے" —— سالم نے جواب دیا۔

"او کے —— بہرحال تم ہوشیار رہنا" —— طالع نے جواب دیا اور پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"کیا ذرا ذرا سی بات پر کرنل ڈیوڈ خود آتا ہے" —— ؟ عمران نے طالع سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں پرنس! —— آج سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا" —— طالع نے جواب دیا۔

"ہوں" —— عمران نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب نئے میک اپ میں مصروف تھے۔

طالع کمرے سے اٹھ کر اوپر کیفے میں چلا گیا۔ تاکہ کیفے کی نگرانی کی تفصیلات معلوم کر سکے۔

عمران نے طالع کا مہیا کردہ نقشہ نکالا اور درمیانی میز پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب ہم گروپوں میں کام کریں گے —— اس ملک میں ہمارا نام آج سے فلائنگ ڈیتھ ہوگا —— ہر آدمی کے سامان میں فلائنگ ڈیتھ کے کارڈ وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ہر واردات میں یہ کارڈ ضرور پھینکے جائیں تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی ہو —— جولیا اور جوزف کا ایک گروپ ہوگا اور جولیا اس گروپ کی انچارج ہوگی —— صفدر اور کیپٹن شکیل کا ایک گروپ ہوگا اور صفدر اس گروپ کا انچارج ہوگا —— اور میں اکیلا کام کروں گا" —— عمران نے

انہیں تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"باس" ——— جوزف نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں نے کہہ دیا ہے ——— وہ فائنل ہے" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جوزف کو جھڑکتے ہوئے کہا۔

اور جوزف سہم کر خاموش ہوگیا۔

"جولیا اور جوزف! ——— تم یہاں سے شمالی اسرائیل ہوتے ہوئے تل ابیب پہنچو گے ——— راستے میں کوشش کرو کہ اہم چوکیاں ——— ڈیم ——— ملیں جو بھی چیز نظر آتے اُسے اڑا دو ——— صفدر اور کیپٹن شکیل جنوبی اسرائیل کا دورہ کرتے ہوتے تل ابیب پہنچیں گے ——— ان کے ذمہ بھی یہی کام ہوگا۔ اللہ میں تم لوگوں سے تل ابیب میں ملوں گا ——— ہر ممبر اپنے پاس ری۔ٹن ٹرانسمیٹر رکھے گا اور صرف رابطے کا یہی ذریعہ استعمال کیا جائے گا" ——— عمران نے کہا۔

"مگر کام کا طریقہ کار اور اس کے لئے ضروری سامان؟" ——— صفدر نے کہا۔

"اس کا انتظام آپ لوگوں نے خود کرنا ہے ——— اور اپنے اپنے گروپ کا طریقہ کار بھی آپ لوگوں نے خود طے کرنا ہے ——— ہمارا مقصد اسرائیل میں زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلانا ہے تاکہ ہم انہیں ان کاموں میں الجھالیں اور اس طرح ان کی توجہ اصل مشن کی طرف نہ جا سکے گی" ——— عمران نے جواب دیتے ہوتے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ——— سب سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ کرنل ڈیوڈ کی بذاتِ خود چیکنگ کا مطلب یہ ہے کہ اب قصبے کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہوگی" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے ——— آج رات کو ہم یہیں رہیں گے میں کوشش کروں گا کہ یہاں کا بلیارڈ ڈیم رات کو تباہ ہو جائے ——— اگر ڈیم تباہ ہوگیا تو اس قصبے میں اس قدر افراتفری پھیلے گی کہ تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور اس افراتفری میں ہم سب آسانی سے نکل سکیں گے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"تو کیا ڈیم آپ اکیلے ہی تباہ کریں گے" ——— ؟ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— یہ کام میرا گروپ یعنی میں خود کروں گا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ہم سب مل کر ——— " صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں صفدر! ——— زیادہ آدمی نظروں میں آجاتے ہیں ——— میں اکیلا ہی کام کروں گا ——— تم سب فی الحال آرام کرو" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت عمران مقامی مزدوروں کے میک اپ میں تھا۔ تہہ خانے سے ہوتا ہوا وہ جب ہال میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ طالع اور سالم دونوں کاؤنٹر پر موجود تھے۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا اور اس نے طالع کو ایک پیالا کافی دینے کے لئے کہا۔

طالع نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔ سالم نے کافی کا پیالا لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شناسائی کا کوئی پر تو موجود نہیں تھا۔

عمران نے بڑے اطمینان سے کافی پی اور پھر سالم کو ادائیگی کر کے وہ کیفے کے دروازے سے باہر آگیا۔ مختلف بازاروں میں گھومتا ہوا وہ آہستہ آہستہ ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ڈیم قصبہ کمبرگ سے تقریباً دو میل مشرق میں تھا اور ایک بہت بڑے دریا پہ ڈیم پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بنایا جا رہا تھا۔

ڈیم کے قریب جا کر عمران رک گیا۔ یہاں ایک چیکنگ چوکی بنی ہوئی تھی جہاں ڈیم کی طرف جانے والے ہر آدمی کی مکمل تلاشی لی جاتی تھی۔ اور چوکی پر عام دنوں سے کچھ زیادہ لوگ موجود تھے۔ وہ ہر آنے جانے والوں کی کڑی نظروں سے نگرانی کر رہے تھے۔ ڈیم پر کام کرنے والے مزدوروں کی دوسری شفٹ شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے وہاں اندر جانے والے مزدوروں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔

عمران بھی خاموشی سے اس قطار میں شامل ہو گیا۔

قطار آہستہ آہستہ کھسکتی گئی اور پھر آخر کار عمران کا نمبر بھی آگیا۔

" نام "——— ؟ ایک آفیسر نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

" ہاشم "——— عمران نے خالص عرب لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کونسے شعبے میں کام کرتے ہو "——— ؟ آفیسر نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

" ڈائنامیٹ شعبے میں "——— عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" کب سے کام کر رہے ہو "——— ؟ آفیسر نے پوچھا۔

" تین ماہ سے "——— عمران نے جواب دیا

" ٹھیک ہے ——— ادھر جاؤ "——— آفیسر نے مطمئن ہو کر سر ہلاتے ہوئے

کہا اور پھر عمران تیزی سے قریبی کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں مزدوروں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔

کمرے میں تین مسلح افراد موجود تھے۔

" کپڑے اتار دو "——— ان میں سے ایک نے کرخت مگر مشینی لہجے میں کہا اور عمران نے بڑی پھرتی سے لباس اتار دیا۔ اب وہ ایک زیر جامے میں موجود تھا۔

" ٹھیک ہے ——— پہن لو کپڑے "——— اسی آدمی نے کہا۔

اور عمران نے دوبارہ لباس پہن لیا۔

ایک سپاہی نے بڑھ کر عمران کے لباس کی تلاشی لی اور پھر سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے کہ عمران کے پاس کچھ ہوتا تو انہیں ملتا۔

پھر آفیسر کے اشارے پر عمران کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس دروازے سے نکل کر وہ سیدھا ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈیم بہت بڑا تھا اور اب عمران سوچ رہا تھا کہ اتنے بڑے ڈیم کو آخر وہ کس طرح تباہ کر سکتا ہے ——— ؟

بیشمار لوگ ڈیم کی تعمیر میں مصروف تھے۔ ڈیم کا تین چوتھائی کام مکمل ہو چکا تھا۔ صرف ایک حصے کا کام زیر تعمیر تھا۔ ڈیم کے ساتھ ایک بہت بڑی جھیل میں پانی کو ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس ڈیم میں پانی کے نکاس کے لئے دس بڑی بڑی سرنگیں تعمیر کی گئیں تھیں۔ ان میں سے آٹھ سرنگیں مکمل ہو چکی تھیں جب کہ دو سرنگیں زیر تعمیر تھیں۔

اور پھر پورے ڈیم کا ایک چکر لگا کر عمران نے اپنا لائحہ عمل طے کر لیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ان میں سے اگر سب سے بڑی سرنگ کو تباہ کر دے تو اس میں سے

نکلنے والا پانی باقی سرنگوں کو بھی لے بیٹھے گا اور پھر اس میں سے پھیلنے والا پانی قصبہ کمبرگ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

عمران نے یہ بھی سوچا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جھیل کا پانی پورے قصبے کو تباہ کردے اور اس طرح ہزاروں بے گناہ لوگ مارے جائیں۔ اسی لئے اس نے بڑی سرنگ کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق اس سرنگ کی تباہی سے جھیل کا صرف مغربی کنارہ ہی تباہ ہوگا۔ اور اس سے صرف اتنا پانی قصبے میں پھیلے گا کہ جس سے تباہی کی بجائے شدید قسم کی افراتفری پھیل جائے اور اتنا ہی وہ چاہتا تھا۔

سرنگیں کھودنے کے لئے ڈائنامیٹ استعمال کیا جارہا تھا اور وقفے وقفے سے دھماکے ہورہے تھے۔

عمران سیدھا اس شعبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

شعبے کا انچارج ایک طرف کرسی ڈالے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سیدھا انچارج کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کام چاہیئے جناب"۔۔۔ عمران نے اس کے قریب جاکر کہا۔

"کام چاہیئے!۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟ کیا میں نے یہاں بیروزگاری کا کوئی دفتر کھولا ہوا ہے"۔۔۔؟ انچارج نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب!۔۔۔ میں نے ڈائنامیٹ کے استعمال کی خصوصی تربیت حاصل کی ہوئی ہے۔۔۔ آپ یقیناً میری کارکردگی سے خوش ہوں گے"۔۔۔ عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں۔۔۔ خصوصی تربیت لی ہوئی ہے۔۔۔ پہلے کہاں کام کیا ہے"۔۔۔؟ انچارج نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔

"جناب میں نے سنگی ڈیم پر کام کیا ہے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔ مجھے ضرورت تو ہے۔ مگر میں پہلے تمہاری کارکردگی چیک کرونگا" انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب سے گزرنے والے ایک آدمی سے مخاطب ہوکر کہا۔

"فورمین!۔۔۔ اس آدمی کو لے جاؤ۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے ڈائنامیٹ استعمال کی خصوصی تربیت لے رکھی ہے۔ اسے چیک کرکے مجھے رپورٹ دو"۔۔۔ انچارج نے کہا۔

"بہتر باس!۔۔۔ میں ابھی چیک کرلیتا ہوں"۔۔۔ فورمین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

اور پھر فورمین عمران سے مخاطب ہوکر بولا۔

"میرے پیچھے چلے آؤ"۔۔۔ اور خود آگے بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے خاموشی سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے فورمین پر ڈائنامیٹ کے استعمال کی مہارت ثابت کردی اور فورمین اس کی کارکردگی پر اتنا خوش ہوا کہ وہ اسے لیکر دوبارہ انچارج کے پاس پہنچا۔

"مسٹر رابرٹ!۔۔۔ یہ بہترین کارکن ہے۔۔۔ میں اس کے لئے ڈبل معاوضے کی سفارش کرتا ہوں"۔۔۔ فورمین نے انچارج سے عمران کی سفارش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔؟ انچارج نے ایک رجسٹر اپنی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاشم"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر چند لمحے بعد غلط ملط تفصیلات

بتا کر جان چھڑا لی اور فورمین کے ساتھ واپس سرنگوں کی طرف چل پڑا۔

عمران کی ڈیوٹی سرنگ نمبر ۹ میں لگائی گئی تھی اور پھر عمران اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

سب سے بڑی سرنگ کا نمبر پانچ تھا اور اس میں پانی پوری رفتار سے چل رہا تھا۔ یہ سرنگ تقریباً تین ہزار فٹ طویل تھی اور اس میں سے گزرنے والا پانی اتنا تیز بہہ رہا تھا کہ اس کے شور سے ہی کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی آرام کے وقفے پر عمران ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ کچھ کارکن کینٹین کی طرف بڑھ گئے اور کچھ ٹولیاں بنا کر اپنے ساتھ لاتے ہوئے تھرماسوں سے چائے انڈیل کر پینے لگے۔

عمران چونکہ نیا تھا اس لئے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ ڈائنامیٹ کا ذخیرہ عمران کے بالکل قریب ہی موجود تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ کی دس سلاخوں کا پیکٹ اٹھا کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے لباس کے اندر چھپا لیا۔

پھر وہ اٹھا اور ٹہلتا ہوا زیر تعمیر سرنگ سے باہر آ گیا۔ ہر شخص کھانے پینے اور آرام کرنے میں مصروف تھا۔ اس لئے عمران بڑے اطمینان سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سرنگ کے قریب مسلح فوجیوں کا ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا مگر انہوں نے بھی اپنی سٹین گنیں ایک طرف رکھی ہوئی تھیں اور وہ بھی ایک جگہ اکٹھے ہو کر چائے پینے میں مصروف تھے۔

عمران سرنگ کی دیوار سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ سرنگ نمبر آٹھ خالی تھی وہ حال ہی میں تعمیر ہوئی تھی اور ابھی اس میں سے پانی نہیں گزارا گیا تھا۔ عمران اس سرنگ میں داخل ہو گیا۔ اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا سرنگ کے آخری سرے پر

پہنچ گیا۔

یہاں سے سرنگ نمبر پانچ میں جانے کے لئے ایک لکڑی کا کٹہرا بنا ہوا تھا جو سرنگ نمبر پانچ کے بڑے گیٹ کے پاس جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ عمران بڑی تیزی سے اس کٹہرے پر چڑھا اور پھر تیزی سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف بڑھنے لگا۔

چونکہ کام سرنگوں کی دوسری طرف ہو رہا تھا اس لئے ادھر کوئی آدمی موجود نہ تھا سرنگ نمبر پانچ کے قریب پہنچ کر عمران رک گیا۔

سرنگ نمبر پانچ سے پانی ٹنوں کے حساب سے انتہائی تیز رفتاری سے گزر رہا تھا اور عمران کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس طرف سے سرنگ میں داخل ہو کر پانی میں بہتا ہوا دوسری طرف سے نکل جائے گا اور اس دوران سرنگ کے کسی رخنے میں ڈائنامیٹ فٹ کر دے گا۔ مگر نزدیک سے دیکھنے پر اسے اپنا منصوبہ انتہائی بچگانہ محسوس ہو رہا تھا۔

سرنگ میں پانی جس رفتار سے گزر رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر وہ پانی میں اترا تو سرنگ کی دوسری طرف صحیح سلامت نہیں پہنچ سکتا۔ پانی اسے کسی حقیر تنکے کی طرح بہا کر لے جائے گا اور جس رفتار سے پانی گزر رہا تھا اس لحاظ سے تو شاید سرنگ کی دوسری طرف پہنچنے سے قبل ہی اس کا جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکا ہو گا۔ اور پھر اتنے تیز بہاؤ میں بہتے ہوئے ڈائنامیٹ فٹ کرنا اور اسے سلگانا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ مگر عمران کی شروع سے ہی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے منصوبے رد نہیں کیا کرتا۔ اس لئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنامیٹ کا فلیتہ سلگانے والا مخصوص قسم کا لائٹر نکالا اور پھر اس کی کارکردگی چیک کر کے اسے دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ یہ لائٹر اس قسم کا تھا کہ اس پر پانی اثر نہیں کرتا تھا۔ ڈائنامیٹ کی سلاخوں پر بھی مخصوص قسم کا پلاسٹک چڑھا ہوا تھا۔ اس

لئے اس کا بھی پانی میں بھیگ کر ناکارہ ہونے کا خدشہ نہ تھا۔

اور پھر عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے آنکھ بند کر کے
پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پہلے چند لمحوں کے لئے عمران کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے
وہ کسی سیلنگ فین سے باندھ دیا گیا ہو جو انتہائی تیز رفتاری سے چل رہا ہو۔ ا
کا پورا جسم پانی میں لٹو کی طرح گھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے
اپنے آپ کو سنبھال لیا اور وہ پانی کی سطح پر مردہ مچھلی کی طرح لیٹ گیا۔
پانی کی رفتار چونکہ انتہائی تیز تھی اس لئے جلد ہی وہ سرنگ کے اندر پہنچ گیا
سرنگ میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس
نے کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی ہو۔

عمران نے سرنگ کے اندر پہنچتے ہی اپنے جسم کو مخصوص انداز میں حرکت دی
اور پھر جلد ہی وہ سرنگ کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ مگر دیوار کے قریب پہنچنے کے
باوجود اس نے اس بات کا خیال رکھا کہ اس کا جسم دیوار کے ساتھ رگڑ نہ کھائے
ورنہ اسے یقین تھا کہ ایک ہی رگڑ میں اس کے خوبصورت جسم کے پرخچے اڑ جا
گے۔

سرنگوں کی اندرونی بناوٹ کے متعلق اسے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ یہ ڈبوں
صورت میں بنائے جاتے ہیں۔ یعنی ایک ڈبہ باہر کو نکلا ہوا اور دوسرا ڈبہ اندر کو
ہوا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ پانی کی رفتار دیوار سے ٹکراتے وقت
کم ہو جاتی تھی۔ اور اس طرح دیوار کو پانی کی مسلسل رگڑ سے نقصان نہ پہنچتا تھا
عمران نے تیزی سے ہاتھ مارے اور پھر پانی کی سطح سے بلند ایک ابھرے ہوئے
ڈبے کا کنارہ اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کنارے کو
سے تھام لیا۔ پانی کی تیز رفتاری سے اس کا پورا جسم ایک جھٹکے سے آگے کو

مگر عمران نے ہاتھوں پر چونکہ پوری قوت مرکوز کر دی تھی۔ اس لئے جلد ہی وہ
سنبھل گیا اور پھر اس نے دونوں پیر پانی کے اندر ایک دھنسے ہوئے ڈبے میں
اٹکا دیئے۔

اب عمران کا جسم آدھا پانی سے باہر اور آدھا پانی کے اندر تھا اور وہ کسی چھپکلی
کی طرح دیوار کے ساتھ چپٹا ہوا تھا۔

چند لمحے وہ اسی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کو کنارے سے علیحدہ
کیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنامیٹ کا پیکٹ باہر نکالا اور ہاتھ اونچا کر کے
اوپر والے باہر کو نکلے ہوئے ڈبے میں اس نے پھرتی سے پیکٹ رکھ دیا۔ اس دوران
اس کے جسم نے خاصا تیز ہچکولا کھایا۔ مگر اس نے جیسے تیسے کر کے اپنے آپ کو
سنبھال لیا۔ پھر چند لمحے بے حس و حرکت رہ کر اس نے ایک بار پھر جیب میں
ہاتھ ڈالا اور اس بار جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں لائٹر موجود
تھا۔ اس نے پانی سے ہاتھ باہر نکالا اور پھر لائٹر روشن کیا گھپ اندھیرے
میں لائٹر کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی پھیل گئی۔ یہ دیکھ کر عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ
اتفاق سے ڈائنامیٹ کا پیکٹ اس انداز میں رکھا گیا تھا کہ اس کا فلیتہ باہر لٹک
رہا تھا۔ فلیتہ کا آخری سرا پانی کی سطح سے صرف ایک انچ بلند تھا اور پھر عمران
نے لائٹر سے نکلنے والے شعلے کو فلیتے کے سرے سے لگا دیا۔ چند ہی لمحوں بعد فلیتہ
سلگنے لگا۔

جب عمران کو یقین ہو گیا کہ اب فلیتہ بجھے گا نہیں تو اس نے ایک طویل سانس
لیتے ہوئے لائٹر بجھا دیا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔
اور پھر عمران نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اس کا جسم ایک بار پھر پانی میں پٹخیاں
کھانے لگا۔ چند ہی لمحوں میں عمران نے اپنے جسم کو سکیڑا اور پھر وہ تیزی سے پانی

کے بہاؤ کی مخالف سمت میں تیرنے لگا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ تیر رہا تھا جہاں
پانی کی رفتار درمیان کی نسبت قدرے کم تھی۔

مگر پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ عمران بے پناہ محنت کے باوجود چند
گز آگے بڑھ سکا۔ اس کوشش میں ہی اس کا جسم تھک کر چور ہو گیا۔ اسے یوں
محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی لمحے وہ بے دم ہو کر پانی میں گر جائے گا اور پھر پانی
یہ خوفناک ریلا اسے بہا کر لے جائے گا۔

ابھی سرنگ کا سرا خاصا دور تھا۔ اس لئے عمران مسلسل کوشش میں لگا رہا مگر
پانی کے اس قدر خوفناک بہاؤ کو کاٹنا تقریباً ناممکن تھا۔

پھر مزید سخت محنت کے بعد وہ تقریباً دس گز اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اب اس کے
حواس جواب دیتے جا رہے تھے۔ یہ زندگی اور موت کی جنگ تھی اور اسے محسوس
ہو رہا تھا کہ موت آہستہ آہستہ اس کے قریب آتی جا رہی ہے۔ مگر عمران آخری لمحے
تک جد و جہد کرنے کا قائل تھا۔ اس لئے وہ مسلسل آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگا
رہا اور پھر آہستہ آہستہ وہ سرنگ کے دہانے کے قریب ہوتا چلا گیا۔

پھر جب وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچا تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے
وہ صدیوں سے اسی طرح تیر رہا ہے۔ پورا جسم جواب دے چکا تھا۔ یہ تو صرف
عمران کی بے پناہ قوت ارادی تھی کہ وہ ابھی تک آگے بڑھ رہا تھا۔ کنارے پر پہنچ
کر اس نے سر اونچا کیا اور اسے کٹہرا وہاں سے ایک گز اونچا نظر آیا۔

عمران نے آخری بار اپنی بچی کھچی ہمت کو مجتمع کیا اور پھر اس نے پوری قوت
سے پانی پر سے ہی چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس کے ہاتھ کٹہرے کے کنارے پر
جم سے گئے۔ وہ چند لمحے لمبے لمبے سانس لیتا کٹہرے سے ہاتھوں کے بل لٹکتا رہا
اسے یقین تھا کہ اگر ایک ہی چھلانگ میں اس کے ہاتھ کٹہرے تک نہ پہنچ سکتے تو

پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکتی تھی۔

چند لمحے کٹہرے سے لٹکنے کے بعد اس نے اپنے جسم کو سمیٹا اور پھر ہاتھوں
کے بل اٹھتا ہوا وہ کٹہرے پر پہنچ گیا۔ اب وہ یقینی موت کے منہ سے نکل آیا تھا
اور اس نے ایک ایسا کام کر دکھایا تھا جو ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔

وہ کافی دیر کٹہرے پر لیٹا لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر جب قدرے نارمل ہو گیا
تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ڈائنامیٹ
کا فلیتہ سلگ رہا ہو گا اور اس بارے میں فی الحال اسے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ یہ
ڈائنامیٹ اس انداز سے بنائے ہوتے تھے کہ فلیتہ سلگنے اور بم پھٹنے میں دو گھنٹوں
کا وقفہ رکھا جاتا تھا تاکہ کارکن حفاظتی جگہوں پر آسانی سے پہنچ جائیں پھر کٹہرے
سے ہوتا ہوا عمران واپس سرنگ نمبر آٹھ میں پہنچ گیا۔ اب وہ جلد از جلد ڈیم کی حدود
سے نکل جانا چاہتا تھا۔

چنانچہ سرنگ نمبر آٹھ سے نکل کر عمران باہر آیا تو اس نے جان بوجھ کر اپنا
رخ باہر جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ اس سڑک کے کنارے پر پہنچ گیا۔ جو سیدھا بیرونی چیکنگ
چوکی کی طرف جاتی تھی۔ عمران کو معلوم تھا کہ ابھی چھٹی ہونے میں دو گھنٹے باقی رہتے
ہیں اس لئے یہ لوگ بغیر پوچھ گچھ کے باہر نہ جانے دیں گے۔ مگر اس کے باوجود وہ
تیزی سے چلتا ہوا چوکی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔؟ ابھی چھٹی ہونے میں دیر ہے" ۔۔۔ چوکی کے محافظ نے
تیز نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیف انجینئر کا ایک ضروری پیغام ان کی بیوی کو پہنچانا ہے" ۔۔۔ عمران
نے جواب دیا۔

کونسے شعبے کے چیف انجنیئر" ——— ؟ محافظ نے مشکوک نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر رابرٹ ——— شعبہ ڈائنامیٹ ——— انہوں نے مجھے خصوصی طور پر بلوایا ہے" ——— عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا جاؤ" ——— محافظ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

عمران دروازے سے ہو کر باہر آگیا۔ اس کا یہ نفسیاتی حربہ کام آگیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ باہر جاتے وقت زیادہ چیکنگ نہیں کی جاتی۔ اور پھر چیف انجنیئر مزدوروں کو ذاتی کام کے لئے بھیجتے ہی رہتے ہیں۔

باہر آتے ہی عمران نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ طالع کے قہوہ خانے پر پہنچ گیا۔

"ڈائنامیٹ اس کے اندازے کے مطابق پھٹنے کے قریب ہوگا۔ اس لئے وہ جلد از جلد اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔

کاؤنٹر پر سالم اور طالع دونوں ہی موجود تھے اور ہال بھرا ہوا تھا۔

"میرے ساتھ آئیں" ——— عمران نے طالع کے قریب پہنچ کر دبے لہجے میں کہا اور طالع نے چونک کر اُسے دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں حیرت چھا گئی۔

مگر عمران تیزی سے راہداری کی طرف مڑتا چلا گیا۔ طالع بھی اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

جب وہ تہہ خانے میں پہنچے تو اس کے ساتھیوں نے اُسے گھیر لیا۔

"تم کہاں غائب ہوگئے تھے" ——— ؟ جولیا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"مسٹر طالع ——— ڈیم تباہ ہونے والا ہے اور پھر اس کا پانی قصبے میں پھیل جائے گا ——— اس افراتفری میں ہم یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں ——— کیا تم آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہمارے لئے ایک کار کا بندوبست کر سکتے ہو" ——— عمران نے کہا۔

"کیا کہا ——— ؟ ڈیم تباہ ہونے والا ہے ——— خدا کی پناہ! ——— پھر تو یہ قصبہ تباہ و برباد ہو جائے گا" ——— طالع کی آنکھیں خوف کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"ایسی بات نہیں ——— صرف تھوڑا سا پانی آئے گا جس پر جلد ہی قابو پالیا جائے گا ——— تم فکر نہ کرو" ——— عمران نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اگر واقعی ایسی بات ہے تو پھر شاید اتنا خطرہ نہ ہو ——— بہرحال میں کار کا بندوبست کر دیتا ہوں" ——— طالع نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہم ایک ہی کار میں یہاں سے چلیں گے ——— قصبے سے باہر نکل کر ہم کار سے اُتر جائیں گے ——— اور پھر اپنے منصوبے کے تحت آگے بڑھیں گے" ——— عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب! ——— ہم سب نے آپ کی غیر حاضری میں یہ سوچا ہے کہ اگر ہم اکٹھے رہیں تو زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکتے ہیں ——— اکیلے شاید ہم کامیاب نہ ہو سکیں" ——— صفدر نے کہا۔

"نہیں ——— اکٹھے رہنے سے ہم جلد ہی جی۔پی۔ فائیو کی نظروں میں آسکتے ہیں ——— چلو دو گروپ بنالو ——— جولیا۔ جوزف اور میں اکٹھے رہیں گے اور تم اور کیپٹن شکیل اکٹھے رہو گے ——— ٹی۔ٹی کے ذریعے ہمارے درمیان رابطہ قائم رہے گا" ——— عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی ـــــ ہمیں بھی زیادہ فکر جوزف اور جولیا کی تھی" ـــ
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے طالع واپس تہہ خانے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی

"کار قہوہ خانے کے سامنے موجود ہے ـــــ یہ اس کی چابی ہے" ـــ
نے چابی عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اپنا اپنا سامان جیبوں میں بھر لو ـــ اب ہمیں اوپر ہال میں چلنا چاہئے
کیونکہ کسی بھی وقت ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں" ـــــ عمران نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تہہ خانے سے نکل کر ہال میں پہنچ گئے
سب بکھر کر مختلف میزوں پر بیٹھ گئے۔

ابھی وہ مشکل سے کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک انہیں دور سے ایک
خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ گو دھماکے کا مرکز وہاں سے کافی دور تھا
مگر اس کے باوجود دھماکہ اتنا شدید تھا کہ قہوہ خانے کی عمارت لرز گئی۔ ایک
کے لئے ہال میں خاموشی طاری ہو گئی۔ اور پھر وہ سب لوگ تیزی سے بیر
دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ کیونکہ وہ سب اس خوفناک دھماکے کی وجہ معلوم
کرنا چاہتے تھے۔

چند لمحوں بعد ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر پے در پے خوفناک دھماکے
ہونے شروع ہو گئے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ڈائنامیٹ کے ذخیرے کو آگ
لگ گئی ہے۔

اب خوفناک دھماکوں کے ساتھ خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں بھی سنائی دے
رہی تھیں۔ اور پھر ہال میں موجود افراد کے ساتھ عمران اور اس کے ساتھی
قہوہ خانے سے باہر آ گئے۔

باہر سڑکوں پر لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ پھر دوسرے لمحے قصبے
خطرے کے سائرن بری طرح چیخنے لگے۔

وہ سب پھرتی سے کار میں سوار ہو گئے اور انہوں نے کار آگے بڑھا دی۔
پورے قصبے میں شور مچ گیا تھا کہ ڈیم تباہ ہو گیا ہے اور جھیل کا پانی قصبے کا
رخ کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں خوفناک افراتفری مچ گئی۔ لوگ بے تحاشہ
بے سے باہر جانے والی سڑک پر بھاگنے لگے۔ ہر طرف چیخ و پکار مچ گئی۔ جس
پولیس کی گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں اور بھی زیادہ دہشت پھیلا رہی تھیں

ابھی عمران کی کار مین روڈ سے باہر آئی تھی کہ لاؤڈ سپیکروں پر قصبے کے
ندوں کو فوری طور پر قصبہ خالی کرنے کی اپیلیں کی جانے لگیں اور ان اعلانات
ے بعد تو جیسے قصبے پر قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔

بیرونی سڑک پر کاروں کی قطاریں سی لگ گئیں۔ سب لوگ ہر قیمت پر قصبے سے
ل جانے کے لئے ٹوٹ پڑے تھے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں حفاظتی چوکیاں
یسے قائم رہ سکتی تھیں۔

چنانچہ اس ہجوم میں وہ بڑے اطمینان سے کار چلاتے ہوئے قصبے سے باہر
ل گئے۔

"کیا تم نے اتنا بڑا ڈیم اکیلے ہی تباہ کیا ہے" ـــــ ؟ جولیا نے حیران ہوتے
ہوئے پوچھا۔

"اتنا بڑا ڈیم میں نے تباہ نہیں کیا ـــــ میں نے صرف ایک سرنگ میں ڈائنامیٹ
لگا دیا تھا ـــــ باقی کام اس ڈائنامیٹ نے کر دیا" ـــــ عمران نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

اب ان کی کار فراٹے بھرتی ہوئی ہائی وے پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ کرنل ڈ
میز کے پیچھے بڑی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ اس کے سامنے دس کرسیوں پر
آدمی براجمان تھے۔ ان سب کے چہرے مایوسی سے لٹکے ہوئے تھے۔ جبکہ کرنل ڈ
کے چہرے سے وحشت اور غصہ کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

" مجرموں نے انتہائی خوفناک کارروائی کی ہے ــــــ انہوں نے ہمیں اتنی
ضرب پہنچائی ہے کہ ہم عرصہ تک نہ سنبھل سکیں گے ــــــ کیا اب جی۔ پی۔ فا
اتنی نکمی ہو چکی ہے کہ چند مجرم اپنی من مانی کرتے پھر رہے ہیں ــــــ اور ہم بے
سے تماشہ دیکھ رہے ہیں" ــــــ کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکہ مارتے ہوئے انتہ
سخت لہجے میں کہا۔

" باس! ــــــ مجرم بے حد عیار اور چالاک واقع ہوئے ہیں ــــــ اب ہما
تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح ڈیم کو تباہ کر کے قصبے میں پھیلنے والی افراتفر
میں وہاں سے نکل جائیں گے" ــــــ ایک نوجوان نے اپنے دانت بھینچ
ہوئے کہا۔

" آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا ــــــ ؟ ڈیم کیسے تباہ ہوا ــــــ اتنا بڑا ڈیم

نے کے لئے طویل عرصے کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ــــــ ایک پوری تنظیم
ضرورت ہے" ــــــ کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

" یہی بات تو حیران کن ہے ــــــ مکمل تفتیش سے صرف یہی بات معلوم ہوئی
ہے کہ شعبہ ڈائنامیٹ میں ایک عرب مزدور ہاشم داخل ہوا اور وہاں کام کرتا رہا۔
ہر اسے سرنگ نمبر آٹھ میں داخل ہوتے دیکھا گیا جو کہ خالی پڑی تھی۔ اس کے بعد
یں اتنی رپورٹ ملتی ہے کہ ہاشم نامی وہی مزدور بیرونی گیٹ پر آیا اور اس نے
یف انجینئر سے ایک ذاتی پیغام کا بہانہ بنا کر باہر نکلنے کی اجازت حاصل کی۔ اس
ے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد بڑی سرنگ ایک دھماکے سے بیٹھ گئی۔ اور پھر
ک کے ساتھ والی سرنگ بھی بیٹھتی چلی گئی ــــــ سرنگ کے پتھر ڈائنامیٹ کے
یرے پر گرے اور وہاں آگ لگ گئی۔ جس سے زبردست دھماکے ہوتے اور نتیجہ
ں پورا ڈیم ہی تباہ ہو گیا۔ اور پانی کمبرگ کے قصبے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ جس
نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ہنگامی حالات کا اعلان کرنا پڑا۔ اور پورا قصبہ باہر نکلنے کے لئے
ٹ پڑا ــــــ اب ظاہر ہے کہ وہاں نگرانی کیسے کی جاتی" ــــــ اسی نوجوان نے
فصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" بڑی سرنگ آخر کس طرح بیٹھ گئی" ــــــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" ماہرین کی رائے میں اس کے اندر طاقتور ڈائنامیٹ فٹ کئے گئے تھے جو یقیناً
پھٹنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے لگائے گئے اور یہ تقریباً وہی وقت بنتا ہے جب اس
مزدور کو سرنگ نمبر آٹھ میں جاتے دیکھا گیا ــــــ مگر دیکھنے والا اس لئے خاموش
رہا کہ شاید مزدور ضروری حاجت کے لئے جا رہا ہے ــــــ اس سرنگ کی پشت
پر ایک کھہر اسرنگ نمبر پانچ تک جاتا ہے" ــــــ اسی نوجوان نے جواب دیا۔

" اوہ! ــــــ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس بڑی سرنگ میں جہاں ٹنوں کے حساب

سے پانی انتہائی خوفناک رفتار سے گزر رہا ہو ـــــ کوئی شخص پانی میں کود کر جائے ـــــ سرنگ میں ڈائنامیٹ فٹ کرے پھر اس خوفناک بہاؤ کو کاٹتا ہوا واپس صحیح سلامت نکل آئے ـــــ نہیں ـــــ یہ ناممکن ہے ـــــ کم از کم کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا ـــــ یہ اور بات ہے کہ وہ مجرم کوئی مافوق الفطرت قسم کی چیز ہو“ ـــــ کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

”معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ـــــ مگر اس کے سوا اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی“ ـــــ اسی نوجوان نے جواب دیا۔

”باس! ـــــ اب یہ موقعہ نہیں کہ ہم اس بات پر بحث کریں کہ مجرموں نے کیسے ڈیم تباہ کیا ـــــ بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مجرم ہمارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اور وہ ملک میں مزید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کی فوری گرفتاری کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں“ ـــــ ایک اور شخص نے بڑے مدبرانہ لہجے میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اور یہ بات بھی غور طلب ہے باس کہ آخر مجرموں کا اصل مشن کیا ہے“ ایک اور نوجوان نے کہا۔

”ہاں ـــــ یہ باتیں واقعی غور طلب ہیں ـــــ مگر جب تک مجرموں میں سے کوئی ہاتھ نہ آجائے ـــــ اس وقت تک ان کا جواب نہیں مل سکتا“ کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز سے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔

”یہ دیکھو ـــــ یہ کمبرگ ہے ـــــ مجرم اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں ـــــ اب آگے جا کر دو اور قصبے آتے ہیں اور ان دو قصبوں کے بعد یہ ایک اہم پُل ہے جو مشرقی اسرائیل کو مغربی اسرائیل سے ملاتا ہے ـــــ جہاں تک میں سمجھا

ہوں ـــــ مجرم اس پُل کو اڑانے کی کوشش کریں گے ـــــ اور اگر یہ پل تباہ ہوگیا تو یہ ایک ایسا نقصان ہوگا جس کا تصور بھی محال ہے ـــــ لہٰذا میرا خیال ہے کہ ہم ہر طرف سے توجہ ہٹا کر فی الحال اس پُل پر اپنی توجہ مرکوز کردیں اگر مجرموں نے اس پل کو اڑانا چاہا تو وہ ہمارے قابو میں آسکتے ہیں“ ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

”بالکل باس! ـــــ آپ کا خیال درست ہے ـــــ مجرم ضرور اس پل کو اڑانے کی کوشش کریں گے اور ہم اس پل کی نگرانی کر کے مجرموں کو آسانی سے پکڑ سکتے ہیں“ ـــــ تمام افراد نے بڑے جوشیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے ـــــ اب تم سب کی یہ ڈیوٹی ہے کہ اپنے گروپوں کے ساتھ پل کے قریبی قصبوں میں پھیل جاؤ ـــــ اور اس پل کی انتہائی خفیہ طور پر نگرانی کی جائے جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی نظر آئے اسے فوراً گرفتار کرلیا جائے ـــــ اور اگر وہ زندہ گرفتار نہ ہوسکے تو اسے گولی مار دی جائے ـــــ اور اس آپریشن کی نگرانی میجر رالنسن کرے گا“ ـــــ کرنل ڈیوڈ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب! ـــــ اس بار مجرم ہم سے بچ کر نہیں جاسکتے ـــــ ہم اس پُل کی اس طرح نگرانی کریں گے کہ مجرم ہمارے پنجے میں تڑپ رہے ہوں گے“ ـــــ کونے میں بیٹھے ہوئے کرخت چہرے کے مالک میجر رالنسن نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

”اوکے! ـــــ میٹنگ برخواست ـــــ مجھے باقاعدہ رپورٹ ملتی رہنا چاہیئے“ ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی وہ دسوں افراد اٹھے اور پھر ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

گمبرگ سے کافی دُور نکل آنے کے بعد عمران نے کار سڑک کے کنارے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔

"آؤ کچھ کھا پی لیں ——— اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی طے کر لیں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کار سے باہر نکل آئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ایک بڑے سے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے ویٹر کو خاصا تگڑا قسم کا آرڈر دے دیا تھا۔

"عمران صاحب! ——— میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہم خانہ بدوشوں کی طرح کب تک گھومتے رہیں گے ——— میرا خیال ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے تل ابیب جائیں ——— وہاں کوئی رہائش گاہ حاصل کر کے اطمینان سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہارا ارادہ یہاں کوئی بزنس وغیرہ کرنے کا ہے" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بزنس! ——— کیسا بزنس" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی تل ابیب میں تمہارا شاندار دفتر ہو ——— اور ہم سب تمہارے سیلز مین بن کر پورے اسرائیل میں تمہاری فرم کا مال فروخت کرتے پھریں" ——— عمران نے جواب دیا

"یہ بات نہیں ——— مگر ———" کیپٹن شکیل نے کچھ کہنا چاہا۔

"ارے ارے ٹھہرو ——— آئیڈیا اچھا ہے ——— واقعی اب تک ہمارا منصوبہ غلط رہا ہے ——— ہم نے مجرموں کی بجائے سیکرٹ ایجنٹوں جیسا رویہ اختیار کر رکھا ہے ——— یہ اچھا آئیڈیا ہے کہ تل ابیب میں کسی بڑی فرم پر قبضہ کیا جائے اور پھر اسے ہیڈ کوارٹر بنا کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ——— عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"واقعی اچھا آئیڈیا ہے" ——— جولیا نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میں مینجنگ ——— جولیا میری سیکرٹری ——— جوزف میرا باڈی گارڈ اور صفدر اور کیپٹن شکیل سفری سیلز مین ——— واہ واہ مزہ آ جائے گا" ——— عمران نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ کہتا ——— ویٹر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کھانے کے برتن میز پر چُن دیئے۔

"اچھا بھئی ——— پہلے طعام پھر کام" ——— عمران نے کہا اور پھر اس قدر تیزی سے کھانے میں جُت گیا جیسے وہ صرف اسی کام کے لئے یہاں آیا ہو۔

کھانے کے دوران خاموشی رہی۔ پھر ویٹر برتن سمیٹ کر لے گیا اور عمران نے کافی کا آرڈر دیا۔

جب ویٹر چلا گیا تو عمران نے جیب سے نقشہ نکالا اور اُسے میز پر پھیلا کر غور سے دیکھنے لگا۔

"یہاں سے پچاس کلو میٹر آگے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ——— اس قصبے سے

دو کلومیٹر آگے یہ پُل ہے ۔ — یہ پُل بڑا اہم ہے — اس پل کے ذریعے مشرقی اور مغربی اسرائیل کا رابطہ ہے — اگر اس پل کو اڑا دیا جائے تو یقیناً اسرائیل پر ایک اور کاری ترین ضرب لگائی جا سکتی ہے "— عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ڈیم کی تباہی سے جی۔ پی۔ فائیو الرٹ ہو گئی ہو — اور پل کی خصوصی نگرانی کی جا رہی ہو" — صفدر نے جواب دیا۔

اسی لمحے ویٹر کافی لیکر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کافی کی پیالیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔

ویٹر کے جانے کے بعد عمران نے کہا۔

" ہاں! — ایسا ہونا لازمی ہے — تم لوگ ایسا کرو کہ تل ابیب چلے جاؤ — وہاں مشرقی شاہراہ پر ایک ہوٹل ہے جس کا نام الغرب ہے — اس کا مالک داؤد میرا پرانا دوست ہے — اُسے پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دینا وہ تمہیں میرے آنے تک پناہ دیگا" — عمران نے کہا۔

" کیا مطلب — کیا آپ یہاں رہیں گے" — ؟ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں! — میں کوئی کام ادھورا چھوڑنے کا قائل نہیں — میں اس پل پر کام کروں گا اور اسے مکمل کرنے کے بعد تم سے آملوں گا" — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" مگر باس! — میں آپ کے ساتھ رہوں گا — ہر قیمت پر — اگر آپ نہ مانے تو پھر میں خودکشی کر لونگا" — جوزف نے اچانک مضبوط لہجے میں کہا۔

" اوہ! — ٹھیک ہے" — عمران غور سے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے

بولا — " ٹھیک ہے — جوزف میرا ساتھ دیگا"۔

اور اس کے ساتھ ہی عمران اُٹھ کھڑا ہوا۔

" مگر عمران صاحب" — صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

" اچھے بچے ضد نہیں کیا کرتے — شاباش! تم لوگ جاؤ — میں ٹافیوں کا پیکٹ لے کر فوراً پہنچ جاؤنگا" — عمران نے اُسے پچکارتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب ہنس دیئے۔

عمران نے کاؤنٹر پر ادائیگی کی اور پھر وہ سب دوبارہ کار میں آ بیٹھے۔ اور کار ایک بار پھر ہائی وے پر رواں دواں ہو گئی۔

پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں وہ قصبہ ملا۔ مگر عمران وہاں رکا نہیں بلکہ کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ اور پھر انہیں دُور سے وہ پُل نظر آ گیا یہ ایک کافی بڑے دریا پر بنا ہوا تھا۔ اس پل کی لمبائی تقریباً دو کلومیٹر کے برابر تھی۔ پل لوہے کے بڑے بڑے گارڈروں کا بنا ہوا تھا۔ پل پر ریل کی پٹڑی تھی جبکہ پل کے اوپر سڑک بنائی گئی تھی۔ اس طرح اس پُل سے دوہرا کام لیا جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ پل پر پہنچ گئے۔ یہاں پل کے دونوں اطراف میں حفاظتی چوکیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر چونکہ سڑک پر ٹریفک کا خاصا رش تھا اس لئے کسی کو وہاں روکا نہ جا رہا تھا۔

عمران کی کار تیزی سے پل کے اوپر سے گزرتی چلی گئی۔ عمران کی تیز نظریں پل اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ پل کراس کر گئے۔ پل سے تھوڑی دُور ایک بڑا شہر راک سٹی تھا۔ یہ خاصا بڑا شہر تھا اور یہاں لوگوں کی گہما گہمی بھی کافی سے زیادہ تھی۔

عمران نے شہر میں پہنچ کر کار ایک طرف روکی اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آگیا۔

"جوزف! — تم بھی باہر آجاؤ — اور اپنا اور میرا سامان بھی لے آؤ — اور تم لوگ سیدھے تل ابیب جاؤ اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ اتنے میں جوزف نے گاڑی میں سے دو تھیلے نکال لئے تھے۔

عمران نے گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ کیا اور جب کار آگے بڑھ گئی تو عمران نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تیزی سے ایک بغلی گلی میں بڑھتا چلا گیا۔

جوزف سامان اٹھائے بڑی فرمانبرداری سے عمران کے پیچھے چل رہا تھا۔

مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد عمران ایک چھوٹے سے مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی انہیں خوفناک نظروں سے گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے — ؟" اس آدمی نے بڑے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ساراب سے کہو کہ پرنس ملنے آیا ہے" — عمران نے بڑے لاپرواہ لہجے میں کہا۔

"ساراب نہیں ہے — جاؤ بھاگ جاؤ" — اس آدمی نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"باس! — تم ہٹ جاؤ — میں ساراب کو ابھی اندر سے نکال لاتا ہوں" جوزف نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"دھیرج بلیک پرنس دھیرج" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک بار پھر دروازے پر دستک دی۔ اس بار وہ اس وقت تک دروازے پر دستک دیتا رہا جب دروازہ ایک بار پھر جھٹکے سے نہ کھلا۔ اس بار بھی حسب توقع دروازے پر پہلے والا آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں غصے سے شعلوں کی طرح دہک رہی تھیں۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ کے ایک مخصوص جھٹکے سے وہ لمبا تڑنگا آدمی اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے کھڑے جوزف کے سامنے سڑک پر جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ جوزف کی لات حرکت میں آئی اور اس آدمی کے حلق سے بھیانک چیخ نکل گیا۔

اسی لمحے عمران اچھل کر مکان میں داخل ہو گیا۔ جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔ عمران نے مڑ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

یہ ایک تنگ سی راہداری تھی۔ راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس میں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک اور دروازے پر ہوا۔ جو اندر سے بند تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اس دروازے پر دستک دی۔

دوسرے لمحے دروازے کے درمیان میں ایک گول سوراخ پیدا ہوا جس کے پیچھے سے سیاہ رنگ کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

"ساراب سے کہو کہ پرنس آیا ہے" — عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

" جانی کہاں ہے ؟ ـــــ اور تم کون ہو" ـــــ دوسری طرف سے حیرت آمیز آواز سنائی دی۔

" جانی مکان سے باہر کھڑا ہے ـــ اس نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی اور سنو! ـــ مجھے یہ پردہ داریاں اچھی نہیں لگتیں" ـــــ عمران نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے گول سوراخ تاریک ہو گیا۔

" باس! ـــ اگر کہو تو دروازہ توڑ دوں" ـــــ جوزف نے کہا۔

" ارے نہیں ـــ ساراب بے چارہ غریب آدمی ہے ـــ کہاں سے نیا دروازہ لگوائے گا" ـــــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جوزف کچھ کہتا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سامنے ایک چھوٹے سے کمرے میں پانچ آدمی ہاتھوں میں چاقو سنبھالے بڑی کینہ نظروں سے عمران اور جوزف کو دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں کے سامنے ایک قوی ہیکل اور دیو جیسا آدمی کھڑا تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا مگر اس کی تیز نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

" بھئی بہت خوب! ـــ بڑا شاندار استقبال ہو رہا ہے" ـــــ عمران نے بے اختیار تالی بجاتے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بڑھا کر کمرے میں داخل ہو گیا جوزف بھی اس کے پیچھے تھا۔

نیم دائرے میں کھڑے ہوئے چاقو بردار ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ البتہ وہ دیو نما آدمی وہیں کھڑا رہا۔

" ساراب کہاں ہے ؟ ـــ اسے کہو کہ پردے سے باہر آجائے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ـــ مگر دوسرے لمحے عمران پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا

کیونکہ قوی ہیکل آدمی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور اگر عمران بروقت نہ ہٹ جاتا تو یقیناً اس کی پوری بتیسی باہر جا گرتی۔

جوزف اس دوران سامان فرش پر رکھ چکا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران جوزف کو کچھ کہتا۔ جوزف دھاڑتا ہوا اس دیو ہیکل آدمی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

" تم نے باس پر ہاتھ اٹھایا ہے جوزف کی موجودگی میں ـــــ اب تم زندہ نہیں رہ سکتے" ـــــ جوزف کا غصہ پورے عروج پر تھا۔

" او حقیر کیڑے تمہاری یہ جرأت" ـــــ اس دیو ہیکل آدمی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا

مگر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ جوزف کا ہاتھ حرکت میں آیا اور کمرہ ایک زوردار تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔ جوزف نے اس قوی ہیکل کے دائیں رخسار پر خوبصورت اور طاقتور تھپڑ رسید کیا تھا۔

اور پھر تو جیسے کمرے میں بھونچال سا آگیا ہو۔ وہ قوی ہیکل شخص بجلی کی طرح اچھل کر جوزف پر ٹوٹ پڑا

عمران اور اس قوی ہیکل آدمی کے ساتھی خاموشی سے ایک طرف کھڑے تھے۔ شاید انہیں یقین تھا کہ وہ قوی ہیکل آدمی جوزف کو ٹھیک کر دیگا ـــــ مگر جوزف آخر جوزف تھا ـــــ عمران کا تربیت یافتہ۔

پھر زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ دیو ہیکل آدمی جوزف کے قدموں میں بیہوش پڑا تھا۔ جوزف کے دونوں ہاتھ مشین کی طرح چلے تھے اور ہر تھپڑ پہلے سے زیادہ آرٹسٹک اور طاقتور تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ قوی ہیکل آدمی کا چہرہ مجسم بن کر رہ گیا تھا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ رخساروں کا گوشت پھٹ گیا تھا۔ پیشانی پر چار انچ لمبا زخم تھا اور دونوں جبڑے اپنی جگہ

سے کھسک چکے تھے۔

جیسے ہی وہ قوی ہیکل آدمی نیچے گرا۔ وہ پانچوں چاقو بردار چاقو لہراتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کے انداز و اطوار ظاہر ہے خطرناک ہی تھے۔

"سنو! — مجھے ان چاقوؤں سے ڈر نہیں لگتا — مگر میں ساراب کے آدمی ضائع نہیں کرنا چاہتا — اس لئے بہتر یہی ہے کہ ساراب کو اطلاع کر دو" عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں سے آئے ہو" — ؟ ان میں سے ایک نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑو — بہرحال یقین کرو کہ میں دوست ہوں — اور ساراب یقیناً اس بات پر ناراض ہوگا کہ تم نے مجھے اس سے ملانے میں دیر لگائی ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"ساراب یہاں موجود نہیں ہے" — اسی آدمی نے جواب دیا۔

"تو اسے پیغام بھجوا دو — میں انتظار کر لونگا" — عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

وہ آدمی چند لمحے گہری نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔

"ٹھیک ہے — میں باس کو اطلاع دیتا ہوں — اگر اس نے تمہیں پہچاننے سے انکار کیا تو تم یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکو گے" — اس آدمی نے چاقو بند کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ البتہ باقی آدمی اسی طرح چاقو کھولے کھڑے رہے۔

اس آدمی نے تیزی سے ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا

اور پھر عمران کی طرف پشت کر کے نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو باس! — میں رک بول رہا ہوں — اڈے میں دو آدمی زبردستی گھس آئے ہیں — ان میں سے ایک اپنے آپ کو آپ کا دوست کہہ رہا ہے۔ وہ اپنا نام پرنس بتاتا ہے" — چند لمحے خاموش رہنے کے بعد رک نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رک نے مڑ کر عمران کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر رسیور رک کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو ساراب! — یہ تم نے کیسے کیسے جانور پال رکھے ہیں" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پرنس! — آپ آگئے — اوہ! مجھے آپ کی طرف سے اطلاع ملی تھی مگر میں اپنے آدمیوں کو ہدایات دینا بھول گیا — ویری ساری پرنس — میں ابھی پہنچ رہا ہوں — رسیور ذرا رک کو دیجئے" — دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے رسیور دوبارہ رک کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔

"بہتر باس! — آپ بے فکر رہیں" — رک نے مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب — یہ سب کچھ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے آیئے تشریف رکھیئے" — رک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی چاقو برداروں نے چاقو بند کر کے اپنی اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ رک نے اشارہ کیا اور فرش پر پڑے ہوئے بیہوش قوی ہیکل کو اس کے ساتھیوں نے اٹھایا اور اوپر لے گئے۔

جوزف اور عمران بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رک نے ایک اور

آدمی سے کہا کہ دروازہ کھول کر باہر سے جانی کو اٹھا لاؤ۔

تھوڑی دیر بعد بیرونی دروازہ کھلا اور ایک نوجوان مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ خاصا پرکشش نوجوان تھا۔ اس نے بہترین قسم کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

"خوش آمدید پرنس — خوش آمدید!" — ساراب نے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے عمران سے ہاتھ ملایا۔

"آؤ میرے ساتھ" — ساراب نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"رک! — جلدی سے مہمانوں کے لئے پہلے ٹھنڈا — پھر گرم لے آؤ" — ساراب نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور رک نے سر ہلا دیا۔

عمران اور جوزف ساراب کے پیچھے چلتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں پہنچے جس میں ایک میز اور چار پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کمرے میں دو تین بڑی بڑی الماریاں موجود تھیں۔

"بیٹھو پرنس!" — ساراب نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سناؤ ساراب! — کیا سرگرمیاں ہیں" — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"فی الحال فراغت ہے" — ساراب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اتنے میں رک کوکا کولا کی بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"سنو رک! — کسی کو اندر مت آنے دینا" — ساراب نے بوتل پکڑتے ہوئے کہا۔

اور رک سر ہلا کر باہر چلا گیا۔

"مجھے ایکسٹو کا خفیہ پیغام ملا تھا — مگر تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں" — ساراب نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"مجھے صرف ۳۵۰ میگا سپر پاور کا ڈائنامیٹ چاہیئے — اس کا بندوبست کر دو" — عمران نے کہا۔

"۳۵۰ میگا سپر پاور — کیا پورا شہر اڑانے کا ارادہ ہے" — ؟ ساراب نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں! — ایک مکھی ہے — بڑی تنگ کرتی ہے — دوبار اپنی ناک کی ہڈی تڑوا بیٹھا ہوں — اس کے لئے چاہیئے" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس! — ویری سوری — مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا — بہرحال میں بندوبست کر دونگا" — ساراب نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کب تک" — ؟ عمران نے پوچھا۔

"کل شام تک بندوبست ہو جائے گا" — ساراب نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ اڈہ جی۔ پی۔ فائیو کی نظروں سے تو بچا ہوا ہے نا" — ؟ عمران نے پوچھا۔

"بالکل صاف ہے — آپ بے فکر رہیں — یہاں کوئی نہیں آ سکتا" — ساراب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"اچھا پرنس! — مجھے اجازت دیجیئے تاکہ میں آپ کے کام کیلئے بھاگ دوڑ کر سکوں — رک آپ کو آپ کے کمرے دکھا دیگا" — ساراب نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

اور عمران نے سر ہلا کر ساراب کو جانے کی اجازت دیدی۔

ساراب کے جانے کے بعد رک اندر داخل ہوا۔

" آئیے پرنس " ـــــ رک نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر عمران اور جوزف کو لے کر وہ نیچے ہال میں آیا۔

رک نے فرش کے ایک کونے پر ایڑی کو مخصوص انداز میں دبایا اور دوسرے لمحے فرش کا ایک کونا اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ رک انہیں لے کر نیچے آگیا۔ یہاں دو بڑے کمرے تھے جو شاید خواب گاہوں کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے۔ کیونکہ اس میں استراحت کے تمام سامان موجود تھے۔

" کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ بٹن دبا دیجئے " ـــــ رک نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

رک دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔

صفدر ـــــ عمران اور جوزف کو چھوڑ کر تل ابیب کی طرف کار اڑائے لئے جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس نے دو سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہوگا۔ انہیں دور سے سڑک پر سرخ لائٹیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔

" میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی چیکنگ چوکی ہے " ـــــ صفدر نے کہا۔

" ہاں! ـــــ نظر تو ایسے ہی آ رہا ہے " ـــــ کیپٹن شکیل نے جو اس کی ساتھ والی نشست پر بیٹھا تھا، جواب دیا۔

" اپنے اپنے کاغذات نکال کر جیبوں میں ڈال لو " ـــــ صفدر نے کہا اور جولیا نے پچھلی نشست پر رکھے ہوئے تھیلے سے شناختی کارڈ نما کاغذات نکالے اور ایک جیب میں ڈال کر باقی صفدر اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دیئے

چیکنگ پوسٹ پر کاروں، ٹرکوں اور بسوں کی طویل قطاریں لگی ہوئی تھیں صفدر نے بھی اپنی کار کاروں والی قطار کے آخر میں لگا دی۔ قطار آہستہ آہستہ آگے کھسکتی چلی گئی۔

جب ان سے آگے والی کار چیکنگ پوسٹ کراس کر گئی تو مسلح فوجی سپاہیوں نے صفدر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

صفدر نے ان کے قریب جا کر کار روک دی۔

" کاغذات " ـــــ ایک مسلح فوجی نے جس کے چہرے پر درشتی جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی، صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صفدر نے نہ صرف اپنے کاغذات آگے بڑھا دیئے بلکہ کیپٹن شکیل اور جولیا سے بھی کاغذات لے کر اس فوجی کو دے دیئے۔

مسلح فوجی نے کاغذات کو غور سے دیکھا پھر اس نے ان تینوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ پلک جھپکنے میں مسلح فوجیوں نے کار کو دونوں اطراف سے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔

" تم لوگ باہر آجاؤ ـــــ خبردار اگر غلط حرکت کی تو ـــــ " اسی مسلح فوجی نے سخت لہجے میں کہا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا ایک طویل سانس لے کر کار سے باہر نکل آئے۔

"اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو" ـــــ اسی مسلح فوجی نے انہیں حکم دیا۔

"مگر جناب ـــــ" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں ـــــ وہی کرو ـــــ تمہاری ہچکچاہٹ سے ہمارا شک یقین میں بھی بدل سکتا ہے" ـــــ مسلح فوجی نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

اور پھر ان تینوں نے چپ چاپ ہاتھ اٹھا کر اپنے اپنے سروں پر رکھ لیا

"کار ایک طرف لگا دو" ـــــ مسلح فوجی نے دوسرے کو حکم دیا اور پھر وہ ان تینوں کو دھکیلتا ہوا قریب کے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آیا جہاں تین مسلح فوجی پہلے سے ہی موجود تھے۔

"تمہارے دو ساتھی کہاں ہیں" ـــــ؟ مسلح فوجی نے کمرے داخل ہوتے ہی درشت لہجے میں کہا۔

"دو ساتھی! ـــــ آپ کیا کہہ رہے ہیں" ـــــ؟ صفدر نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"سنو! ـــــ مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو ـــــ ہمیں تمہارے متعلق اطلاع مل چکی ہے ـــــ تم پانچ افراد طالع کی کار میں کمبرگ سے فرار ہوئے تھے ـــــ طالع نے بڑی دیر بعد اور بے اندازہ تشدد کے بعد بتایا ـــــ چونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اس لئے اندازے کے مطابق یہاں چیک پوسٹ قائم کی گئی ـــــ اور تم سے حماقت یہ ہوئی کہ تم نے کار کی نمبر پلیٹ بھی نہیں بدلی ـــــ بہرحال اطلاع کے مطابق تم پانچ افراد تھے ـــــ اب تین ہو ـــــ باقی دو کہاں ہیں؟"

مسلح فوجی نے بڑے سکون آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ یقین کیجئے ـــــ" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

مگر اسی لمحے فوجی تیزی سے پیچھے ہٹا ـــــ "انہیں گولی مار دو ـــــ ہم خود ہی ان کے دو ساتھیوں کو ڈھونڈ لیں گے" ـــــ فوجی نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پانچ سٹین گنیں تیزی سے ان کی طرف تن گئیں۔

"ٹھہرو! ـــــ میں بتاتا ہوں" ـــــ صفدر نے تیزی سے کہا اور سٹین گنیں قدرے جھک گئیں۔

"وہ پل کے قریب قصبے میں اتر گئے تھے" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"پل کے پار والے قصبے میں ـــــ یا ـــــ پل سے پہلے والے قصبے میں" ـــــ؟ فوجی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پل کراس کرنے سے پہلے جو قصبہ آتا ہے" ـــــ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ہم دونوں قصبوں کو چیک کر لیں گے ـــــ فی الحال تم نے اپنی جانیں بچا لی ہیں" ـــــ فوجی نے کہا اور پھر انہیں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔

چند ہی لمحوں میں ان کی جیبوں سے اسلحہ نکال لیا گیا اور ان کے ہاتھ مضبوطی سے ان کی پشت پر باندھ دیئے گئے۔ پھر ایک لمبی چوڑی کار میں انہیں سوار کرا دیا گیا۔

کار کی پہلی نشست کے پیچھے یکے بعد دیگرے دو نشستیں تھیں۔ درمیانی نشست پر ان تینوں کو بٹھا دیا گیا اور آخری نشست پر مسلح فوجی بیٹھ گئے۔ اب ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وہی فوجی تھا جس نے انہیں

پھینک گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور فوجی بیٹھ گیا اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے تل ابیب کی طرف بڑھنے لگی۔

"تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو" — ؟ صفدر نے سوال کیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا مستقل طور پر خاموش تھے۔

"تل ابیب" — ڈرائیونگ کرنے والے فوجی نے مختصر سا جواب دیا۔ کار ہائی وے پر دوڑتی چلی گئی۔ اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا کار کی اندر کی لائیٹ بھی بند تھی۔

صفدر نے بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں سے لگے ہوئے بلیڈوں سے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسی کاٹی اور اپنے ہاتھ آزاد کر لئے۔ پھر اس نے مخصوص انداز میں کیپٹن شکیل کو کندھا مارا۔ جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی اسی انداز میں جواب دیا اور صفدر سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل بھی ہاتھ آزاد کرا چکا ہے۔ چند لمحوں بعد جولیا کی طرف سے بھی جواب مل گیا۔

کار میں اندھیرے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی حرکت سپاہیوں سے اوجھل رہی تھی اور پھر سپاہی بھی طویل سفر کے دوران ریوالور اٹھائے تھک چکے تھے اس لئے انہوں نے ریوالور اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے تھے۔ انہیں اطمینان تو تھا کہ قیدی بندھے ہوئے ہیں۔

پھر کار ایک قصبے سے گزرتی ہوئی جب آگے بڑھی تو سڑک کے دونوں اطراف میں دور دور تک سنسان میدان نظر آ رہا تھا۔ جو نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔

صفدر نے جو کافی دیر سے ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ مخصوص انداز میں قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کو کندھا مارا اور کیپٹن شکیل نے جولیا کو ہوشیار

دیا۔

"روکو — روکو — گاڑی روکو" — اچانک صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے — ؟ خاموش رہو" — فوجی ڈرائیور نے چونک کر جواب دیا۔

"مجھے پیشاب کی شدید حاجت ہو رہی ہے — ایک منٹ کے لئے گاڑی روک دو" — صفدر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے تکلیف کے مارے اس کی جان نکل رہی ہو۔

"اچھا ٹھیک ہے" — ڈرائیور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کار سڑک کے ایک کنارے پر روک دی۔

"اسے نیچے اتار کر لے جاؤ اور فارغ کرا لاؤ — جلدی کرو" — ڈرائیور نے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک فوجی سے کہا۔

اور اس فوجی نے اپنے قریب لگا ہوا ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ اس نے نیچے اتر کر صفدر کو بازو سے پکڑا اور نیچے اتارنے لگا۔ صفدر کے دونوں اسی انداز میں پیچھے کو مڑے ہوئے تھے جیسے اس کے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے ہوں۔

سپاہی نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے صفدر کا بازو تھاما ہوا تھا۔ سپاہی کی حرکات سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ بیٹھے بیٹھے وہ تھک گیا ہے اس لئے اس کا جسم بے حد ڈھیلا ہو رہا تھا۔

"ادھر پیچھے لے چلو — میں سب کے سامنے پیشاب نہیں کر سکتا" — صفدر نے کہا اور سپاہی سر ہلاتا ہوا اسے کار کے پیچھے لے گیا۔

جیسے ہی صفدر نے دیکھا کہ وہ اوٹ میں آگئے ہیں۔ صفدر نے بجلی کی
تیزی سے حرکت کی اور اس کا ایک ہاتھ سپاہی کے منہ پر جم گیا جبکہ اس نے
ہاتھ سپاہی کے ریوالور والے ہاتھ پر ڈالا اور اسے اس انداز سے مروڑا کر
اس کے سینے سے آلگا۔ صفدر نے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا او
کا ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اس کے جوتوں پر آگرا۔ ظاہر ہے اس
ریوالور گرنے کی آواز پیدا نہ ہوئی اور یہی صفدر چاہتا تھا۔

ریوالور نیچے گرتے ہی صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ سپاہی کے
سے نکالا اور پھر اس نے اس کی کنپٹی پر ایک مخصوص انداز میں ضرب لگائی
دوسرے لمحے سپاہی کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے اسے
لٹایا اور زمین پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔

"کہاں مر گئے ہو تم ——— جلدی آؤ" ——— اسی لمحے ڈرائیور کی آواز سا
دی جو اب کار سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔ دوسرے لمحے صفدر نے ریوالور کی نال
کی اور ایک دھماکے سے گولی سیدھی ڈرائیور کی دونوں آنکھوں کے درمیان گھ
چلی گئی اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح نیچے گرتا چلا گیا۔

دھماکہ ہوتے ہی کار کے اندر سے دھما چوکڑی کی آوازیں سنائی دیں اور صف
نے انتہائی پھرتی سے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور پھر پے در پے ٹریگر
دباتا چلا گیا۔ پچھلی سیٹ پر موجود دونوں سپاہی وہیں سیٹ پر ہی ڈھیر ہو گئے
——— ڈرائیونگ سیٹ کے قریب بیٹھا ہوا مسلح فوجی پہلے ہی ڈھیر
ہو چکا تھا کیونکہ دھماکہ ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی
گردن پر جوڈو کا وار کیا تھا اور ایک ہی وار میں اس کی گردن توڑ دی تھی۔ جبکہ
جولیا تیزی سے پیچھے مڑی تھی اور اس نے اچانک دھکا دے کر پیچھے بیٹھے ہوئے

ہیوں کو ایک دوسرے پر گرا دیا تھا۔
ادھر کیپٹن شکیل نے بھی مڑ کر ان میں سے ایک سپاہی کے منہ پر مکہ مارا۔
راس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے۔ صفدر کی فائرنگ نے ان دونوں کا کام تمام
دیا۔

یہاں سے فارغ ہو کر صفدر تیزی سے مڑا اور کار کے پیچھے زمین پر پڑے
ہے سپاہی کے سینے میں گولی اتار دی۔

اب وہ آزاد ہو چکے تھے۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے دونوں سپاہیوں کی لاشوں کو گھسیٹ کر کار سے
ہر پھینکا اور پھر اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن
یل نے اس دوران ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور پھر کار ایک جھٹکے سے
گے بڑھتی چلی گئی۔

آسمان پر بادلوں کی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی اور ہر طرف گھپ اندھیرے
راج تھا۔

پل سے تقریباً دو کلو میٹر دور عمران اور جوزف دریا کے کنارے موجود گھنی جھاڑیوں
ں چھپے بیٹھے تھے۔ ان کے جسموں پر سیاہ رنگ کے چست لباس موجود تھے۔ عمران

نے اپنی پشت پر ایک چھوٹا سا کینوس کا تھیلا باندھا ہوا تھا۔

"میری بات غور سے سنو جوزف!۔۔۔ تم یہیں رہو گے اور میں یہاں سے دریا میں تیرتا ہوا پل کے نیچے جاؤں گا اور وہاں ڈائنامیٹ فٹ کروں گا۔ اس کے بعد میں آگے نکل جاؤں گا تاکہ پل پر اور اس کے ارد گرد موجود نگران یہی سمجھیں کہ دریا میں کوئی چیز بہتی ہوئی جا رہی ہے۔۔۔ اگر میں واپس آیا تو پھر یقیناً میں ان کی نظروں میں آ جاؤں گا۔۔۔ دریا کے بہاؤ کی طرف آگے جا کر جب میں دریا سے باہر نکلوں گا تو ٹیچ فائر کروں گا۔۔۔ ٹیچ دیکھتے ہی تم اس مشین کا بٹن دبا دینا۔۔۔ اور پھر پل کی تباہی کے بعد ان کی نظروں سے بچ کر واپس ساراب کے پاس پہنچ جانا۔۔۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا"۔۔۔ عمران نے جوزف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس!۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مشین لے کر ہم دونوں اکٹھے جائیں اور دوسری طرف جا کر مشین کا بٹن آن کر دیں"۔۔۔ جوزف نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ دو ہونے کی وجہ سے ایک تو ہم نگرانوں کی نظروں میں آ جائیں گے۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ مشین بے حد نازک ہے۔۔۔ پانی میں خراب ہو سکتی ہے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"مگر باس!۔۔۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے تم اشارہ نہ دے سکو تو پھر تو میں ساری رات یہاں بیٹھا رہ جاؤں گا"۔۔۔ جوزف نے ایک اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں!۔۔۔ یہ بات واقعی ٹھیک ہے۔۔۔ نجانے کوئی افتاد ہی پڑ جائے۔ اچھا ایسا کرنا کہ اگر میری طرف سے تمہیں کوئی اشارہ نہ ملے تو اب سے ٹھیک

ایک گھنٹے بعد بٹن دبا دینا۔۔۔ او کے"۔۔۔ عمران نے مضبوط لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

دریا پوری طرح چڑھا ہوا تھا۔ مگر عمران بھلا ایسے دریا کو کہاں خاطر میں لاتا تھا۔۔۔ وہ پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا تیزی سے پل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کافی دور جا کر اس نے پانی سے سر باہر نکالا اور ایک طویل سانس لے کر دوبارہ غوطہ لگا دیا۔

اور پھر پانچویں بار جب اس نے پانی سے باہر سر نکالا تو پل بالکل قریب آ چکا تھا۔ پل اور اس کے آس پاس کا علاقہ سرچ لائٹوں سے پوری طرح منور تھا۔ حتیٰ کہ پل کے نیچے بھی سرچ لائٹیں اس انداز میں لگائی گئی تھیں کہ پل کے نیچے پانی تہہ تک روشن نظر آ رہا تھا۔

"ہوں۔۔۔ خاصا انتظام کر رکھا ہے انہوں نے"۔۔۔ عمران نے دل ہی دل میں سوچا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔ اس بار وہ پانی کے اندر تیزی سے تیرتا ہوا پل کے درمیانی ستون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد عمران پانی کے اس حصے میں آ گیا جو سرچ لائٹوں کی وجہ سے روشن تھا۔ مگر عمران نے پرواہ نہ کی اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

ستون کے بالکل قریب جا کر اس نے سر باہر نکالا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔ اور اب وہ ستون کی بنیاد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے کمر سے بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں سے ڈائنامیٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اس پیکٹ کے ساتھ ایک مخصوص قسم کی ٹیپ لگی ہوئی تھی۔

عمران نے پھرتی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور ڈائنامیٹ کو ستون سے چپکانے لگا۔۔۔ مگر جیسے ہی ٹیپ ستون کے ساتھ لگی۔ عمران کے ہاتھ کو ایک زبردست

جھٹکا لگا اور ڈائنامیٹ کا پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں جا گرا اور تیزی سے آگے بہنے لگا۔

شفاف پانی کی وجہ سے پیکٹ عمران کو نظر آ رہا تھا۔ عمران نے تیزی سے غوطہ لگایا اور پھر چند ہی لمحوں میں اس نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ستونوں کو الیکٹرو گرام کر دیا گیا ہے تاکہ ستون کے ساتھ کوئی چیز نہ لگائی جا سکے۔

عمران نے پیکٹ پکڑا اور پھر مڑ کر واپس ستون کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ الیکٹرو گرام سسٹم کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ جلد ہی وہ اسے ناکارہ کر دے گا۔

مگر ابھی وہ ستون کے قریب پہنچا تھا کہ پل کے دونوں اطراف سے اسے چھپاکے سے سنائی دیئے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ دونوں اطراف سے اسے دو دو آدمی تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں پانی میں چلنے والے مخصوص ریوالور موجود تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا ہوا چھوٹا سا بم بہاؤ کی طرف سے آنے والوں کی طرف اچھال دیا۔

دوسری طرف سے آنے والے ابھی ستون کی اوٹ میں تھے اس لئے عمران ان کی زد سے بچا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا چھوٹا سا بم ایک لمحے میں پھٹ گیا اور دونوں افراد کے پرخچے اڑ گئے۔

عمران پھرتی سے مڑا اور اس نے دوسرا بم ادھر اچھال دیا جدھر باقی دو افراد موجود تھے۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور وہ دونوں بھی پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہوگئے۔ عمران کی بے پناہ پھرتی کام آ گئی تھی۔ دونوں اطراف سے اس پر فائر نہ کیا گیا تھا۔ شاید وہ اسے زندہ پکڑنا چاہتے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ڈبے کا سرا ستون سے لگا دیا۔ دوسرے لمحے ایک زبردست چھپاکا سا ہوا۔ جیسے بجلی کوندی ہو۔ اور اسی لمحے عمران نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈائنامیٹ کی ٹیپ تیزی سے ستون سے چپکا دی۔ اس بار اس کے ہاتھ کو جھٹکا نہ لگا۔ ڈائنامیٹ ستون سے لگا کر وہ تیزی سے مڑا اور پھر آگے کی طرف بڑھنے لگا۔

پل خاصی چوڑی تھی اس لئے عمران ابھی پل کے نیچے ہی تھا کہ اس نے دور پانی میں سائے لہراتے دیکھے اور عمران یکدم ٹھٹھک گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پل کے اوپر مسلح لوگ موجود ہیں اور جیسے ہی عمران ان کے سامنے ہوگا وہ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ کیونکہ پل کے نیچے لگی ہوئی سرچ لائٹوں کی روشنی نے پانی کو دور دور تک روشن کر رکھا تھا۔

عمران تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے پل کے نیچے ہی نیچے تیرتے ہوئے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

دوسرے ستون کے قریب پہنچنے سے پہلے عمران ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور موجود تھا۔

عمران نے پھرتی سے ریوالور کا رخ سرچ لائٹوں کی طرف کیا اور پھر وہ پے در پے ٹریگر دباتا چلا گیا۔ تین زبردست دھماکوں کے بعد سرچ لائٹیں بجھ گئیں۔ اب ان دونوں ستونوں کے درمیان گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

مگر اسی لمحے پل کی دونوں اطراف سے جیسے گولیوں کی بارش شروع ہوگئی

وہ دونوں ستونوں کے درمیان ایک ایک انچ پر سٹین گنوں کی گولیاں برس رہے تھے۔

عمران تیزی سے دوسرے ستون کی طرف اور پھر اس نے پھرتی سے جیب سے وہی ڈبہ دوبارہ نکالا اور دوسرے لمحے ستون کے ساتھ بجلی کا کوندا سا لپکا۔ عمران نے ڈبہ جیب میں ڈالا اور پھر اس نے اچھل کر ستون کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ دیئے۔ گولیاں ابھی تک چلائی جا رہی تھیں۔ مگر عمران ان سے بے نیاز تیزی سے ستون کے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ پل کے ستونوں کے اوپر لگے ہوئے جنگلے میں ہوتا ہوا سڑک کی طرف بڑھے۔

اتنی دیر میں وہاں ایسی سرچ لائٹیں لگا دی گئی تھیں جو بلٹ پروف تھیں اور ان کی وجہ سے دوبارہ پانی روشن ہو چکا تھا۔

عمران جلد ہی پل کے نچلے جنگلے میں پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی نظریں بے اختیار ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی پر پڑ گئیں۔ جوزف سے جدا ہوئے اسے پچاس منٹ ہو چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے پاس صرف دس منٹ باقی تھے۔ دس منٹ بعد جوزف نے بٹن دبا دینا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ پھٹ جاتا اور پورے پل کے پرخچے اڑ جاتے۔

مگر پل کی لمبائی بے حد طویل تھی اور عمران جتنی بھی کوشش کرتا، صرف دس منٹ میں وہ پل کے کنارے تک نہ پہنچ سکتا تھا اور پھر ظاہر ہے کہ آہنی پل کے ملبے میں اس کی لاش کے ٹکڑے بھی دستیاب نہ ہو سکتے تھے۔

عمران نے اضطراب میں سر کو جھٹکا اور پھر پل کا جنگلا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ اس سے لٹک گیا۔ اور پھر تیزی سے آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک

ہاتھ سے جنگلے کو پکڑتا اور دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر جنگلے کو پکڑ لیتا اور پھر پچھلا ہاتھ بڑھا کر اس سے آگے ——— مگر ظاہر ہے کہ اس طرح لٹکے لٹکے آگے بڑھنے کی رفتار بے حد سست تھی اور عمران کو یقین تھا کہ اگلے ستون تک پہنچنے سے پہلے پہلے دس منٹ گزر جائیں گے۔

اسی لمحے اسے پانی میں چھپاکے سے محسوس ہوتے اور وہ وہیں رک گیا۔ اس نے اپنے جسم کو سکیڑا اور اب وہ پیٹ کے بل جنگلے کے آہنی راڈ پر لیٹ گیا۔ اس کی تیز نظروں کے سامنے پل کا وہ ستون تھا جس سے ڈائنامیٹ چپکا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ چار غوطہ خور انتہائی تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں اور عمران سمجھ گیا کہ وہ ڈائنامیٹ علیحدہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ عمران نے تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے پے در پے ٹریگر دبا دیا۔ وہ چاروں پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران کے بے خطا نشانے نے انہیں لاشوں میں تبدیل کر دیا تھا اور وہ پانی میں تیرتے ہوئے بہاؤ کے رخ بڑھتے چلے گئے۔

عمران نے وقتی طور پر ڈائنامیٹ کو تو بچا لیا تھا۔ مگر ظاہر ہے اب اس کے پاس صرف چھ منٹ باقی رہ گئے تھے اور ان چھ منٹوں میں وہ پل سے دور نہ جا سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پل کے اوپر دونوں اطراف مسلح فوجی موجود ہیں۔ جیسے ہی وہ پل کے نیچے سے نکلا اس پر گولیوں کی بارش کر دی جائے گی اور موت یقینی تھی۔

ادھر وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ ڈائنامیٹ پھٹنے کے بعد بھی اس کی موت ناگزیر تھی۔ وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ موت بہرحال ہر طرف سے یقینی تھی۔ ایک صورت میں پل کے پرخچے اڑنے سے اور دوسری صورت میں

گولیوں کا شکار ہو کر۔

گھڑی کی سوئی تیزی سے چکر پر چکر پورے کئے چلی جا رہی تھی، اور اب صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔

اسی لمحے پل پر سے چار اور غوطہ خور نیچے کود ے۔ مگر عمران کے ریوالور نے انہیں بھی شکار کر لیا۔

اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ہر طرف گھمبیر خاموشی طاری تھی۔ اور اب عمران ذہنی طور پر مرنے کے لئے تیار ہو گیا —— بہرحال اُسے اطمینان تھا کہ وہ اپنا مشن مکمل کر کے ہی مرے گا۔ اُسے شائد یہ توقع نہیں تھی کہ پل کی حفاظت کے لئے اتنا زبردست انتظام کیا گیا ہو گا۔ ورنہ ظاہر ہے وہ کوئی اور پلان بناتا۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ موت کے پنجے میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سکینڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی —— اور عمران چاہنے کے باوجود اُسے روک نہ سکتا تھا۔

کیپٹن شکیل کار اُڑائے لئے جا رہا تھا۔ ابھی تک کسی نے کوئی بات نہ کی تھی۔ اور کار میں عجیب سی خاموشی طاری تھی۔

" میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کار سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے —— چھٹکارا پا لینا چاہیئے" —— جولیا نے اچانک خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

" یہاں سے بیس کلو میٹر دور ایک قصبہ ہے —— جہاں سے ہمیں تل ابیب کے لئے ٹرین مل سکتی ہے" —— صفدر نے کہا۔

" ہاں! —— یہ ٹھیک ہے —— سڑک کی نسبت ٹرین کا سفر محفوظ رہے گا" —— کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں قصبے کے آثار نظر آنے لگے۔ کیپٹن شکیل نے قصبے کی آبادی شروع ہوتے ہی کار کو ایک تنگ سی گلی میں موڑا اور پھر اُسے روکتے ہوئے نیچے اتر آیا۔ صفدر اور جولیا نے بھی نیچے اترنے میں دیر نہ لگائی۔

" آؤ نکل چلیں —— کسی بھی لمحے یہ سرکاری کار چیک ہو سکتی ہے" —— صفدر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں گلی میں سے نکل کر دوبارہ سڑک پر آگئے۔ صفدر نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک عرب سے ریلوے اسٹیشن کا پتہ پوچھا اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ انکوائری سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ تل ابیب جانے والی ایکسپریس گاڑی تقریباً آدھے گھنٹے تک پہنچنے والی ہے۔

صفدر نے تل ابیب کے تین ٹکٹ لئے اور پھر وہ تینوں ٹہلتے ہوئے اسٹیشن پر وقت گزارنے لگے۔

اسٹیشن پر مسافر نہ ہونے کے برابر تھے۔ مگر آہستہ آہستہ مسافروں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور پھر جس وقت گاڑی آئی تو اسٹیشن پر اچھا خاصا ہجوم ہو چکا تھا۔

فرسٹ کلاس کے ڈبے میں داخل ہو کر انہوں نے تین سیٹوں والے ایک کوپے پر قبضہ جما لیا۔ اور پھر کوپے کا دروازہ بند کر کے صفدر اور کیپٹن شکیل کھڑکیوں کے ساتھ جم کر بیٹھ گئے۔ جب کہ جولیا غسل خانے میں چلی گئی۔

گاڑی سے اترنے والے مسافر تیزی سے غائب ہوتے جا رہے تھے۔ اور پھر گارڈ نے گاڑی چلنے کی وسل بجائی کہ اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اسٹیشن کے گیٹ سے تین مسلح آدمی گاڑی کی طرف لپکے۔ انہوں نے جی۔ پی۔ فائیو کی مخصوص وردیاں پہنی ہوئی تھیں اور ان کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک قوی ہیکل نوجوان آگے آگے تھا۔ وہ تیر کی طرح گارڈ کی طرف بڑھا۔ اور پھر چند لمحے گفتگو کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو گاڑی میں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی تیزی سے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی اب آہستہ آہستہ رینگنے لگی تھی۔

"ہمیں چیک کر لیا گیا ہے" ——— صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ——— مجھے بھی محسوس یہی ہوتا ہے ——— اب وہ ساری ٹرین کو چیک کریں گے اور یقیناً ہم چوہوں کی طرح پکڑے جائیں گے" ——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے حلیئے تبدیل کر لیں" ——— صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ حلیوں کی تفصیل کی بجائے انہیں کپڑوں کی تفصیل کا علم ہو اور دوسرے کپڑے ہمارے پاس نہیں ہیں" ——— کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا کیا جائے ——— ؟" صفدر نے کہا۔

اسی لمحے جولیا غسل خانے سے باہر آگئی۔ اور جب اسے الجھن کا علم ہوا تو اس کی پیشانی پر بھی شکنیں پھیل گئیں۔

"یوں کریں کہ ہم تینوں ایک جگہ اکٹھے ہونے کی بجائے گاڑی میں پھیل جائیں۔ اس طرح شاید وہ ہمیں چیک نہ کر سکیں" ——— جولیا نے تجویز پیش کی۔

"اوہ ——— یہ ٹھیک ہے ——— جولیا تم یہیں رہو ——— ہم دوسرے کوپوں میں چلے جاتے ہیں" ——— صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

باہر ایک طویل مگر تنگ سی راہداری تھی جس میں کوپوں کے دروازے تھے۔ تقریباً تمام کوپے بھرے ہوئے تھے۔

ابھی انہوں نے چند ہی کوپے چیک کئے تھے کہ راہداری کے آخر میں موجود

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور جی. پی. فائیو کے وہی مسلح افراد ایک قطار کی صورت میں اندر داخل ہوئے۔ سب سے آگے ان کا وہی انچارج تھا جس نے گارڈ سے گفتگو کی تھی۔

صفدر انہیں دیکھتے ہی یوں آگے بڑھا جیسے وہ کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر جا رہا ہو۔

"مسٹر" ——— اچانک انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اُسے روک لیا۔

کیپٹن شکیل نے جو صفدر کے پیچھے تھا. کنی کترا کر نکلنا چاہا۔ مگر انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اُسے بھی روک لیا۔

"جی فرمائیے" ——— ؟ صفدر اور کیپٹن شکیل نے بیک وقت انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں" ——— ؟ انچارج نے گہری نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم کسی اور کمپارٹمنٹ میں جگہ ڈھونڈنے جا رہے ہیں" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"تو کیا اس کمپارٹمنٹ میں کوئی کوپے خالی نہیں ہے" ——— ؟ انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ایک کوپے خالی ہے ——— مگر اس پر ایک خاتون نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اور وہ ہمیں اپنے پاس جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے" ——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ ——— اکیلی عورت ——— ٹھیک ہے ——— ہمارے ساتھ آؤ ——— میں اس خاتون سے خود بات کرتا ہوں" ——— انچارج نے قدرے طنزیہ لہجے میں

کہا۔ اور اب صفدر اور کیپٹن شکیل کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ ان کے آگے آگے چلتے ہوئے جولیا کے پاس پہنچیں۔ ان کے اعصاب تن گئے تھے کیونکہ انچارج کے آخری جملے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مشکوک ہو گیا ہے۔

چند ہی لمحوں بعد صفدر جولیا کے کوپے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ سامنے جولیا کھڑی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہوئے مگر دوسرے لمحے اس نے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"کیا بات ہے" ——— جولیا نے بڑے روکھے لہجے میں پوچھا۔

"خاتون ——— ہمیں اندر آنے دیں ——— وہیں بات کرتے ہیں" ——— انچارج نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنے سامنے کھڑے کیپٹن شکیل کو دونوں ہاتھوں سے دھکیل دیا۔

کیپٹن شکیل اچانک دھکا لگنے سے صفدر سے ٹکرایا اور صفدر جولیا کو لئے کوپے میں جا کھڑا ہوا۔

انچارج نے اپنا دباؤ جاری رکھا اور پھر وہ بھی ان کے ساتھ کوپے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دو مسلح سپاہی دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

"آخر تمہارا مقصد کیا ہے" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں پلٹ کر انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مقصد بھی ابھی پتہ چل جاتا ہے" ——— انچارج نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"اپنے ہاتھ اٹھا دو ——— خبردار! ——— اگر کوئی غلط حرکت کی" ——— انچارج نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ زیادتی ہے ——— تم اس طرح شریف شہریوں کو پریشان نہیں کر سکتے" صفدر نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو ——— اور خاتون تم بھی۔ ورنہ ———" انچارج نے سرد لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے صفدر نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور پھر انہوں نے آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اٹھانے شروع کر دیئے۔

مگر ابھی ان کے ہاتھ آدھے ہی اٹھے تھے کہ اچانک کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے انچارج کے ریوالور والے ہاتھ پر ضرب لگائی اور تقریباً اسی لمحے صفدر نے اسے دوسرے بازو سے پکڑ کر غسل خانے کے دروازے کی طرف گھسیٹ لیا۔ جولیا دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے پھرتی سے لات ماری اور کوپے کا دروازہ بند ہو گیا۔ جولیا نے انتہائی پھرتی سے چٹخنی لگا دی۔ یہ سب کچھ بس پلک جھپکنے میں ہو گیا اور اس سے پہلے کہ انچارج کے باہر کھڑے ساتھی کچھ سمجھتے دروازہ بند ہو چکا تھا اور انچارج صفدر کے طاقتور ہاتھوں میں پھنسا کسی چڑیا کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

"دروازہ کھولو" ——— باہر سے تیز دستکوں کے ساتھ وحشت بھری آواز سنائی دی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ آرام سے کھڑے ہو جائیں ——— یہاں سب ٹھیک ہے" ——— صفدر نے انچارج کی گردن پر بازو کا دباؤ ڈالتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"سب ٹھیک ہے ——— آرام سے ٹھہرو" ——— انچارج نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا اور دروازے پر پڑنے والی دستکیں خاموش ہو گئیں۔

صفدر انچارج کو گھسیٹتا ہوا غسل خانے میں لے گیا۔

"تت ——— تم ———" انچارج نے بھینچے بھینچے لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے صفدر نے پوری قوت سے بازو کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور انچارج کی گردن کی ہڈی ایک جھٹکے سے تڑاخ کی آواز نکال کر ٹوٹ گئی اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ جسم بھی ڈھیلا ہو گیا۔

صفدر نے بڑی پھرتی سے انچارج کی وردی اتاری اور پھر اسے اپنے کپڑوں پر ہی پہن لیا۔ کپڑے اس کے جسم پر فٹ تھے۔ اس نے انچارج کا قد و قامت دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔ وردی پہن کر اس نے ٹوپی پہنی اور اس کا بالائی سرا آنکھوں تک جھکا لیا۔

"تم ———" کیپٹن شکیل نے اسے غسل خانے کے دروازے سے نکلتے دیکھ کر کچھ کہنا چاہا۔ مگر صفدر نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ اور پھر آنکھ کے اشارے سے انہیں خبردار کر دیا۔

دوسرے لمحے صفدر نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے اپنا رخ تیزی سے دائیں طرف موڑ لیا تھا کیونکہ اس کے تینوں ساتھی دروازے کے بائیں طرف کھڑے تھے۔

"آؤ میرے پیچھے ——— یہ لوگ صحیح ہیں" ——— صفدر نے انچارج کے لہجے میں کہا اور پھر انچارج کی طرح قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"مگر آپ کی مشین گن" ——— ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی اور صفدر ٹھٹھک گیا۔ جلدی میں وہ انچارج کی مشین گن

اٹھانا بھول گیا تھا۔

اب فیصلہ کُن گھڑی آ پہنچی تھی اس لئے اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔ دوسرے لمحے اس کے ریوالور نے شعلے اگلے اور دو سپاہی سینوں پر ہاتھ رکھ کر راہداری میں ہی ڈھیر ہو گئے۔ جبکہ تیسرے نے بڑی پھرتی سے مشین گن کاندھے سے اتارنی چاہی۔ مگر صفدر نے ایک اور فائر کیا اور تیسرا بھی نیچے آ گرا۔

صفدر لاشیں پھلانگتا ہوا کوپے کی طرف بڑھا، مگر اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کیپٹن شکیل اور جولیا دروازے میں آ گئے۔ فائرنگ کی آواز نے انہیں باہر کھینچ لیا تھا۔

"میرے پیچھے آؤ جلدی" ____ صفدر نے کہا۔

اسی لمحے باقی کوپوں کے دروازے بھی یکے بعد دیگرے کھلنے لگے۔ مگر اتنی دیر میں وہ تینوں راہداری کے اختتام پر بنے ہوئے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ صفدر آگے آگے تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر وہ دوسرے ڈبے میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا بھی اس کے پیچھے تھے۔

"اب ہمارا بچنا محال ہے" ____ جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا، مگر وہ تیزی سے راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔

اور پھر جب انہوں نے دوسرے ڈبے کی راہداری کا اختتامی دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر ٹھٹھک گئے کہ یہ پہلا ڈبہ تھا۔ اس سے آگے انجن تھا۔

"آؤ میرے پیچھے" ____ صفدر نے ایک لمحے کے بعد فیصلہ کُن لہجے میں کہا اور تیزی سے چھلانگ لگا کر وہ ڈیزل انجن کی سائیڈ پر پہنچ گیا۔ ٹرین خاصی تیز رفتار سے جا رہی تھی۔ اس لئے اس کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا مگر صفدر نے ایک ہینڈل کو تھام لیا۔ آگے ہینڈل انجن تک چلے گئے تھے۔ شائد یہ سفر کے دوران چیکنگ کے لئے بنائے گئے تھے

صفدر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی اس کی پیروی کی۔ ہوا کا زبردست دباؤ ان کے پیر اکھاڑ رہا تھا مگر وہ ظاہر ہے عام آدمیوں جیسے تو نہ تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے ہینڈلوں کو پکڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

"سنو ____ میں انجن میں جا کر گاڑی رکوانے کی کوشش کرتا ہوں ____ جیسے ہی گاڑی کی سپیڈ کم ہو ____ تم لوگ نیچے اتر جانا" ____ صفدر نے قریب موجود کیپٹن شکیل سے کہا اور ہوا کے شور کی وجہ سے اس کی آواز خاصی بلند تھی۔ اور پھر صفدر تیزی سے آگے بڑھ کر انجن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

"ہیلو ____ دروازہ کھولو ____ جی۔ پی۔ فائیو" ____ صفدر نے چیخ کر کھڑکی میں سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

انجن ڈرائیور نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے۔ مگر دوسرے لمحے اُسے جی۔ پی۔ فائیو کا خیال آیا اور اس نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا اور صفدر اچک کر اندر داخل ہو گیا۔ انجن کے اندر ڈرائیور کے ساتھ ایک اسسٹنٹ موجود تھا۔ وہ دونوں حیرت سے صفدر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دوسرے لمحے صفدر نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈرائیور اور اس کا اسسٹنٹ کچھ سمجھتے، صفدر کے ریوالور سے شعلے نکلے اور گولیاں ان دونوں کو چاٹ گئیں اور وہ دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔ چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد جب وہ بے حس و حرکت ہو گئے تو صفدر نے

دروازہ کھولا اور پھر سر باہر نکال کر چیخ کر کیپٹن شکیل اور جولیا کو اندر آنے کے لئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا انجن میں پہنچ گئے۔

صفدر نے اس دوران ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کی لاشیں اٹھا کر چلتی ہوئی گاڑی سے باہر پھینک دیں۔ پھر اس نے جی۔ پی۔ فائیو کی وردی اتاری اور اسے بھی باہر پھینک دیا۔

آٹومیٹک انجن انتہائی تیز رفتاری سے چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"میں سپیڈ کم کرتا ہوں — تم لوگ نیچے اتر جانا" — صفدر نے انجن کے آپریشن بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم —؟" کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میں بھی سپیڈ تیز کر کے نیچے آجاؤں گا" — صفدر نے جواب دیا۔

"نہیں! — اس طرح گاڑی تباہ ہو جائے گی — اور ہزاروں افراد مر جائیں گے — یہ ظلم ہے" — جولیا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"مجرم اتنے رحمدل نہیں ہوتے جولیا — ہمیں زیادہ سے زیادہ حکومت کو نقصان پہنچانا ہے — اس لئے گاڑی کا یہ حادثہ ہمارے مقصد کو پورا کر دیگا" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں صفدر! — یہ واقعی ظلم ہوگا — ہم اس ملک میں مجرم ضرور ہیں مگر ہزاروں بے گناہوں کی ہلاکت ظلم ہوگی" — کیپٹن شکیل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے — جیسا تم کہو" — صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رفتار کم کرنا شروع کر دی۔ آپریشن ٹائل پہ موجود ہدایات اس کی رہنمائی

کر رہی تھیں۔

پھر جیسے ہی گاڑی کی رفتار اتنی ہلکی ہو گئی کہ وہ نیچے اتر سکیں۔ صفدر نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے دروازہ کھول کر ہینڈل کو پکڑ کر باہر نکلے اور پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ گاڑی کی رفتار میں خاصی کمی اور پھر ان کے چھلانگیں لگانے کے ماہرانہ انداز کی وجہ سے جیسے ہی ان کے پیر زمین پر لگے وہ چند قدم آگے دوڑتے چلے گئے اور پھر رک گئے۔ اتنے میں انجن ان سے آگے بڑھ چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جولیا کا بازو تھاما اور پھر انہوں نے ریلوے لائن کے ساتھ بڑی بڑی جھاڑیوں کے پیچھے چھلانگیں لگا دیں تاکہ ڈبوں کی کھڑکیوں سے انہیں کوئی دیکھ نہ سکے۔

انجن اب ان سے خاصا آگے جا چکا تھا اور پھر گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ان کے سامنے سے گزر کر تیزی سے آگے بڑھ گئی اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"صفدر" — کیپٹن شکیل نے چیخ کر کہا۔

"ٹھیک ہے — ادھر آجاؤ" — ان سے بیس فٹ دور صفدر کی آواز سنائی دی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگے چند لمحوں بعد ہی وہ صفدر کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا ہوا —؟ گاڑی بغیر ڈرائیور کے ہی —" کیپٹن شکیل نے کسی خدشے کی بنا پر پوچھا۔

"فکر مت کرو — میں اتنا ظالم نہیں ہوں — میں نے آٹومیٹک کنٹرول سیٹ کر دیا ہے — اگلا اسٹیشن کم سے کم یہاں سے سو کلومیٹر دور ہوگا۔ اور

گاڑی کا انجن سو کلو میٹر سے پہلے ہی بند ہو جائے گا ـــــ ظاہر ہے گاڑی اسٹیشن کے قریب جا کر خود بخود رک جائے گی ـــــ اس طرح حادثہ نہ ہو گا ـــــ اگر ایسا نہ کرتا تو گاڑی یہاں سے کچھ دُور ہی جا کر کھڑی ہو جاتی اور پھر ہم نظروں میں آ سکتے تھے" ـــــ صفدر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے کہا اور ان دونوں نے بھی سر ہلا دیا۔

"ہاں بال بچے ہیں ورنہ ـــــ" جولیا نے کہا۔

"ہاں! ـــــ اب آؤ ـــــ جلدی سے یہاں سے نکل چلیں" ـــــ صفدر نے کہا اور پھر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ریلوے لائن کی مخالف سمت میں بڑھنے لگے یہ ایک طویل و عریض میدان تھا جس میں ہر طرف جنگلی جھاڑیاں موجود تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد انہیں دُور سے کچھ روشنیاں نظر آئیں۔

"شاید یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں! ـــــ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" ـــــ جولیا نے جواب دیا۔

اور پھر آہستہ آہستہ وہ روشنیوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہ واقعی ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ جس کے چند مکانوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ اور پھر انہیں ایک پکے مکان کے باہر ایک کار کھڑی نظر آ گئی۔ اس مکان میں تاریکی چھائی ہوئی تھی صفدر تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

"اسے دھکیل کر دُور لے چلتے ہیں ـــــ اگر یہاں سٹارٹ کی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی جاگ پڑے" ـــــ صفدر نے کہا۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے کار کو دھکیلا اور پھر تھوڑی دُور جا کر صفدر نے تاروں کی مدد سے کار کا انجن سٹارٹ کیا اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا کار میں سوار ہو گئے چند لمحوں بعد وہ کار میں سوار انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر پہنچے اور ہائی وے پر آگے بڑھتے چلے گئے۔

"ٹرین ہمیں راس نہیں آئی" ـــــ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ حالانکہ ہم نے سوچا تھا کہ ٹرین میں ہم محفوظ رہیں گے۔ مگر ـــــ" کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ اتنی جلدی ہمارا پتہ انہوں نے کیسے معلوم کر لیا" ـــــ؟ جولیا نے کہا۔

"خاصے مستعد لوگ معلوم ہوتے ہیں" ـــــ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور دوسرے بھی بے اختیار ہنس پڑے

ابھی وہ ہائی وے پر تقریباً دس بارہ کلو میٹر دُور گئے تھے کہ اچانک سامنے سے پولیس کی ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔ اس کی چھت پر سُرخ لائیٹ تیزی سے گھوم رہی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد گاڑی انہیں کراس کرتی ہوئی گزر گئی۔ مگر چند ہی قدم آگے بڑھ کر اچانک اُسے بریک لگے اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑی اور دوسرے لمحے اس کا سائرن بُری طرح چیخنے لگا۔

"انہیں ہم پر کیا شک ہوا ہے" ـــــ؟ صفدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا معلوم ـــــ بہرحال دیکھ لیتے ہیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ اور پھر پولیس گاڑی نے ان کے قریب آ کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور صفدر نے گاڑی ایک طرف روک دی۔

پولیس کی گاڑی رکی اور پھر اس میں سے دو آدمی ہاتھوں میں ریوالور لئے

تیزی سے باہر نکلے۔ ان میں سے ایک گھوم کر کیپٹن شکیل کی طرف مڑ گیا جبکہ
سیدھا صفدر کی طرف آیا۔

" آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں "____ ؟ سپاہی نے قریب آکر کرخت
میں پوچھا۔

" زاکاریہ سے آرہے ہیں "____ صفدر نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب
ہوئے کہا۔

سپاہی نے تیز نظروں سے کار کے اندر دیکھا اور پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

" ٹھیک ہے ____ آپ جاسکتے ہیں "____ سپاہی نے کہا اور پھر اس
اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور واپس مڑ کر تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑ

چند لمحوں بعد پولیس کی گاڑی مڑی اور پھر ان کے قریب سے گزرتی ہوئی
کی مخالف سمت بڑھتی چلی گئی۔

" میرا خیال ہے کہ معمول کی چیکنگ ہوگی "____ صفدر نے طویل سانس
لیتے ہوئے کہا

اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔

صفدر نے گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر انہوں نے بیس کلو میٹر کا فا
بڑے اطمینان سے طے کیا۔

مگر دوسرے لمحے صفدر چونک پڑا۔ کیونکہ اچانک سڑک پر تیز روشنی پھیلتی
چلی گئی۔ اور اسی لمحے ان کے عقب میں بھی کسی کار کی بتیاں جل اٹھیں۔ ان
تھوڑے فاصلے پر پولیس کی دو گاڑیاں ترچھی ہو کر سڑک پر کھڑی تھیں اور ایک
کار پر سرچ لائٹ لگی ہوئی تھی جس کی تیز روشنی نے سڑک کو روشن کر دیا تھا
کاروں کے قریب بارہ کے قریب مسلح سپاہی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے چوکنے ا

میں کھڑے تھے۔

صفدر نے ہونٹ بھینچ لئے۔ بیک مرر میں اُسے اپنے پیچھے بھی پولیس کی گاڑی
آتی دکھائی دے رہی تھی۔

" کیا خیال ہے "____ ؟ صفدر نے قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہمت کرو ____ آگے اللہ مالک ہے "____ کیپٹن شکیل نے بھی بھینچے ہوئے
لہجے میں کہا۔

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے وہ کسی نتیجے تک پہنچ گیا ہو۔

جوزف نے عمران کے دریا میں کودتے ہی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی
دیکھی اور پھر وہ عمران کو تیزی سے دریا میں غوطہ کھا کر غائب ہوتے دیکھتا رہا۔
دور اندھیرے میں پل کا عظیم ہیولا نظر آرہا تھا۔ پل کے آس پاس روشنی کی وجہ
سے اتنے گھپ اندھیرے میں بھی پل کا ہیولا اتنی دور سے نظر آرہا تھا۔

جوزف کا اندازہ تھا کہ آدھے گھنٹے میں عمران پل تک پہنچ جائے گا اور پھر
ڈائنامائیٹ وہاں فٹ کر کے اسے مزید آدھ گھنٹہ پل سے گزر کر محفوظ جگہ تک
پہنچنے میں لگ جائے گا۔ اس لحاظ سے ایک گھنٹے کا وقفہ کافی تھا۔

وہ جھاڑی میں چھپا خاموشی سے پل کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ گھڑی کی طرف بھی دیکھ لیتا۔ وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر ایک گھنٹہ گزرنے میں پندرہ منٹ باقی رہتے تھے کہ جوزف کو پل کی طرف سے فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ فاصلہ کافی ہونے کی وجہ سے فائرنگ کی آوازیں کافی ہلکی سنائی دے رہی تھیں۔ مگر فائرنگ کے تواتر سے جوزف کو اندازہ ہو رہا تھا کہ فائرنگ سٹین گنوں سے اور کافی تعداد میں ہو رہی ہے۔

جوزف فائرنگ کی آوازیں سن کر الجھ گیا۔ کیونکہ وقت کے لحاظ سے عمران کو پل سے کافی دور پہنچ جانا چاہئے تھا۔ مگر پل پر ہونے والی فائرنگ سے تو صاف ظاہر تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ——— یا ——— پل کے پاس موجود ہے۔ اب جوزف سوچ رہا تھا کہ اگر بریخ نائر دکھائی نہ دیا تو کیا وہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد مشین کا بٹن دبا دے؟

جوزف کا دماغ تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا کہ کیا وہ اندھا دھند بٹن دبا دے ——— یا ——— نہ دبائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے وقت پر بٹن نہ دبایا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران کا مشن ہی ناکام ہو جائے۔ اس نے بے قراری سے گھڑی دیکھی۔ ابھی ایک گھنٹہ گزرنے میں تیرہ منٹ باقی تھے۔

وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں وقفے وقفے سے اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

پھر اچانک جوزف نے ایک فیصلہ کر لیا کہ وہ مشین سمیت پل کی طرف بھاگنا شروع کر دے۔ جس قدر نزدیک ہو کر وہ صورت حال کو دیکھ سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے مشین اٹھا کر جیب میں ڈالی اور پھر جھاڑیوں میں ہی تیزی سے دریا کے کنارے کنارے ہوتا ہوا پل کی طرف بھاگنے لگا۔ گو اس طرح اُسے

دیکھ لئے جانے کا شدید خطرہ تھا کیونکہ دریا کے کناروں پر یقیناً نگران چھپے ہوئے ہوں گے۔ مگر ہونے والی فائرنگ سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ہی پھنسا ہوا ہے۔

جوزف نے حتی الوسع اپنی رفتار بے حد تیز رکھی اور پھر تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک اُسے کنارے کے قریب روشنی نظر آئی۔ ایک شعلہ سا لپکا تھا اور اس کے فوراً بعد ایک ننھا سا جگنو چمکنے لگا تھا۔ جوزف ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کسی نے سگریٹ سلگایا تھا اور سگریٹ کی روشنی اس سے تھوڑی ہی دور تھی، وہ ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اب آگے جانا نہ صرف اپنی جان کے لئے مخدوش تھا بلکہ اگر نگرانوں نے وہ مشین چھین لی تو مشن بھی ناکام ہو سکتا تھا۔

اس نے جلدی سے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹہ گزرنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے اور اس بات کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ وہ پانچ منٹوں میں پل کے قریب جا کر اپنی آنکھوں سے صورت حال کو دیکھ کر اقدام کر سکے۔

اسی لمحے اُسے عمران کی یہ ہدایت یاد آ گئی کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس نے مشین کا بٹن دبا دینا ہے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ عمران اپنی ہدایات پر سختی سے عمل کرانے کا عادی ہے جب کہ پل پر فائرنگ بدستور جاری تھی۔ آخر اس نے یہی سوچا کہ مقررہ وقت سے پانچ منٹ بعد وہ مشین کا بٹن دبا دے گا پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اگر پانچ منٹ کی دیر ہونے پر عمران نے اس سے جواب طلب کیا تو وہ گھڑی کے اچانک بند ہو جانے کا بہانہ کر دیگا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں جب مقررہ وقت ختم ہونے میں صرف دس سیکنڈ باقی رہ گئے تو ایک لمحے کے لئے

جوزف کو خیال آیا کہ وہ مشین کا بٹن دبا دے۔ مگر پھر اس نے اپنے سر کو جھٹک دیا۔ وہ اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔

اور پھر مقررہ وقت پورا کر کے سیکنڈ کی سوئی آگے بڑھ گئی۔ اور جوزف نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کی نظریں گھڑی کی سوئی کے ساتھ جیسے چپکی ہوئی تھیں۔

پھر جیسے ہی ایک منٹ زیادہ ہوا۔ جوزف کو پل کی طرف سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے پل لرز رہا ہو۔ جوزف ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا کہ ابھی اس نے مشین کا بٹن دبایا نہیں پھر یہ پل کیوں لرز رہا ہے کیا ڈائنامیٹ خود بخود پھٹ گیا ہے ؟

گڑگڑاہٹ تقریباً تین منٹ تک جاری رہی اور ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔

جوزف مسلسل اندھیرے میں چمکنے والی سوئیوں پر نظریں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جب ایک منٹ باقی رہ گیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پھر اس کی بھاری انگلی سرخ رنگ کے بٹن پر جیسے جم سی گئی۔

سیکنڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے جوزف کو خیال آیا کہ سرخ بٹن میں پل کے ساتھ ساتھ عمران کی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔ وہ اس سے زیادہ دیر کے عمران کے احکام کی خلاف ورزی نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر جیسے ہی سیکنڈ کی سوئی بارہ پر پہنچی۔ جوزف نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سرخ بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور ہر طرف چکا چوند روشنی پھیل گئی۔ دھماکے کے ساتھ ہی خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور پھر

جوزف نے پل کو فضا میں بکھرتے اور اس کے بے پناہ ملبے کو دریا میں گرتے دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ مگر دوسرے لمحے اسے خیال آ گیا کہ پل کی تباہی کے بعد وہاں خوفناک سرگرمیاں شروع ہو جائیں گی اور پھر اس کا یہاں سے نکل کر محفوظ جگہ پر پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

یہی سوچ کر جوزف اٹھا۔ اس نے مشین اٹھا کر دریا میں پھینکی اور پھر دریا کی مخالف سمت جھاڑیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ اسے وہ جگہ اچھی طرح معلوم تھی جہاں عمران اور اس نے اکٹھا ہونا تھا۔

پل سے تھوڑی دور ایک چھوٹے سے کیبن میں اس وقت دو افراد موجود تھے۔ کیبن کے درمیان میں ایک بڑی سی میز تھی جس کے پیچھے ایک کرسی پڑی ہوئی تھی جبکہ دوسری کرسی میز کے دائیں جانب تھی۔ ان دونوں کرسیوں پر دو افراد موجود تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی سی سکرین فٹ تھی۔ میز پر ایک بڑا ساٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور سکرین روشن تھی۔ اس سکرین کے دو حصے تھے۔ جن میں سے ایک حصے پر پل کے اوپر کا منظر اور دوسرے حصے میں پل کے نیچے کا منظر نمایاں تھا۔

میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا مقامی جی۔ پی۔ فائیو کے تمام گروپوں کا انچارج

میجر رالنسن بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی پر جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا راجر راجان تھا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ پل کے اوپر ہر پانچ فرد ایک مسلح سپاہی موجود تھا جب کہ پل کے نیچے سرچ لائٹوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور پل کے ستونوں سے تیزی سے ٹکراتا ہوا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ پانی اس قدر روشن تھا کہ سکرین پر دریا کی نچلی تہہ تک نظر آ رہی تھی۔

اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک آواز نکلی۔

" میجر رالنسن! ــــ میجر رالنسن! ــــ ڈبلیو تھری کالنگ یو۔ اوور "۔

" یس میجر رالنسن سپیکنگ اوور" ــــــ میجر رالنسن نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

" میجر! ــــ چیک پوسٹ نمبر تھری نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے دریا کے بہاؤ کی سمت کسی چیز کو ابھرتے اور غوطہ کھاتے دیکھا ہے۔ اوور" ــــ ڈبلیو تھری نے جواب دیا۔

" اس بات کو چیک کر لیا گیا ہے کہ وہ کوئی مچھلی نہ ہو۔ اوور" ــــ ؟ میجر رالنسن نے سرد لہجے میں پوچھا۔

" یس سر! ــــ ایسی کوئی بات نہیں ــــ اُسے واضح طور پر چیک کر لیا گیا ہے ــــ وہ کوئی انسان ہے۔ اوور" ــــ دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں کہا گیا۔

" او۔ کے ــــ تم ہوشیار رہو ــــ جو کچھ بھی ہے آخر پل کے نیچے آئے گا اور پھر دیکھ لیا جائے گا۔ اوور" ــــ میجر رالنسن نے جواب دیا۔

" او۔ کے جناب ــــ اوور اینڈ آل" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ا

میجر رالنسن نے بٹن آف کر دیا۔

" کیا مجرم پل کو ڈائنامیٹ سے تباہ کریں گے " ــــ ؟ راجر نے کہا۔

" تو کیا تمہارا خیال ہے کہ دھکا دینے سے پل گر پڑے گا" ــــ میجر رالنسن نے سرد لہجے میں کہا اور راجر جھینپ کر خاموش ہو گیا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک وہ دونوں چونک پڑے۔ انہوں نے پل کے نیچے سیاہ لباس میں ملبوس ایک نوجوان کو اُبھرتے ہوتے دیکھا۔

میجر رالنسن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

" ہیلو ــ میجر رالنسن سپیکنگ ــ پل کے نیچے ایک مجرم موجود ہے۔ دونوں اطراف سے دو دو مسلح افراد نیچے کود جائیں ــــ اور کوشش کریں کہ مجرم کو زندہ پکڑا جا سکے ــــ اگر ایسا نہ ہو سکے تو اُسے گولی مار دی جائے۔ اوور" ــــ میجر رالنسن نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

" او کے جناب ــــ اوور" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے دیکھا کہ مجرم اب پانی کے اندر تیزی سے پل کے درمیانی ستون کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کمر پہ بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں سے ایک پیکٹ نکال لیا۔

" اوہ! ــــ وہ ڈائنامیٹ فٹ کرنا چاہتا ہے" ــــ راجر نے بے اختیار کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

" ستون الیکٹرو گرام ہیں ــــ اس کی یہ کوشش بیکار جائے گی" ــــ میجر رالنسن نے البتہ مطمئن لہجے میں کہا۔

اسی لمحے مجرم نے پیکٹ کو ستون سے لگایا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر پیچھے

ہٹا۔ پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں بہہ رہا تھا۔

" دیکھا ___ میں نے کیسا اچھا انتظام کر رکھا ہے " ___ میجر رالنسن نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا اور پھر دوبارہ ستون کی طرف بڑھنے لگا۔

اسی لمحے پل کے دونوں اطراف سے دو دو آدمی دریا میں کود پڑے۔ چونکہ میجر رالنسن نے مجرم کو زندہ پکڑنے کا حکم دیا تھا اس لئے مسلح ہونے کے باوجود وہ دونوں اطراف سے تیزی سے مجرم کی طرف بڑھنے لگے۔

مگر دوسرے لمحے ایک دھماکے سے دو آدمیوں کے پرخچے اڑ گئے۔

" اوہ! ___ مجرم ریز بم استعمال کر رہا ہے " ___ میجر رالنسن نے جھلاتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے دوسری طرف سے آنے والے دو آدمی بھی ایک اور دھماکے سے ختم ہو گئے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے جیسے ہی ڈبے کا سرا ستون سے لگایا۔ ایک زبردست چھپاکا ہوا۔

" اوہ! ___ اس نے الیکٹروگرام سسٹم ناکارہ کر دیا ہے " ___ میجر رالنسن غصے کی شدت سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر میجر رالنسن کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے ڈائنامیٹ ستون کے ساتھ فٹ کر دیا۔

میجر رالنسن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

" رالنسن سپیکنگ ___ مجرم نے ستون کے ساتھ ڈائنامیٹ فٹ کر دیا ہے۔ اب وہ

ے باہر آئے گا ___ جیسے ہی وہ باہر آئے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو۔
ں سے مرنے کے بعد ہم ڈائنامیٹ اتار لیں گے " ___ میجر رالنسن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

مگر میجر رالنسن کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل سے باہر آنے کی بجائے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ستون کے قریب پہنچ کر ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے سکرین پر پل کا وہ نچلا حصہ تاریک ہو گیا جہاں مجرم موجود تھا۔

" جلدی کرو ___ دونوں اطراف سے گولیوں کی بارش کر دو ___ اور متبادل سرچ لائٹوں کا انتظام کرو ___ جلدی " ___ میجر رالنسن نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا۔

" یہ بہت خطرناک مجرم ہے ___ انتہائی خطرناک ___ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی حرکت کرے گا " ___ میجر رالنسن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

سکرین پر میجر رالنسن نے پل پر مسلح افراد کو جھک کر پانی میں فائرنگ کرتے دیکھا۔ پل پر زبردست بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔

اور پھر سرچ لائٹیں نیچے لٹکا دی گئیں اور سکرین پر ان دونوں ستونوں کا درمیانی حصہ ایک بار پھر روشن ہو گیا۔ اس بار بلٹ پروف سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں۔ مگر مجرم کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔

" اوہ! ___ مجرم کہاں غائب ہو گیا ___؟ وہ پل سے باہر نہیں جا سکتا کیونکہ اس قدر شدید فائرنگ میں وہ ایسی جرأت نہ کرے گا " ___ میجر رالنسن نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" میرا خیال ہے ___ مجرم ستون پر چڑھ کر پل کے نچلے جنگلے پر پہنچ گیا ہے تبھی نظر نہیں آ رہا ہے " ___ راجر نے کہا۔

"ہاں! ــــ بالکل ایسا ہی ہوگا" ــــ میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو تیزی سے نیچے کر دیا اور سکرین پر دونوں ستونوں کے درمیان منظر پانی سے بلند ہونے لگا۔ چند لمحوں بعد پل کا نچلا جنگلا صاف نظر آنے لگ گیا۔

"وہ دیکھو ــــ وہ جنگلے پر مجرم موجود ہے ــــ وہ آہنی راڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک کر آگے بڑھ رہا ہے" ــــ راجر اچانک چیخ پڑا۔

"ہاں! ــــ وہ اب اس طرح آگے بڑھنا چاہتا ہے ــــ ٹھیک ہے۔ کچھ دور آنے دو ــــ اس کے بعد میں آدمی نیچے اتاروں گا تاکہ ڈائنامیٹ اتارا جا سکے" ــــ میجر رالنسن نے قدرے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور پھر ابھی مجرم چند ہی فٹ آگے بڑھا ہوگا کہ میجر رالنسن سے نہ رہا گیا۔ وہ چیخ پڑا۔

"غوطہ خور نیچے بھیجو ــــ مجرم دور جا چکا ہے ــــ ڈائنامیٹ ستون سے اتار لو"۔

اور پھر اسی لمحے چار غوطہ خور دریا میں کود پڑے اور تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ غوطہ خوروں کی طرف کیا اور پھر ایک کا ریوالور شعلے اگلنے لگا۔

"اوہ! ــــ ویری بیڈ ــــ چاروں ختم ہو گئے ــــ مجرم کا نشانہ بے خطا ہے" میجر رالنسن نے میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مجرم کے پل سے نکلنے کا انتظار کرنا چاہیئے ــــ اس طرح جب تک وہ پل کے نیچے ہے ــــ ہماری زد سے محفوظ ہے اور ہمارے آدمی

تم کئے جا رہا ہے" ــــ راجر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مگر ڈائنامیٹ" ــــ میجر رالنسن نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ڈائنامیٹ وائرلیس سسٹم کے ذریعے پھٹے گا ــــ اور جب مجرم کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچے گا وہ ہرگز ایسا نہ کریگا ــــ ورنہ ظاہر ہے پل کے ساتھ ساتھ اس کے اپنے بھی پرخچے اڑ جائیں گے" ــــ راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ــــ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" ــــ میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پہ چیخ کر کہا۔

"کوئی غوطہ خور نیچے نہ جائے ــــ میری دوسری ہدایات کا انتظار کرو"

"یس باس" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

میجر رالنسن اور راجر دونوں کی نظریں ایک بار پھر سکرین سے چپک گئیں۔ مجرم اب آہنی راڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ شاید نکل بھاگنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"میجر ــــ میجر ــــ راگو ایکسپریس پل کی طرف انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی آ رہی ہے ــــ بس وہ پہنچنے ہی والی ہے" ــــ ٹرانسمیٹر پر سے آواز گونجی۔

"اوہ! ــــ اسے وائرلیس پر حکم دو کہ وہ آہستہ رفتار سے پل پر سے گزرے۔ وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں ــــ اور اتنے وقت میں ان سب کو ہٹایا نہیں جا سکتا" ــــ میجر نے چیختے ہوئے کہا۔

اور پھر دو تین منٹ بعد ہی انہوں نے پل کے دروازے سے راگو ایکسپریس کا انجن داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی رفتار خاصی کم تھی۔ گاڑی سے بچنے کے لئے وہاں موجود مسلح سپاہی سمٹ کر پل میں جگہ جگہ بنی ہوئی خالی جگہوں سے چمٹ گئے تھے۔ اسی لمحے انہوں نے مجرم کو تیزی سے پل کے اوپر چڑھتے دیکھا۔ وہ ایسی جگہ

پر سے چڑھا تھا جہاں سپاہی اس وقت موجود نہ تھے۔

"مجرم پل پر آرہا ہے —— ہوشیار" —— میجر رالنسن نے چیختے ہوئے کہا مگر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل پر چڑھا اور پھر انتہائی تیزی سے ایک ڈبے کا ہینڈل پکڑ کر لٹک گیا۔ دوسرے لمحے مجرم دروازہ کھول کر گاڑی میں داخل ہو چکا تھا۔

"مجرم گاڑی میں سوار ہو گیا ہے —— گاڑی کو پل کے بعد روک لو —— گاڑی کو گھیر لیا جائے —— اور گاڑی گزرنے کے بعد غوطہ خور نیچے جا کر ڈائنا بم اتار لیں" —— میجر رالنسن نے چیختے ہوئے کہا

اسی دوران گاڑی کا آخری ڈبہ پل کراس کر گیا اور سمٹے ہوئے مسلح سپاہی تیزی سے اپنی جگہوں پر پہنچنے لگے۔

"آؤ راجر! —— ہم خود گاڑی چیک کریں —— کہیں مجرم فرار نہ ہو جائے" میجر رالنسن نے میز کے گرد چکر کھا کر باہر آتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے کیبن کے دروازے سے باہر نکلے۔ مگر ابھی انہوں نے باہر کھڑی کار کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے انہیں اٹھا کر فضا میں اچھال دیا ہو۔

دھماکے کے فوراً بعد خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر اچھل کر نیچے گرتے انہیں پل فضا میں اڑتا اور بکھرتا ہوا نظر آیا۔ دھماکے اور گڑگڑاہٹ ابھی تک جاری تھی۔

سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی کاروں کے قریب موجود سپاہیوں میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر صفدر کو اشارہ کیا اور صفدر نے ایکسیلیٹر سے پیر ہٹا لیا۔ گاڑی کی رفتار میں نمایاں کمی آگئی اور صفدر کی کار کو آہستہ ہوتے دیکھ کر سامنے کھڑی کاروں کے قریب موجود سپاہی تیزی سے سڑک کی طرف سمٹنے لگے۔

صفدر کی کار آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اس کی رفتار لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی جا رہی تھی اور جیسے جیسے صفدر کی کار قریب آتی جا رہی تھی سپاہی بھی اسی رفتار سے سڑک کے درمیان آتے جا رہے تھے۔

اور پھر صفدر کی کار اور سپاہیوں کے درمیان دس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ صفدر نے یکدم پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے سٹیرنگ کو دائیں طرف کاٹا اور گاڑی جھٹکا کھا کر جیسے اڑتی ہوئی سڑک کے دائیں طرف بڑھی۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور صفدر نے پھرتی سے ایک بار پھر کار کا سٹیرنگ بائیں طرف کاٹا اور پھر ایکسیلیٹر پر پیر کی پوری قوت صرف کر دی اسی لمحے صفدر کی کار پر گولیاں برسیں۔ مگر کوئی گولی ان تک نہ پہنچ سکی اور کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

صفدر نے بڑی مہارت سے کام لیا تھا۔ اس کی کار دائیں طرف کھڑی کار کے پچھلے بمپر سے ٹکرائی تھی اور اس نے سڑک پر کھڑی کار کو آگے کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس طرح صفدر نے کار کو سڑک پر سے اتار کر دوبارہ سڑک پر چڑھا دیا تھا اور اسے روکنے والوں کی سکیم ناکام رہی تھی۔

صفدر آندھی اور طوفان کی طرح کار اڑائے لئے جا رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد انہیں اپنے پیچھے سائرن کی تیز گونج سنائی دی۔ پولیس کاریں اب ان کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"ہمیں یہ کار چھوڑنی پڑے گی ـــــ ہم پولیس کی طاقتور گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے" ـــــ صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم اس ویرانے میں کار کیسے چھوڑ سکتے ہیں ـــــ؟ تم اسے بھگاتے رہو میں کوشش کروں گی کہ پولیس کاریں نزدیک نہ آئیں" ـــــ جولیا نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے کار کی عقبی ونڈسکرین پر مار دیا۔ ونڈسکرین پر لکیروں کا جال سا بن گیا۔ جولیا نے ایک بار پھر اپنا سر نیچے کیا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے دوبارہ ونڈسکرین پر مارا۔ اور دوسرے لمحے تیز ہوا کے جھونکے کار میں داخل ہوتے۔ ونڈسکرین باریک کرچیوں میں تبدیل ہو کر انڈر سیٹ پر آ گری تھی۔

پولیس کی گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی چلی آ رہی تھی۔

جولیا نے ریوالور کی رینج کا اندازہ کیا اور پھر اس نے ریوالور کا رخ پولیس کی گاڑی کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک دھماکہ سا ہوا اور پولیس گاڑی کا رخ یکلخت پلٹ گیا۔

"اوہ مارا" ـــــ جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے

نیچے کو دبک گئی۔ کیونکہ پولیس کار کے پلٹتے ہی اس کے پیچھے آنے والی کار سے صفدر کی کار پر گولیوں کی بوچھاڑ سی ہو گئی۔

اور پھر گولیوں کی آوازوں کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا اور صفدر کے ہاتھ میں سٹیئرنگ ڈولنے لگا۔ کار کا ایک ٹائر برسٹ ہو چکا تھا۔

برسٹ ٹائر کے ساتھ صفدر کار نہیں چلا سکتا تھا اس لئے اسے مجبوراً کار کو ایک طرف کر کے روکنا پڑا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے اترتے پولیس کی کئی گاڑیوں نے انہیں گھیر لیا۔

پھر تو جیسے پولیس کے سپاہیوں کی بارش سی ہو گئی۔ ان سب کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

اب ظاہر ہے مقابلہ بے سود تھا۔ اس لئے چند ہی لمحوں میں وہ تینوں کار سے باہر تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔ ان کی تلاشی لے کر ان کی جیبیں بھی خالی کر دی گئیں اور انہیں دھکیل کر ایک پولیس کار میں سوار کر دیا گیا۔

اور پھر پولیس کاروں کا یہ قافلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے" ـــــ؟ صفدر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"خاموش رہو ـــــ ورنہ تمہیں گولی مار دیں گے" ـــــ قریب بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بھئی دیکھو ـــــ ہم نے تل ابیب جانا تھا ـــــ اگر ہو سکے تو ہمیں وہیں پہنچا دینا" ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں ـــــ بے فکر رہو" ـــــ دوسرے سپاہی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" تو پھر یہ مسئلہ حل ہوا ۔۔۔ اب ہم پولیس کی حفاظت میں تل ابیب پہنچ جائیں گے" ۔۔۔ صفدر نے یوں اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سیٹ سے پشت لگا دی جیسے اس کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہو۔

اور کیپٹن شکیل اور جولیا بھی مسکرا دیئے ۔ ظاہر ہے وہ صفدر کی بات کا مطلب سمجھ گئے تھے کہ تل ابیب پہنچنے تک کوئی حرکت نہ کی جائے ۔

عمران پل کے آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹا گہری نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ مقررہ وقت ختم ہونے میں بس چند سیکنڈ باقی رہ گئے تھے اور عمران کو اچھی طرح علم تھا کہ جوزف حکم کی پابندی میں مثال نہیں رکھتا ۔ اس لئے چند سیکنڈ بعد اس کی انگلی سرخ بٹن کو دبا دے گی اور اس کے ساتھ ہی پل سمیت عمران کا جسم بھی فضا میں بکھرتا چلا جائے گا ۔

عمران کی نظریں سیکنڈ کی سوئی پر جمی ہوئی تھیں ۔ جو اب بس بارہ کے ہندسے پر پہنچنے والی تھی ۔

پھر جیسے ہی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی ، عمران نے بے اختیار آنکھیں بند

کر لیں ۔ اب کسی بھی لمحے وہ خوفناک دھماکہ سننے کا متوقع تھا ۔

مگر جب اُسے آنکھیں بند کئے کافی دیر ہو گئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے ۔ سیکنڈ کی سوئی ایک اور چکر لگا چکی تھی مگر ڈائنامیٹ اسی طرح ستون کے ساتھ چپکا ہوا تھا ۔

" تو کیا ڈائنامیٹ کے سسٹم میں کوئی خرابی ہو گئی ہے " ۔۔۔ عمران نے سوچا کیونکہ یہ تو وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جوزف حکم عدولی کر سکتا ہے ۔

" اوہ ! ۔۔۔ اگر ایسا ہے تو یہ مشن ناکام ہو گیا " ۔۔۔ عمران کی سوچ میں بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔

اور عین اسی لمحے اُسے پل میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی ۔ ایک لمحے کے لئے تو عمران حیران رہ گیا کہ ڈائنامیٹ کے پھٹے بغیر آخر پل میں لرزش کیوں ہو رہی ہے کیونکہ ڈائنامیٹ تو اسے ستون کے ساتھ چپکا ہوا صاف نظر آ رہا تھا ۔

مگر دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا کہ یہ لرزش کسی ٹرین کی آمد کی وجہ سے ہے اور پھر چند ہی لمحوں بعد اُسے ٹرین پل میں داخل ہوتی دکھائی دی ۔ اور اسی لمحے عمران کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا ۔ اُسے معلوم تھا کہ پل پر سوائے مقررہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑھی ہوئی جگہوں کے سپاہیوں کے کھڑے ہونے کی اور کوئی جگہ نہیں جہاں وہ ٹرین کے گزرتے وقت ٹھہر سکیں ۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ پل پر موجود سپاہی ٹرین کی آمد کے ساتھ ہی ان بڑھی ہوئی جگہوں پر سمٹ گئے ہوں گے اور جس جگہ عمران موجود تھا ۔ وہاں سے وہ بڑھی ہوئی جگہ کافی دور تھی اور پھر درمیان میں کئی آہنی ستون آ جاتے تھے ۔ اس لئے اس نے چلتی ہوئی گاڑی میں سوار ہو کر پل سے نکل جانے کا فیصلہ کیا ۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی

سے اٹھا اور پھر دو تین آہنی گارڈر کراس کر کے وہ پل کے اوپر پہنچ گیا۔ ٹرین
آدھی گزری تھی اور اس کی رفتار بھی خاصی سست تھی۔ اس لئے عمران گارڈر کے
ساتھ سمٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر جیسے ہی ایک کمپارٹمنٹ کا دروازہ اس کے سامنے
آیا۔ اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی اور دوسرے لمحے وہ دروازے کے ہینڈل
کو پکڑ چکا تھا۔ پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے پلک
جھپکنے میں وہ گاڑی کے اندر پہنچ گیا۔

یہ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ تھا جس میں ایک طویل راہداری تھی جس میں کیبنوں
کے دروازے کھلتے تھے۔ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے کوپوں کے تمام دروازے بند
تھے اس لئے وہ تیزی سے خالی راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا اس کے منہ پر
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگنے لگے۔ یہ دو کمپارٹمنٹس کے درمیانی خالی جگہ تھی جسے
لوہے کے تختے سے جوڑ دیا گیا تھا تاکہ آسانی سے گزرا جا سکے۔

عمران نے پھرتی سے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا
لباس اتارنا شروع کر دیا۔ سیاہ رنگ کے اس واٹر پروف لباس کے نیچے اس نے
عام سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ لباس اتار کر باہر اچھال دیا اور پھر سر پر ہاتھ
پھیرا۔ دوسرے لمحے اس کے سر سے بالوں کی وگ اور چہرے پر چڑھی ہوئی باریک سی
جھلی اترتی چلی گئی۔ اس نے اسے بھی باہر اچھال دیا۔ اب وہ بالکل مختلف لباس
اور حلیے میں تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ دروازہ کھولا اور راہداری میں آ گیا۔

اور عین اسی لمحے اسے ٹرین رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی
طرف جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لیکر رہ گیا کیونکہ پوری گاڑی کے گرد
مسلح سپاہی موجود تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ گاڑی پوری طرح ساکن ہوتی۔ اچانک

ایک خوفناک اور دہلا دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور عمران سہارا لینے کے باوجود اچھل کر
ایک طرف جا گرا۔

پوری گاڑی سے یکدم چیخیں بلند ہونے لگیں اور کوپوں کے دروازے دھڑا دھڑ
کھلنے لگے اور لوگ بے تحاشا راہداری میں دوڑتے ہوئے دروازوں کی طرف بڑھنے
لگے۔ دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور خوفناک گڑگڑاہٹوں کی آوازوں نے قیامت برپا
کر رکھی تھی۔

عمران بھی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ
سمجھ گیا تھا کہ اس کا مشن کامیاب ہو چکا ہے اور پل کے پرخچے اڑ چکے ہیں۔ گاڑی
میں سوار لوگ دروازہ کھول کھول کر نیچے کودنے لگے۔ اور ہر طرف ایک خوفناک
افراتفری سی مچ گئی۔ شور و غل اور چیخوں کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے
رہی تھی۔

اور پھر مسافروں کے ریلے میں عمران بھی گاڑی سے نیچے آ گیا۔ یہاں لوگ بری طرح
گاڑی سے دور بھاگ رہے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے صحیح صورت حال کسی کو بھی
معلوم نہ ہو رہی تھی اور ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا ہے
اس لئے ہر شخص جلد از جلد گاڑی سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔

عمران بھی اسی ہجوم میں دوڑتا ہوا گاڑی سے کافی دور نکل آیا اور پھر مختلف
راستوں پر چکراتا ہوا وہ شہر میں داخل ہو گیا۔

جوزف نے بڑے وقت پر بٹن دبایا تھا۔ اگر وہ چند منٹ دیر نہ کرتا تو یقیناً
اس وقت عمران جنت میں بیٹھا حوروں سے باتیں کر رہا ہوتا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سارلب کے خفیہ اڈے پر پہنچ گیا۔ خفیہ اڈے میں اس
وقت صرف رک موجود تھا جس کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔ کیونکہ خوفناک

دھماکوں اور گڑگڑاہٹ کی آوازیں اس نے بھی سُنی تھیں لیکن چونکہ وہ اڈے پر تھا اس لئے باہر نہ جا سکتا تھا۔

"کیا ہوا پرنس ـــ یہ دھماکے کیسے تھے" ـــ؟ رک نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی پریشان لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا ـــ صرف پل ٹوٹ گیا ہے" ـــ عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور پھر ایک کرسی پر ڈھیر ہو جانے کی صورت میں بیٹھ گیا۔

"اوہ! ـــ اتنا بڑا پل ٹوٹ گیا ـــ مگر کیسے" ـــ؟ رک نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی چیز جلدی ٹوٹ جاتی ہے مسٹر رک ـــ اس لئے چھوٹی چیز کی قیمت زیادہ ہوتی ہے" ـــ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

اسی لمحے دروازے پر مخصوص انداز کی دستک سنائی دی اور رک تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد جب رک واپس آیا تو جوزف اس کے ہمراہ تھا۔ عمران کو سامنے بیٹھا دیکھ کر جوزف کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"باس! ـــ شکر ہے کہ آپ زندہ سلامت ہیں" ـــ جوزف نے خوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــ اگر آپ اجازت دیں تو میں باہر کے حالات معلوم کر آؤں" ـــ! رک نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ـــ تم جاؤ ہم یہاں موجود ہیں ـــ اور سنو! سارا ب کہاں ہے" ـــ؟ عمران نے کہا۔

"باس کا تھوڑی دیر پہلے ٹیلیفون آیا تھا کہ وہ صبح آئے گا ـــ وہ آپ کے

متعلق بھی پوچھ رہے تھے" ـــ رک نے جواب دیا۔

"او کے ـــ صبح ملاقات ہو جائے گی" ـــ عمران نے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

اور رک تیزی سے باہر کی طرف نکل گیا۔ اس کے چہرے پر چھایا ہوا تجسس صاف نظر آرہا تھا۔

"جوزف! ـــ تم نے بٹن دبانے میں دیر کیوں کر دی تھی" ـــ؟ رک کے جاتے ہی عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے جوزف سے پوچھا۔

"وہ ـــ باس میری گھڑی بند ہو گئی تھی" ـــ جوزف نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ـــ گھڑی بند ہو گئی تھی ـــ اب چل رہی ہے" ـــ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں باس! ـــ پانچ منٹ رک جانے کے بعد وہ خود بخود چل پڑی تھی" ـــ جوزف نے عمران کو مسکراتے دیکھ کر قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ایسا کرو جوزف! ـــ اس گھڑی کو مجھے دے دو ـــ انعام میں چار بوتلیں وہسکی" ـــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے باس! ـــ اتنا بڑا انعام ـــ مگر باس! ـــ کہیں آپ میری پانچ منٹ کی دیر سے ناراض تو نہیں" ـــ جوزف نے کہا۔

اور پھر جب عمران نے جوزف کو تفصیل بتائی کہ کس طرح اس کے پانچ منٹ دیر کرنے سے عمران کی زندگی بچ گئی ہے تو جوزف خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ وہ بار بار اپنی گھڑی کو چوم رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے سر کو یوں تھپکیاں دے رہا تھا جیسے اس کے دماغ نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

"اچھا بس! ـــــ اب ٹارچ بند کرو اور الماری کھول کر دیکھو کچھ کھانے کو بھی ہے یا نہیں" ـــــ عمران نے کہا اور جوزف تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل ڈیوڈ کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ زخمی چیتے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتا اور پھر کھول دیتا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ اپنا سر دیوار سے دے مارے گا۔ ابھی ابھی اسے پل کے تباہ ہونے کی خبر ملی تھی اور پھر فوراً بعد ہی وزیر اعظم نے ٹیلیفون پر اسے بُری طرح جھاڑ دیا تھا کہ اب اس کا محکمہ نکما ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے ڈیم کی تباہی اور اس کے بعد اس عظیم پل کی تباہی نے اسرائیل کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ یہ اتنی کاری ضربات تھیں کہ پورے ملک میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

ڈیم کی تباہی کے بعد کرنل ڈیوڈ وزیر اعظم کو مجرموں کی آمد کے متعلق بتا چکا تھا اور ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جلد از جلد مجرموں کو گرفتار کر لے گا۔ مگر اب پل کی تباہی نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"اگر یہ مجرم اسی طرح آزاد رہے تو انہوں نے پورے ملک کو تباہ کر دینا ہے۔

خر یہ جی۔ پی۔ فائیو کیا کر رہی ہے ـــــ؟ کیا یہ نکموں کی ٹولی بن گئی ہے" ـــــ؟ زیر اعظم کا سخت غصے کے عالم میں یہ فقرہ ابھی تک کرنل ڈیوڈ کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

ادھر ٹرین ایک خوفناک حادثے سے بچ گئی تھی جب کہ وہ بغیر ڈرائیور کے اسٹیشن سے باہر خود بخود رک گئی تھی۔ کرنل ڈیوڈ کو اس کی رپورٹ بھی مل چکی تھی۔ چند لمحے ٹہلنے کے بعد کرنل ڈیوڈ کسی خیال کے تحت تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف جھپٹا، مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا، ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی۔ کرنل ڈیوڈ نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ـــ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ـــــ اس نے حتی الوسع اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔ کیونکہ فون کسی اہم شخصیت کا ہی ہو سکتا تھا۔

"باس! ـــــ جی۔ پی۔ فائیو سیکنڈ لاٹن سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے" ـــــ؟ کرنل غصے سے دھاڑا۔

"جناب! ـــــ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا کہا ـــــ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے ـــــ کیسے ـــــ ہا رپورٹ دو" ـــــ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

"جناب! ـــــ تین مجرموں نے جنہوں نے ٹرین میں جی۔ پی۔ فائیو کے دستے کو قتل کر دیا تھا۔ ٹرین سے اتر کر رالو قصبے کا رُخ کیا ـــــ مرنے سے پہلے ایک سپاہی نے ہمیں کال کر دیا تھا ـــــ چنانچہ ہمارے آدمی جگہ جگہ پھیل گئے ـــــ تینوں مجرموں نے رالو قصبے سے ایک کار چرائی ـــــ اتفاق سے مالک جاگ رہا تھا۔ اس

نے کار سٹارٹ ہونے کی آواز سُنی تو اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور پو
اس نے ہمیں ٹیلیفون کر دیا ـــــ اپنی کار کا نمبر بتانے کے ساتھ اس نے مجر
کے متعلق بھی بتا دیا کہ ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے ـــــ اس کے بتائے
ہوئے حلیے کے مطابق وہ تینوں مجرم وہی تھے جن کی ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ تم
گشتی کاروں کو الرٹ کر دیا گیا ـــــ پھر ایک کار نے انہیں چیک کر لیا مگر چونکہ مجر
بے حد سفاک اور چالاک تھے اس لئے کار میں سوار سپاہیوں نے انہیں جانے
اور پھر ان کے متعلق تمام تفصیلات وائرلیس پر نشر کر دی گئیں چنانچہ ایک جگہ ناکہ
پر انہیں روکنے کا بندوبست کیا گیا ـــــ مگر وہ لوگ گھیرا توڑ کر نکل گئے ـــــ لیکن
جلد ہی ان کی کار کا ٹائر برسٹ کر کے انہیں پکڑ لیا گیا" ـــــ دوسری طرف سے تفصیل
بتاتے ہوئے جواب دیا گیا۔

"ہوں! ـــــ اب وہ مجرم کہاں ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے اس بار نرم لہجے میں کہا کیونکہ تین مجرموں کی گرفتاری کی خبر خاصی خوشگوار تھی۔

"آپ کی ہدایات کے مطابق انہیں تل ابیب لایا جا رہا ہے" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ انہیں ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے ـــــ اور سنو! ہر قیمت پر ان کی حفاظت کی جائے ـــــ میں اس بار انہیں کھونا نہیں چاہتا ـــــ ورنہ سب کو گولی مار دوں گا" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ اس بار وہ ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکتے صبح کے قریب وہ ہیڈ کوارٹر پہنچا دیئے جائیں گے" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"میں ان کا انتظار کر رہا ہوں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس کی انگلیاں تیزی سے نمبر گھمانے میں مصروف ہو گئیں۔

چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس! ـــــ پی اے ٹو پرائم منسٹر" ـــــ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ ـــــ پرائم منسٹر سے بات کراؤ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر! ـــــ ایک منٹ ہولڈ فرمایئے" ـــــ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکدم مودبانہ ہو گیا۔

اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور کرنل ڈیوڈ سمجھ گیا کہ پرائم منسٹر سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

"ہیلو کرنل ڈیوڈ! ـــــ اب کیا بات ہے" ـــــ؟ وزیر اعظم نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــــ میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ تین مجرم گرفتار کر لئے گئے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــــ اتنی جلدی ـــــ ویری گڈ" ـــــ وزیر اعظم کے لہجے میں نرمی آگئی تھی۔

"یس سر! ـــــ جی پی فائیو کے ہاتھوں مجرم زیادہ دیر تک نہیں بچ سکتے"۔ کرنل ڈیوڈ نے بڑے فخر سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ وہی مجرم ہیں جنہوں نے پل تباہ کیا ہے" ـــــ؟ وزیر اعظم نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

" نہیں جناب ! ــــــ دراصل پانچ مجرموں کا گروہ ہے ــــــ جن میں سے دو الگ کام کر رہے ہیں ــــــ اور تین الگ ــــــ یہ تین وہ مجرم ہیں جنہوں نے کئی فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا ــــــ اور ٹرین تباہ کرنا چاہتے تھے ــــــ مگر خوش قسمتی سے ٹرین بچ گئی " ــــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

" اوہ ! ــــــ اس کا مطلب ہے کہ پل تباہ کرنے والے مجرم ابھی آزاد ہیں "۔ وزیر اعظم کے لہجے میں ایک بار پھر سختی عود کر آئی ۔

" جناب ! ــــــ وہ بھی جلد گرفتار ہو جائیں گے ــــــ ان تین کی گرفتاری کے بعد ان کا بچنا ناممکن ہے " ــــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا ۔

" او کے ! ــــــ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تمہارے محکمہ نے کچھ کام کیا ــــــ میں جلد از جلد ان مجرموں کے متعلق تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں " ــــــ وزیر اعظم نے کہا ۔

" بہتر جناب " ــــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا کیونکہ دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا ۔

رسیور رکھ کر کرنل ڈیوڈ نے انٹر کام پر ہیڈ کوارٹر میں مجرموں کی آمد اور انہیں بلیو روم میں قید کرنے کا حکم دیا اور پھر وہ بے جان انداز سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ مجرموں نے اس قدر تیزی سے جو تباہی پھیلائی تھی کہ اس کے تصور سے ہی کرنل ڈیوڈ کو جھرجھری آ گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دیگا کہ ان کی روحیں بھی صدیوں تک بلبلاتی رہیں گی ۔

" رک " خفیہ اڈے سے نکل کر جیسے ہی شہر میں آیا۔ اس نے پل کی ہولناک تباہی کے متعلق تفصیل سے سب کچھ سُن لیا۔ یہ تباہی اس قدر شدید تھی کہ پورے شہر پر ایک مایوسی سی پھیلی ہوئی تھی اور ہر طرف چہ میگوئیاں سی ہو رہی تھیں کہ اس پل کی تباہی سے ملک کو عظیم اور ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ نیا پل تیار ہونے تک مشرقی اور مغربی اسرائیل کے درمیان رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح معیشت کو جو دھچکا پہنچے گا وہ اس قدر شدید ہوگا کہ جس کی تلافی سالوں تک ممکن نہ ہو گی ۔

" رک " کچھ سوچتا ہوا پل کی طرف بڑھ گیا جہاں قدم قدم پر مسلح فوجی موجود تھے مگر چونکہ وہاں جانے والے افراد سینکڑوں کی تعداد میں تھے اس لئے مسلح فوجی بے بس تھے ۔

رک نے جب خود اپنی آنکھوں سے جا کر وہ تباہی دیکھی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پورا پل تباہ ہو چکا تھا اور سینکڑوں مسلح سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ابھی یہ شکر تھا کہ ٹرین پل کراس کر چکی تھی ورنہ شاید یہ تباہی اور بھی زیادہ ہولناک ہو جاتی ۔

رک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ۳۵۰ میگا سپر پاور کا ڈائنامیٹ اور وائرلیس مشین پرنس اور اس کا ساتھی لے کر گیا تھا اور رک جانتا تھا کہ اتنے طاقتور ڈائنامیٹ سے ہی اتنا بڑا پل تباہ کیا جا سکتا ہے مگر اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اکیلے پرنس نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر اتنا بڑا پل تباہ کر دیا ہے۔ مگر تباہی اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اس لئے یقین کرنا پڑتا تھا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ اتنی بڑی تباہی نے اس کے ذہن پر شدید اثر کیا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے خوفناک مجرموں کو مزید آزادی نہیں ملنی چاہیئے۔ ورنہ وہ پورے ملک کو تباہ کر دیں گے۔ مگر چونکہ وہ خود مجرم تھا اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ وہ اور اس کا گروہ باس سمیت جی۔ پی۔ فائیو کے چنگل میں آجائے گا اور ظاہر ہے کہ پھر برقی کرسی ان کا نصیب بنے گی۔ مگر پل کی تباہی کے سامنے اُسے اپنے جرائم بچوں کا کھیل محسوس ہو رہے تھے۔ اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ جی۔ پی۔ فائیو نے اگر انہیں معافی دے دی تو وہ ان خطرناک مجرموں کو جی۔ پی۔ فائیو کے حوالے کر دیگا۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ایک مسلح فوجی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں جی۔ پی۔ فائیو کے کسی بڑے افسر سے ملنا چاہتا ہوں" ——— رک نے فوجی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں" ——— ؟ فوجی نے چونک کر پوچھا۔

"میں مجرموں کے بارے میں ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں ——— مگر کسی بڑے افسر کے سامنے" ——— رک نے مضبوط لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— میرے ساتھ آؤ ——— میجر رالنسن یہاں کا انچارج ہے ——— میں تمہیں اس سے ملا دیتا ہوں" ——— فوجی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر رک

اس کے ساتھ چلتا ہوا دُور موجود ایک کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیبن میں میجر رالنسن کرسی پر سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بے جان سی ہو رہی تھیں۔

"سر! ——— یہ شخص مجرموں کے بارے میں کوئی انکشاف کرنا چاہتا ہے" ——— فوجی نے کیبن کے اندر داخل ہو کر کہا۔

"کیا کہا ——— ؟ مجرموں کے بارے میں انکشاف" ——— میجر رالنسن اچھل کر سیدھا ہو گیا۔

"جی ہاں جناب! ——— میں جانتا ہوں کے پل تباہ کرنے والے مجرم کون ہیں ——— اور اس وقت کہاں ہیں" ——— رک نے کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو" ——— ؟ میجر رالنسن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید جوش کے آثار پھیل گئے۔

"مگر جناب! ——— اس کے لئے میری ایک شرط ہوگی" ——— رک نے جواب دیا۔

"شرط! ——— کیسی شرط" ——— میجر رالنسن نے چونک کر پوچھا۔

"جناب! ——— میں خود ایک مجرم ہوں ——— میں اس شرط پر مجرموں کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے معافی دے دی جائے" ——— رک نے شرط بتاتے ہوئے کہا۔

"تم معافی کی بات کر رہے ہو ——— اگر تم نے ان بھیانک مجرموں کا سراغ بتا دیا تو تم مجرم نہیں ——— قومی ہیرو بن جاؤ گے" ——— میجر رالنسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب! ——— میں پہلے اس بات کی ضمانت چاہتا ہوں" ——— رک نے

مخصوص لہجے میں کہا۔

" اوہ ٹھہرو! —— میں تمہاری بات جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے کرا دیتا ہوں —— پھر تو تمہیں یقین آ جائے گا" —— میجر رالنسن نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

" جی ہاں! —— ان پر مجھے مکمل اعتماد ہے" —— رک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور میجر رالنسن نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس پر ہیڈ کوارٹر کی مخصوص فریکوینسی سیٹ کر کے اس نے بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

" کرنل ڈیوڈ سپیکنگ اوور۔"

" میجر رالنسن سپیکنگ باس —— ہمارے پاس ایک آدمی پہنچا ہے جو مجرموں کا سراغ بتا سکتا ہے —— مگر چونکہ وہ خود مجرم ہے اس لئے اپنے تحفظ کی ضمانت چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ آپ سے بات کر لے۔ اوور" —— میجر رالنسن نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

" اوہ! —— ہم اُسے ہر قسم کا تحفظ دینے کے لئے تیار ہیں —— میری اس سے بات کراؤ۔ اوور" —— دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی جوش بھری آواز سنائی دی۔

" تم خود بات کر لو مسٹر" —— میجر رالنسن نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

" سر! —— میں رک لوگارو بول رہا ہوں۔ اوور" —— رک نے آگے بڑھ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

" مسٹر رک! —— کیا پل کو تباہ کرنے والے مجرموں کے متعلق تمہیں واقعی علم ہے۔ اوور" —— دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

" یس سر! —— نہ صرف علم ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہیں —— سر! —— میں ایک چھوٹا سا مجرم ہوں، لیکن ملک کی اس قدر بھیانک تباہی دیکھ کر میرا ضمیر جاگ اٹھا ہے —— اس لئے میں یہ اقدام کر رہا ہوں —— مگر میں نہیں چاہتا کہ مجرموں کی گرفتاری کے بعد مجھے بھی گرفتار کر لیا جائے۔ اوور" —— رک نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

" مسٹر رک! —— میں بحیثیت سربراہ جی۔ پی۔ فائیو تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا —— بلکہ میں یہ بھی آفر کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو جی۔ پی۔ فائیو کے خفیہ شعبے ریڈ فائیو میں شامل ہو جاؤ —— تمہارا نام ہرگز سامنے نہیں آئے گا۔ اوور" —— کرنل ڈیوڈ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے جناب —— میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ اوور" —— رک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" میجر رالنسن اوور" —— اس بار کرنل ڈیوڈ، میجر رالنسن سے مخاطب ہوا۔

" یس سر اوور" —— میجر رالنسن نے ٹرانسمیٹر اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

" تم نے ہر قیمت پر ان مجرموں کو زندہ گرفتار کرنا ہے —— ان کی گرفتاری کے بعد انہیں سیلی کاپٹر کے ذریعے ہیڈ کوارٹر لے آؤ —— اور دیکھو! تمام آپریشن انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہئے —— میں مجرموں کا سراغ نہیں کھونا چاہتا۔ اوور" —— کرنل ڈیوڈ نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں جناب! —— مجرم اس بار ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل سکیں گے۔ اوور" —— میجر رالنسن نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور میجر رالنسن نے بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

"ہاں تو مسٹر رک" ——— میجر رالنسن نے رک کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— مجرم تعداد میں دو ہیں ——— اور وہ اس وقت تیرہویں گلی میں واقع ایک خفیہ اڈے میں موجود ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ کم از کم دس مسلح سپاہیوں کو لیکر میرے ساتھ چلیں ——— وہ یقیناً اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے ——— ہم انہیں آسانی سے گرفتار کر لیں گے" ——— رک نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ——— میجر رالنسن نے کہا اور پھر اس نے ایک سپاہی کو بلا کر اُسے راجر کو بلانے کے لئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد راجر بھی وہاں پہنچ گیا۔

"راجر! ——— مجرموں کا سراغ مل گیا ہے ——— دس انتہائی ہوشیار تجربہ کار اور مسلح افراد اپنے ہمراہ لے لو" ——— میجر رالنسن نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— ویری گڈ! ——— میں ابھی انتظام کرتا ہوں" ——— راجر نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا کیبن سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس کیبن میں آیا۔

"باہر دو جیپیں دس مسلح افراد سے لدی ہوئی موجود ہیں" ——— راجر نے کہا۔

"اوکے ——— آؤ مسٹر رک" ——— میجر رالنسن نے رک کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور پھر رک اور راجر سمیت وہ کیبن سے نکل کر باہر کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد یہ قافلہ تیرھویں گلی کے سرے پر پہنچ گیا۔ رک کے کہنے پر وہ سب اتر کر پیدل آگے بڑھے۔

رک آگے آگے تھا۔ اس کے پیچھے میجر رالنسن اور راجر تھے اور ان کے بعد دس مسلح سپاہی تھے جن کے پاس سٹین گنیں تھیں۔

"اڈے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں" ——— میجر نے رک سے پوچھا۔

"ہے تو سہی ——— مگر ان مجرموں کو معلوم نہیں" ——— رک نے جواب دیا اور پھر وہ اڈے کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے میں جانی کی شکل نظر آئی۔

"جانی باہر آؤ" ——— رک نے جانی کا بازو پکڑ کر اُسے باہر کھینچتے ہوئے کہا اور جانی خاموشی سے باہر آ گیا۔

مگر باہر مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر وہ بُری طرح چونکا۔

"خبردار! ——— آواز نہ نکالنا ——— ورنہ تمہیں ڈھیر کر دوں گا" ——— میجر رالنسن نے ہاتھ میں پکڑے ریوالور کا رُخ جانی کی طرف کرتے ہوئے کہا اور پھر اس کے اشارے پر دو سپاہی جانی کو لے کر واپس جیپ کی طرف چلے گئے۔

"میرے پیچھے چلے آیئے ——— مگر احتیاط سے" ——— رک نے میجر رالنسن سے کہا اور پھر وہ دروازے میں داخل ہو گیا۔ میجر رالنسن اور راجہ اس کے پیچھے تھے۔ دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اڈے کے ہال میں پہنچ گئے۔

اڈے کے ایک طرف سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ رک نے اشارہ کیا اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ میجر اور راجہ اس کے پیچھے تھے جبکہ ان کی پیروی سپاہی کر رہے تھے۔ وہ سب اتنی احتیاط سے چل رہے تھے کہ ان کے قدموں

سے ذرا سی بھی آواز پیدا نہ ہو رہی تھی۔

اوپر مہمان خانہ تھا جہاں جوزف اور عمران موجود تھے۔ رک نے آگے بڑھ کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"کون ہے ——؟" اندر سے عمران کی آواز آئی۔

"میں رک ہوں پرنس! —— باس کا ضروری پیغام ہے" —— رک نے جواب دیا

اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

مگر دروازہ کھلتے ہی رک اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور میجر رالنسن اور راجر ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے عمران کو دھکیلتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہو گئے۔

"خبردار! —— اپنے ہاتھ اٹھالو" —— میجر نے عمران اور جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

جوزف پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔

میجر رالنسن اور راجر کے اندر داخل ہوتے ہی پانچ مسلح سپاہی بھی کمرے میں پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی سٹین گنیں تان لیں۔

"بس اتنا سا کام تھا —— یہ تو تم دروازے کے باہر بھی کہہ سکتے تھے" عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا لئے ظاہر ہے جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔

"دیوار کے ساتھ منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ —— ہم تمہاری تلاشی لیں گے" میجر رالنسن نے سخت لہجے میں کہا

اور عمران بڑے اطمینان سے دیوار کی طرف مڑ گیا۔ جوزف بھی پلنگ

اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بھی دیوار کی طرف منہ کر لیا۔

دوسرے لمحے میجر نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا اور اس سپاہی نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کی تلاشی لی۔ مگر اس وقت ظاہر ہے ان دونوں کے پاس کیا ہو سکتا تھا۔

تلاشی مکمل ہوتے ہی دو سپاہی سٹین گنیں لٹکا کر عمران کے پہلو میں پہنچ گئے اور پھر میجر رالنسن نے اس کے ہاتھ پشت پر کر کے اسے ہتھکڑی پہنا دی۔ یہی کام جوزف کے ساتھ بھی کیا گیا۔

اور پھر میجر اور راجر ان دونوں کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر آئے۔ دروازے پر رک کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اچھا پیغام دیا ہے تمہارے باس نے" —— عمران نے رک کے قریب سے گزرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

اور رک عمران کی جرأت، دلیری اور بے خوفی پر حیران رہ گیا۔

"راجر! —— تم فوراً کار دروازے پر لے کر آؤ" —— میجر رالنسن نے راجر سے مخاطب ہو کر کہا اور راجر سر ہلاتے ہوئے بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میرا جی تو چاہ رہا ہے کہ تمہاری یہیں بوٹیاں اڑا دوں —— مگر باس نے تمہیں زندہ گرفتار کرنے کے لئے کہا ہے —— اس لئے مجبور ہوں" میجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"خوبصورت آدمی ہو —— کیوں دانت پیس پیس کر اپنی شکل بگاڑ رہے ہو" —— عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اور میجر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا —— مگر وہ کرنل ڈیوڈ کی وجہ

سے مجبور تھا۔

"کار آگئی ہے"۔۔۔۔ اسی لمحے راجر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آگے بڑھو"۔۔۔ میجر نے عمران کو دھکیلتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور جوزف کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ ایک مسلح سپاہی بیٹھ گیا۔ راجر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ میجر ہاتھ میں ریوالور لئے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ البتہ اس نے اپنا رخ پیچھے کی طرف ہی کیا ہوا تھا۔ عمران نے کار کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ دوستوں کے ساتھ کسی تفریحی سفر پر جا رہا ہو۔

کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی تیزی سے شہر کے مضافات میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ہوائی اڈے پر پہنچ گئی۔

یہاں ایک کافی بڑا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں عمران اور جوزف کو اس ہیلی کاپٹر پر منتقل کر دیا گیا۔ میجر رالنسن اور راجران کے ہمراہ ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے جب کہ باقی سپاہی واپس چلے گئے۔

میجر کے کہنے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کا انجن سٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا کو پولیس کار میں سفر کرتے ہوئے تقریباً پانچ گھنٹے گزر گئے۔ ایک پولیس کار ان سے آگے جا رہی تھی جبکہ دو پولیس کاریں ان کے پیچھے تھیں۔ ان کی کار میں ڈرائیور کے علاوہ چار مسلح سپاہی موجود تھے۔ ان چاروں کے پاس ریوالور تھے۔

حالانکہ ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مگر سفر کے دوران سپاہی اتنے چوکنے رہے تھے کہ انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی ریوالور نیچے نہ کئے تھے۔

"تل ابیب کتنی دور ہے۔۔۔۔ میری تو بیٹھے بیٹھے ٹانگیں اکڑ گئی ہیں"۔۔ اچانک صفدر نے قریب بیٹھے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس ایک گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا ہے"۔۔۔ سپاہی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ہیڈ کوارٹر جانے سے پہلے کسی کیفے میں بیٹھ کر ناشتہ کر لیں۔۔۔ منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو جائیں"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو۔۔۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں"۔۔۔ سپاہی

نے اس بار ڈانٹ کر کہا۔

اُسی لمحے ڈرائیور نے گاڑی ایک پٹرول پمپ کی طرف موڑ دی۔ پولیس کی تمام کاریں پٹرول پمپ پر رک گئیں۔

اور پھر ایک سپاہی کے کہنے پر پمپ بوائے نے گاڑیوں میں پٹرول بھرنا شروع کر دیا۔

"اچھا پانی تو پلا دو"۔۔۔۔ صفدر نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا اور سپاہی سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر گیا۔

ڈرائیور بھی گاڑی سے نیچے اتر گیا تھا جب کہ باقی تین سپاہی کار میں ہی بیٹھے رہے تھے۔ ان میں سے ایک اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور دو صفدر، جولیا اور کیپٹن شکیل کی پشت پر تھے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔۔ ہمیں بہروں کی طرح ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچنا چاہیئے"۔ صفدر نے کوڈ ورڈز میں قریب بیٹھے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم تو تمہاری وجہ سے خاموش ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ یہاں سے نکلتے ہی آپریشن شروع ہو جانا چاہیئے"۔ صفدر نے کہا۔

"تم کونسی زبان میں باتیں کر رہے ہو۔۔۔ خاموش رہو"۔۔۔۔ پیچھے بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

اُسی لمحے سپاہی جگ اور گلاس لے کر آ گیا۔ اس نے گلاس میں پانی ڈال کر خود ہی گلاس صفدر کے منہ سے لگا دیا۔ پھر اسی طرح اس نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو بھی پانی پلایا۔

تھوڑی دیر بعد قافلہ دوبارہ سفر پر روانہ ہو گیا۔

پٹرول پمپ سے تقریباً دو میل آگے بڑھنے کے بعد اچانک گاڑی کو جھٹکے لگنے لگ گئے۔

"کیا ہوا"۔۔۔۔ ؟ قریب بیٹھے سپاہی نے ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"شائد پلگوں میں کچرا پھنس گیا ہے۔۔۔۔ صاف کرنا پڑیگا"۔۔۔۔ ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر گاڑی اس نے سڑک کے کنارے روک دی۔ پیچھے سے آنے والی گاڑیاں بھی رک گئیں اور ان سے آگے جانے والی گاڑی بھی مڑ کر ان کی طرف واپس آنے لگی۔

"کیا ہوا"۔۔۔۔ ؟ پچھلی گاڑیوں سے سپاہیوں نے باہر نکل کر آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔ پلگوں میں کچرا آ گیا ہے۔۔۔۔ صاف کرنا پڑے گا"۔۔۔۔ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بونٹ اٹھا لیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہی بھی ٹانگیں سیدھی کرنے کے لئے نیچے اتر گئے۔ اور پھر کار میں وہ اکیلے رہ گئے۔ مگر ظاہر ہے باہر مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔

کیپٹن شکیل نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ صفدر نے پھرتی سے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھ سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے سامنے کر لئے۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی ایسا ہی کیا اور پھر صفدر نے جسم کو آگے کی طرف جھکایا اور ڈیش بورڈ میں پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔ سپاہی اُسے باہر نکلتے ہوئے ڈیش بورڈ میں رکھ گیا تھا۔ ریوالور کی نال پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔

صفدر نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور سنبھالا اور پھر اس کی نال کیپٹن شکیل کی ہتھکڑی کے جوڑ پر ٹکا کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک ہلکی سی چٹ کی آواز نکلی اور کیپٹن شکیل کی ہتھکڑی ٹوٹتی چلی گئی۔ گولی نے جوڑ کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ گولی ہتھکڑی کو توڑ کر سیٹ کے فوم میں گھس گئی تھی۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے ہاتھ ہتھکڑی سے آزاد کرالیئے اور صفدر کے ہاتھوں سے ریوالور لے لیا۔

دوسرے لمحے ایک اور چٹ کی آواز ابھری اور صفدر کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے۔

"کیا ہو رہا ہے" ——؟ ایک سپاہی نے کھڑکی کے قریب آتے ہوئے پوچھا اس نے شاید آواز سن لی تھی۔

"کچھ نہیں بھائی! —— ہیڈ کوارٹر کا انتظار کر رہے ہیں" —— صفدر نے مسکین سے لہجے میں جواب دیا۔ اور سپاہی ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

کیپٹن شکیل نے جولیا کے ہاتھ بھی اسی انداز میں آزاد کرالئے اور پھر اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔

"کم از کم بیس سپاہی باہر ہوں گے —— اور ریوالور میں شاید چار پانچ گولیاں ہوں گی" —— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"فکر نہ کرو —— چلتی گاڑی میں آسانی رہے گی —— پانچ آدمی ٹھکانے لگانے پڑیں گے" —— صفدر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔ انہوں نے اپنے بازو دوبارہ پہلے والے انداز میں کر لئے تھے۔

چند لمحوں بعد بونٹ گرا دیا گیا اور سپاہی واپس کار میں سوار ہو گئے۔

اس بار ڈرائیور نے کار سٹارٹ کی تو کار ایک جھٹکے سے چل پڑی۔

"ارے میرا ریوالور" —— چند لمحوں بعد سامنے بیٹھے ہوئے سپاہی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا بیک وقت بجلی کی سی تیزی سے مڑے اور دوسرے لمحے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہیوں کے ریوالور ان کے ہاتھوں میں تھے۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے بت بنے بیٹھے رہ گئے۔ کیونکہ یہ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہتھکڑیوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرالیں گے۔

اور اسی حیرت کے لمحے سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔

صفدر نے ریوالور کا رخ ان تینوں کی طرف کیا جبکہ جولیا نے ریوالور سامنے والے سپاہی کی گدی سے لگا دیا۔ اور کیپٹن شکیل کا ریوالور ڈرائیور کی طرف اٹھ گیا۔

"آرام سے گاڑی چلاتے رہو —— ورنہ ڈھیر کر دونگا" —— کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکالا اور صفدر کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

دوسرے لمحے ریوالور سے چٹ چٹ کی آوازیں ابھریں اور پیچھے بیٹھے ہوئے تینوں سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر پڑی تھیں اس لئے وہ چیخ بھی نہ سکے۔

اور پھر صفدر نے تیزی سے مڑ کر ڈرائیور کے قریب بیٹھے سپاہی کا بھی وہی حشر کیا اور اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹک گیا۔

ڈرائیور کے ہاتھ لرزنے لگے اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے سائرن
بٹن کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے اُسے زور سے دھکا دیا اور وہ
ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی پر پہلو کے بل جا گرا۔ کیپٹن شکیل نے اچھل کر
سٹیئرنگ پکڑ لیا۔ جب کہ صفدر نے گردن سے پکڑ کر ڈرائیور کو پیچھے گھسیٹ لیا
ایکسیلیٹر سے پیر ہٹتے ہی گاڑی کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ مگر کیپٹن شکیل
بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور پھر وہ سیٹ پر سے پھسلتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ
پر پہنچ گیا۔ اور اس نے گاڑی کو سنبھال لیا۔

صفدر نے اسی اثنار میں ڈرائیور کا خاتمہ کر دیا تھا۔

"آرام سے گاڑی بڑھاتے چلو ——— تل ابیب پہنچ کر کچھ کریں گے"۔
صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر
ہلا دیا۔

"لیکن شہر میں جا کر ہم پھنس جائیں گے" ——— جولیا نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ——— ہم اچانک کار کسی سڑک پر موڑ دیں گے ——— اور
پھر جب تک یہ لوگ سنبھلیں گے ہم کار سے اتر کر نکل جائیں گے" ——— صفدر
نے جواب دیا۔

اور جولیا نے سر ہلا دیا۔

اور پھر تقریباً پچاس ساٹھ منٹ بعد تل ابیب شہر کی آبادی شروع ہو گئی
ابھی چونکہ سورج طلوع نہیں ہوا تھا اس لئے سڑکیں زیادہ تر سنسان ہی
پڑی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ اب نکل چلیں" ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے پوری قوت سے ایک ذیلی سڑک پر گاڑی موڑ دی۔
پیچھے آنے والی تیز رفتار کاریں رکتے رکتے بھی آگے بڑھ گئیں۔
کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے کار سڑک پر موڑ دی اور پھر اس نے تیزی
سے اُسے ایک تنگ سی گلی میں موڑ کر ایک جھٹکے سے بریک لگا دی۔

"چلو" ——— کیپٹن شکیل نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور
صفدر اور جولیا تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ وہ بھی اچھل کر کار سے باہر آ گئے۔
پھر وہ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے گلی میں سے ہو کر بڑی شاہراہ پر آ گئے اور پھر
یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ بالکل سامنے ہی انہیں ہوٹل المغرب کا بورڈ نظر آ گیا۔

"آؤ" ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے سڑک کراس
کر کے ہوٹل المغرب کے دروازے میں داخل ہو گئے۔
ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان کاؤنٹر پر سامان ٹھیک
کر رہا تھا

"ہمیں مسٹر داؤد سے ملنا ہے ——— فوراً انہیں پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دو"۔
صفدر نے تیز لہجے میں کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا" ——— کاؤنٹر مین نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی
وہ تیزی سے کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔

"میرے پیچھے آ جاؤ" ——— اس نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے ایک
راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا اس نے دروازے پر مخصوص انداز
میں دستک دی اور پھر اسے کھول کر اندر بڑھ گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے
تھے۔ کمرے میں بستر پر ایک نوجوان لیٹا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے" ــــ اس نے چونک کر کاؤنٹر مین اور ان تینوں کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ چہرے پر درشتی کے آثار ابھر آئے تھے۔

"پرنس آف ڈھمپ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے ــــ جی۔ پی۔ فائیو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے" ــــ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ ــــ وہ خود کہاں ہیں" ــــ؟ داؤد پرنس آف ڈھمپ کے الفاظ سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر زبردست اشتیاق کے آثار ابھر آئے تھے۔

"وہ بعد میں پہنچیں گے" ــــ صفدر نے جواب دیا۔

"تم جاؤ ناٹو کاؤنٹر سنبھالو ــــ اور دیکھو! ــــ انتہائی محتاط رہنا" داؤد نے کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کاؤنٹر مین سر ہلاتے ہوئے تیزی سے واپس چلا گیا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں ــــ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں" ــــ داؤد نے بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔ پی۔ فائیو ہمارے تعاقب میں ہے" ــــ صفدر نے قدرے پریشان لہجے میں کہا۔

"اوہ! ــــ کیا انہوں نے آپ کو ہوٹل میں آتے دیکھا ہے" ــــ؟ داؤد نے چونک کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیرنے لگی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے نہیں دیکھا ــــ بہرحال اتنا ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر ہمیں تلاش کریں گے" ــــ صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ داؤد کچھ کہتا۔ پلنگ کے قریب پڑی میز پر موجود انٹر کام سے ناٹو کاؤنٹر مین کی آواز ابھری۔

"ہاں! ــــ جی۔ پی۔ فائیو اور پولیس کی بہت بڑی تعداد سڑک پر نظر آ رہی ہے ــــ وہ تلاشی لے رہے ہیں"۔

"اوہ! ــــ ٹھیک ہے ــــ تم محتاط رہو" ــــ داؤد نے تیز لہجے میں کہا۔

"آیئے میرے ساتھ ــــ میں آپ کو محفوظ جگہ بھیجنے کا انتظام کرتا ہوں"۔ داؤد نے صفدر وغیرہ سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے باہر آ گئے۔

راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا داؤد دوسرے کونے میں بنے ہوئے ایک دروازے پر آیا اور پھر اس نے دروازے کو دھکیل کر کھول دیا۔ اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ تینوں داؤد کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ مگر یہ کمرہ کی بجائے ایک اور راہداری تھی۔ راہداری کراس کر کے وہ ہوٹل کی پچھلی سمت ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف میلے کپڑوں کے گٹھڑ بکھرے ہوئے تھے جنہیں دو آدمی بڑے بڑے بوروں میں بھر رہے تھے۔

"ساگول" ــــ داؤد نے اندر پہنچتے ہی ایک آدمی سے جو وہاں کام کر رہا تھا مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ــــ ایک قوی ہیکل نوجوان نے ہاتھ روکتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"دیکھو! ــــ ان مہمانوں کو زیرو پوائنٹ پر منتقل کرنا ہے ــــ جی۔ پی۔ فائیو اور پولیس شاید تھوڑی دیر بعد ہوٹل کی تلاشی لے" ــــ داؤد نے کہا۔

"او۔ کے باس! ــــ ابھی لانڈری کا ٹرک آنے والا ہے ــــ میں انہیں میلے کپڑوں کے ساتھ بوروں میں بند کر دیتا ہوں" ــــ ساگول نے جواب دیا

"ٹھیک ہے — جلدی کرو" — داؤد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آیئے جناب" — ساگول نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہ ہو کہ وہ بوروں کی تلاشی لیں اور ہم چوہوں کی طرح پکڑے جائیں" صفدر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں" — داؤد نے کہا۔

اور پھر صفدر آگے بڑھا۔ ساگول نے بڑی پھرتی سے ایک بڑے بورے میں میلے کپڑوں کا ایک گٹھڑ ڈالا اور پھر صفدر بورے میں داخل ہو گیا۔ ساگول نے ایک اور گٹھڑ اٹھا کر صفدر کے اوپر ڈالا اور پھر بورے کا منہ قدرے ڈھیلا کر کے باندھ دیا۔

"کہیں ہمارا دم نہ گھٹ جائے" — کیپٹن شکیل نے پہلی بار کہا۔

"نہیں — ٹرک میں لاد کر ساگول بوروں کا منہ کھول دیگا — اور اس وقت تک کے لئے بوروں میں کافی ہوا موجود ہے" — داؤد نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل دوسرے بورے میں اور تیسرے بورے میں جولیا کو باندھ دیا گیا۔

"انتہائی ہوشیاری سے کام ہونا چاہیئے" — داؤد نے کہا اور ساگول نے سر ہلا دیا۔

"اچھا — میں چلتا ہوں" — داؤد نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے نکل کر واپس راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے فضا میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ پائلٹ کی سیٹ کے ساتھ میجر رالنسن بیٹھا تھا جب کہ اس کے پیچھے عمران اور جوزف کو بٹھایا گیا تھا اور ان دونوں کے پیچھے راجر موجود تھا۔ میجر رالنسن نے اپنا رُخ پیچھے کی طرف کیا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جبکہ راجر ان دونوں کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے بڑے چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

ہیلی کاپٹر جنگی قسم کا تھا کیونکہ اس کی سائیڈوں کا بیشتر حصہ کھلا ہوا تھا۔

"تل ابیب ابھی کتنی دور ہے" — ؟ عمران نے سامنے بیٹھے ہوئے میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خاموش رہو — ورنہ گولی مار دونگا" — میجر نے غصے سے ابلتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بھئی اتنا غصہ آخر کس بات پر دکھا رہے ہو — ؟ میں نے کوئی تمہاری بزرگوار اغوا کر لی ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! — تم خاموش رہو — میں کہتا ہوں خاموش رہو" — میجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ عمران کو یہیں ڈھیر

کر دے۔

"جوزف! — تیار ہو جاؤ — میں سامنے بیٹھے ہوئے میجر کو اٹھا کر باہر پھینکوں گا — اور تم پیچھے بیٹھے ہوئے راجر کو" — عمران نے اب بڑے سنجیدہ لہجے میں قریب بیٹھے جوزف سے اردو میں مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ! — یہ تم کونسی زبان میں بات کر رہے ہو" — پیچھے بیٹھے راجر نے اچانک ریوالور کی نال عمران کی پشت میں گھسیڑتے ہوئے کہا۔

"تم خود شٹ اپ" — اچانک جوزف غصے سے دھاڑتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے رخ پیچھے کی طرف کر لیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ — میں کہتا ہوں" — میجر البن نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ اضطراری طور پر سیٹ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور اس نے اچھل کر پوری قوت سے میجر کی پسلیوں میں ٹکر ماری۔ میجر چونکہ پہلے ہی سیٹ پر کھڑا ہوا تھا اس لئے اچانک لگنے والے شدید دھکے سے سنبھل نہ سکا اور اچھل کر سائیڈ کی کھلی کھڑکی سے باہر فضا میں جا گرا۔

اسی لمحے جوزف نے پیچھے بیٹھے ہوئے راجر پر چھلانگ لگا دی۔ راجر نے بڑی پھرتی سے گولی چلانے کی کوشش کی مگر جوزف توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اس سے جا ٹکرایا اور راجر کو رگیدتا ہوا پیچھے جا گرا۔ ہیلی کاپٹر بری طرح ڈول گیا۔

عمران میجر کو نیچے اچھال کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی طرف مڑا جو منہ اٹھائے ابھی تک سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سے موڑ کر آگے کیئے اور بندھے ہوئے ہاتھوں سمیت پائلٹ کی گردن کو اپنے

"خبردار! — خاموشی سے ہیلی کاپٹر چلاؤ — ورنہ یہیں گردن توڑ دونگا۔" عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

ادھر جوزف راجر کو نیچے پھینک کر پھرتی سے اٹھا اور پھر اسنے بھی دونوں ہاتھ سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے سامنے کئے اور پھر اس کا دو ہتھڑ پوری تیزی سے اٹھتے ہوئے راجر کے سر پر پوری قوت سے پڑا۔ راجر کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ جوزف نے پوری طاقت سے اسکی پسلیوں پر لات ماری اور راجر اچھل کر سائیڈ کے سوراخ میں سے ہوتا ہوا نیچے جا گرا۔ راجر نے اضطراری طور پر ہیلی کاپٹر کی باڈی کو پکڑنے کی کوشش کی — مگر ہیلی کاپٹر اس کے ہاتھ میں نہ آیا اور پھر فضا میں دور تک اس کی طویل چیخ ڈوبتی چلی گئی۔

"جوزف! — ریوالور اٹھا کر لے آؤ" — عمران نے مڑ کر جوزف سے کہا۔ اور جوزف ایک طرف پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر عمران کی طرف بڑھا۔

"دیکھو! — اگر تم شرارت نہ کرنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے — ورنہ یاد رکھو — میں نے پچیس سال پائلٹ کا کام کیا ہے" — عمران نے پائلٹ کی گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"تم — میں وعدہ کرتا ہوں" — پائلٹ نے بھنچی بھنچی آواز میں جواب دیا۔

"اوکے! — ہیلی کاپٹر کو اور اوپر لے جاؤ" — عمران نے کہا اور پھر اس نے دونوں بازو اوپر اٹھا لئے۔

"جوزف! — ہتھکڑی کے جوڑ پر ریوالور کی نال رکھ کر ٹریگر دبا دو" — عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے ہاتھ ایک طرف کر

دیتے۔

جوزف نے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھام کر اس کی نال ہتھکڑی کے جوڑ پر رکھی اور پھر ٹریگر دبا دیا۔

ایک دھماکہ ہوا اور ہتھکڑی ٹوٹتی چلی گئی۔ عمران نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو آزاد کر لئے۔

اور پھر عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ دوسرے لمحے ایک اور دھماکہ ہوا اور جوزف کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے۔

"سیٹ سے اٹھ کر پیچھے آجاؤ" ——— عمران نے ریوالور کی نال پائلٹ کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔

اور پائلٹ کھڑا ہو گیا۔

عمران نے ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ راڈ کو پکڑ لیا اور پھر جیسے ہی پائلٹ پیچھے ہٹا۔ عمران نے پھرتی سے ریوالور جوزف کی طرف بڑھا دیا اور خود پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ——— کیا نام ہے تمہارا" ——— عمران نے مڑ کر پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام روجر ہے" ——— پائلٹ نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور جوزف روجر کے پیچھے ریوالور سنبھالے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

"تل ابیب کتنے فاصلے پر ہے ——— اور تم نے کہاں اترنا تھا" ——— عمران نے پوچھا۔

"صرف پچاس کلو میٹر دور ہے ——— اور ہم نے تل ابیب کے فوجی ہوائی اڈے پر اترنا تھا" ——— پائلٹ نے جواب دیا۔

"ہوں" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھا دی۔

دس منٹ بعد عمران نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹر نیچے آتا گیا۔

"ابھی تل ابیب بیس کلو میٹر دور ہے" ——— پائلٹ نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے ——— میں تل ابیب کے فضائی راڈار پر ظاہر نہیں ہونا چاہتا" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آتا گیا۔ اس کی بائیں طرف ہائی وے تھی جب کہ دائیں طرف دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ ابھی سورج پوری طرح طلوع نہ ہوا تھا اور ہر طرف ملگجی سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

عمران نے ہیلی کاپٹر ایک کھیت کے درمیان میں اتار دیا۔

"نیچے اترو" ——— عمران نے ہیلی کاپٹر کو بند کرتے ہوئے کہا اور پھر خود چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔

پائلٹ بھی نیچے اتر آیا۔ اس کے پیچھے جوزف بھی ریوالور سنبھالے نیچے آ گیا۔ اور اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پائلٹ کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹا اور پائلٹ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور سنبھالا اور پھر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے ہائی وے کی طرف دوڑے۔ اور پھر ابھی وہ ہائی وے پر پہنچے تھے کہ انہیں دور سے ایک مسافر بس اپنی طرف آتی

دکھائی دی۔

عمران نے اُسے روکنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ اور بس ان کے قریب آکر رک گئی۔ عمران اور جوزف پھرتی سے بس میں سوار ہو گئے اور بس تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"ارے یہ کیا ہوا ___ ؟ یہ کار ادھر کیوں مڑ گئی" ___ ؟ پولیس کار میں بیٹھے سارجنٹ نے چونک کر بیک مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے صفدر وغیرہ کی کار کے پیچھے آنے والی دونوں پولیس کاریں بھی تیزی سے ان کے قریب آکر رک گئیں۔

"موڑو ___ جلدی موڑو ___ مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے" ___ سارجنٹ نے چیخ کر ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے تیزی سے کار موڑ دی۔ پیچھے آنے والی کاریں بھی تیزی سے ان کے پیچھے مڑیں اور پھر وہ اس سڑک پر آگئے جہاں صفدر وغیرہ کی کار کھڑی تھی۔

"روکو روکو ___ کار گلی میں موجود ہے" ___ سارجنٹ نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے گھبرا کر فل بریک لگا دیئے۔ پیچھے آنے والی گاڑیوں کے ٹائر بھی

چیختے ہوئے ان کے قریب رک گئے۔

سارجنٹ کار رکتے ہی اچھل کر نیچے آیا اور پھر ریوالور سنبھالے تیزی سے اس گلی میں دوڑتا چلا گیا جہاں پولیس کار موجود تھی۔ کاروں میں موجود دوسرے سپاہی بھی اتر کر اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔

اور دوسرے لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ کیونکہ مجرم غائب تھے اور کار میں سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ کیسے ہو گیا ___ ؟ مجرموں کو تو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں" ___ ؟ سارجنٹ نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صاحب! ___ مجرم انتہائی خطرناک ہیں ___ سنجانے کس طرح انہوں نے یہ چکر چلا دیا ہے جو بظاہر ناممکن ہے ___ مگر اب کیا کیا جائے" ___ ایک اور سپاہی نے کہا۔

"ہمیں فوراً شہر کی ناکہ بندی کرنی چاہیئے ___ مجرم دور نہیں جا سکتے" ___ سارجنٹ نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپس اپنی کار کی طرف دوڑا۔ اس نے وائرلیس آن کیا۔

"ہیلو ہیلو ___ سارجنٹ بوتھم سپیکنگ"۔

"یس ___ آپریشن سٹی انچارج سپیکنگ" ___ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"تین خطرناک مجرم ہماری حراست سے فرار ہو گئے ہیں ___ ان میں ایک عورت اور دو مرد ہیں ___ ہم اس وقت تیئسویں شاہراہ پر موجود ہیں۔ مجرم ابھی ابھی فرار ہوتے ہیں ___ شہر کی مکمل ناکہ بندی کر لیں" ___ سارجنٹ بوتھم نے چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ! ___ کیا یہ وہی مجرم ہیں جو جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر لے جا رہے تھے" ___؟ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں ___ وہی مجرم ہیں ___ انتہائی خطرناک ___ انہوں نے پانچ سپاہی ہلاک کر دیئے ہیں" ___ سارجنٹ بوہتم نے چیخ کر جواب دیا۔

"اوہ ___ میں ابھی آرڈر کرتا ہوں" ___ دوسری طرف سے کہا گیا اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ بوہتم نے تیزی سے کرنل ڈیوڈ سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ___ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ___ دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی سنائی دی۔

"سارجنٹ بوہتم سپیکنگ سر" ___ سارجنٹ بوہتم نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ سارجنٹ ! ___ تم مجرموں کو لے کر ابھی تک ہیڈکوارٹر نہیں پہنچے" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ! ___ مجرم فرار ہو گئے ہیں ___ انہوں نے ایک پولیس کار کے پانچ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور تیئسویں شاہراہ پر اتر کر غائب ہو گئے ہیں" سارجنٹ بوہتم نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ___ مجرم فرار ہو گئے ہیں ___ ؟ کیا تمہارا دماغ درست ہے" ___ کرنل ڈیوڈ نے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جناب ! ___ ہم نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی تھیں ___ مجرموں کی کار سے آگے میری کار تھی ___ اور ان کے پیچھے دو پولیس کاریں تھیں ___ تل ابیب سے پچاس کلومیٹر دور ہم نے گاڑیاں روکیں ا

انہیں چیک کیا گیا ___ وہ موجود تھے۔ پھر ہم چل پڑے ___ تیئسویں شاہراہ کے قریب اچانک مجرموں والی کار شاہراہ کی طرف مڑ گئی۔ ہم ان کے اس طرح روٹ بدلنے پر حیران رہ گئے ___ بہرحال ہم ان کے پیچھے گئے تو شاہراہ کی چوتھی گلی میں کار موجود تھی مگر کار میں موجود پانچوں سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ___ مجرموں کی ہتھکڑیاں ٹوٹی پڑی تھیں ___ اور مجرم غائب تھے" سارجنٹ بوہتم نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"ناممکن ___ بالکل ناممکن ___ پانچ مسلح سپاہیوں کو ہلاک کر دینا ___ کار پر قبضہ کرنا ___ ہتھکڑیاں توڑ دینا اور غائب ہو جانا ___ یہ کیسے ہو سکتا ہے" ___ ؟ کرنل ڈیوڈ کی آواز یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ نیند کے عالم میں بول رہا ہو۔

"اسی بات پر تو ہم حیران ہیں ___ سٹی آپریشن انچارج کو میں نے مطلع کر دیا ہے ___ وہ شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں" ___ سارجنٹ بوہتم نے کہا۔

"ہوں ! ___ یہ مجرم ہماری توقع سے کچھ زیادہ ہی خطرناک ہیں ___ اچھا تم وہیں پھیل جاؤ اور ہر آدمی کی نگرانی کرو ___ میں خود وہیں آ رہا ہوں ___ ہمیں اگر ایک ایک مکان کی تلاشی لینی پڑی تو ہم لیں گے" ___ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ نے ابھی ریسیور رکھا ہی تھا کہ پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں۔ اور پھر تو جیسے پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کی گاڑیوں کا تانتا بندھ گیا۔ تیئسویں شاہراہ اور اس کے اردگرد کے تمام علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ چپے چپے پر پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمی پھیلتے چلے گئے۔

اور پھر چند لمحوں بعد سُرخ رنگ کی کار میں کرنل ڈیوڈ بھی وہاں پہنچ گیا۔ جی۔پی۔ فائیو کے تین سیکنڈ چیف بھی اس کے ہمراہ تھے۔

"مجرموں کا پتہ چلا" ——— کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ بوتھم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں جناب" ——— سارجنٹ نے جواب دیا۔

"سر! ——— میرا خیال ہے کہ مجرموں نے فوری طور پر کسی ہوٹل میں پناہ لی ہو گی اور تینتیسویں شاہراہ پر عربوں کا ایک ہی ہوٹل ہے 'الغرب ہوٹل'" ——— ایک سیکنڈ چیف نے کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی ایک آدمی کو لئے وہاں آ گیا۔

"جناب! ——— اس آدمی نے ایک عورت اور دو آدمیوں کو اس گلی سے نکل کر ہوٹل الغرب میں جاتے دیکھا ہے" ——— سپاہی نے کہا۔

"اوہ" ——— سب کی نظریں اس آدمی پر جم گئیں۔

"جناب! ——— میں دودھ سپلائی کرتا ہوں ——— میں سامنے والی بلڈنگ سے اتر رہا تھا کہ میں نے اس گلی میں سے ایک عورت اور دو آدمیوں کو تیزی سے سڑک پار کر کے ہوٹل الغرب میں داخل ہوتے دیکھا ہے" ——— اس آدمی نے جواب دیا۔

"ہوٹل کا محاصرہ کر لو ——— مکمل محاصرہ" ——— کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور سپاہی تیزی سے ہوٹل کی طرف دوڑتے چلے گئے۔

"میرے ساتھ آؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں اور سارجنٹ بوتھم سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ہوٹل الغرب میں داخل ہو گئے۔

کاؤنٹر پر ناٹو تولیں صاف کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے چونک کر کرنل ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"کرنل ڈیوڈ چیف آف جی۔ پی۔ فائیو" ——— کرنل ڈیوڈ نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ج ——— جی ——— جی ——— فرمایئے" ——— ناٹو کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"تین مجرم ابھی ابھی اس ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں ——— وہ کہاں ہیں" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے ناٹو کا گریبان پکڑتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"م ——— مجرم ——— ج ——— جناب! ——— میں تو چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں ——— یہاں کوئی آدمی نہیں آیا جناب" ——— ناٹو نے انتہائی خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"کتے کے بچے! ——— جھوٹ بول رہے ہو ——— ہمارے آدمیوں نے انہیں خود یہاں آتے دیکھا ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— میں سچ کہہ رہا ہوں جناب" ——— ناٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کا مالک کہاں ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے کہا۔

"جی جناب! ---- وہ اپنے کمرے میں ہیں" ---- ناٹو نے جواب دیا اور اسی لمحے راہداری کے دروازے سے داؤد اندر داخل ہوا۔

"مالک آگئے" ---- ناٹو نے داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم اس ہوٹل کے مالک ہو" ---- ؟ کرنل ڈیوڈ نے سخت لہجے میں داؤد سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں جناب ---- فرمایئے" ---- داؤد نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ہوٹل میں تین خطرناک مجرم داخل ہوئے ہیں" ---- کرنل ڈیوڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے ہوٹل میں ---- ؟ کیوں ناٹو! ---- کوئی آیا ہے" ---- ؟ داؤد نے حیران ہوتے ہوئے ناٹو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں جناب! ---- میں چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں ---- ابھی تک کوئی ہوٹل میں داخل نہیں ہوا" ---- ناٹو نے جواب دیا۔

"جناب! ---- اگر کوئی داخل ہوتا تو ناٹو کی نظروں سے اوجھل نہ رہتا۔ ویسے آپ پورے ہوٹل کی تلاشی لے لیں جناب" ---- داؤد نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ---- ہوٹل کی تلاشی لو ---- ایک ایک کمرہ ---- غسل خانے ---- راہداریاں ---- چھتیں ---- سٹور ---- باورچی خانہ ---- ہر جگہ مکمل طور پر چیک کرو" ---- کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ بوتھم اور دوسرے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر وہ سب تیزی سے ہوٹل میں پھیلتے چلے گئے۔

"دیکھو مسٹر داؤد! ---- یہ مجرم انتہائی خطرناک ہیں اور انہوں نے عظیم اسرائیل کو خوفناک نقصان پہنچایا ہے ---- اس لئے بہتر یہی ہے کہ اگر یہ لوگ یہاں آئیں تو ہمیں بتا دو ---- دوسری صورت میں اگر ہم نے انہیں تمہارے ہوٹل سے برآمد کر لیا تو پھر تم بھی اتنے ہی مجرم گردانے جاؤ گے" ---- کرنل ڈیوڈ نے داؤد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ---- آپ یقین کریں مجرم یہاں نہیں آئے ---- ورنہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ انہیں پناہ دیں" ---- داؤد نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی دوڑتا ہوا کرنل ڈیوڈ کے قریب آیا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"جناب! ---- عقبی گلی میں ابھی ابھی لانڈری کا ایک ٹرک آیا ہے اور ہوٹل سے میلے کپڑوں کے بورے اس میں لادے جا رہے ہیں ---- میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں ---- شاید ----" سپاہی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ---- انہیں ضرور چیک ہونا چاہیئے ---- ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے" ---- کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب! ---- یہ تو روز کا معمول ہے ---- ویسے آپ بے شک انہیں چیک کر لیں" ---- داؤد نے اسی طرح مطمئن لہجے میں کہا مگر اس کی آنکھوں میں تشویش کی ہلکی سی جھلکیاں تیرنے لگی تھیں۔

"آؤ ہمارے ساتھ آؤ" ---- کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ داؤد کی رہنمائی میں چلتے ہوئے چند لمحوں میں اس کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ عقبی گلی

میں کھلتا تھا۔

دروازے کے سامنے ایک بہت بڑا ٹرک کھڑا تھا جس پر شہر کی مشہور
لانڈری کا نام بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ٹرک کا ڈرائیور دروازے کے
قریب خاموش کھڑا تھا اور کمرے میں دس بڑے بڑے بورے موجود تھے
کے قریب ہی ہوٹل کے دونوں ملازم بھی موجود تھے۔ وہ سب خاموش کھڑے
کیونکہ پولیس نے انہیں ٹرک میں بورے لادنے سے منع کر دیا تھا۔

"یہ تمام بورے میلے کپڑوں سے بھرے ہوئے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے
بڑے مشکوک انداز میں بورے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں" ——— داؤد نے مختصر سا جواب دیا۔

"ہوں! ——— ان بوروں کے ذریعے بڑی آسانی سے مجرموں کو یہاں سے
نکالا جاسکتا ہے ——— ان بوروں کو کھولو اور تمام کپڑے باہر نکالو"
کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جناب گستاخی معاف ——— ان تمام بوروں کو خالی کرنے اور دوبارہ بھرنے
میں پانچ چھ گھنٹے لگ جائیں گے ——— اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ ایک
بورے چیک کرلیں تاکہ آپ کا اطمینان ہو جائے ——— اور آپ کا اور ہمارا
بھی ضائع نہ ہو" ——— داؤد نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ——— تمہاری بات درست ہے ——— مگر میں اپنی مرضی سے
بوروں کا انتخاب کروں گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے
ہوتے کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُسے یقین ہو گیا
مجرم انہی بوروں میں ہیں۔

"بالکل جناب! ——— ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے" ——— داؤد

جواب دیا۔ مگر اس کی آنکھوں میں الجھنوں کی جھلکیاں کچھ زیادہ ہی نمایاں
ہوگئی تھیں۔

"یہ دوسرا بورا کھولو" ——— کرنل ڈیوڈ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے
ایک بورے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہاں موجود ملازموں نے تیزی سے بورا کھول کر اس میں سے
میلے کپڑے نکالنے شروع کر دیئے۔

تقریباً دس منٹ بعد بورا خالی ہو چکا تھا۔

داؤد بڑے اطمینان سے کھڑا تھا جب کہ کرنل ڈیوڈ کے ساتھ آنے والے
مسلح سپاہی بورا کھلتے وقت چوکنے ہوگئے تھے۔ پھر آخر میں بورے کو
جھاڑا گیا۔

"ہوں! ——— اب یہ دروازے کے پاس پڑا ہوا بورا کھولو" ——— کرنل ڈیوڈ
نے اس بار الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید اس کا یقین متزلزل ہو گیا تھا۔

اور ملازم اس بورے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو! ——— اس طرح ہمارا بہت وقت ضائع ہوگا ——— مارکو" ——— کرنل
ڈیوڈ نے ملازم کو روکا اور پھر قریب کھڑے سیکنڈ چیف سے مخاطب ہوا۔

"یس کرنل" ——— مارکو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ تیز سوائے کر ان بوروں میں مارا جائے ——— اگر
مجرم ان میں چھپے ہوں گے تو پتہ چل جائیگا" ——— کرنل ڈیوڈ نے جوشیلے لہجے
میں کہا جیسے اس نے انتہائی شاندار ترکیب سوچی ہو۔

"آپ کی تجویز بے حد مناسب ہے" ——— مارکو نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا

"مگر جناب! ــــ اس طرح کپڑے ضائع ہو جائیں گے ــــ اور یہ کپڑے ہمارے گاہکوں کے ہیں ــــ ہمیں کافی سے زیادہ ہرجانہ ادا کرنا پڑیگا" ــــ داؤد نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ــــ ہرجانے کا بل جی۔پی۔فائیو کو بھیج دینا ــــ تم سُوا لے کر آؤ جلدی" ــــ کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اب داؤد مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک ملازم کو باورچی خانے سے برف توڑنے والا سُوا لانے کے لئے کہا جو ملازم نے تھوڑی دیر میں لاکر پیش کر دیا۔

"سارجنٹ بوتھم" ــــ کرنل ڈیوڈ نے سُوا ہاتھ میں لیتے ہوئے کمرے میں موجود سارجنٹ بوتھم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سُوا لو ــــ اور ان بوروں میں مار کر دیکھو" ــــ کرنل ڈیوڈ نے حکم دیا اور سارجنٹ بوتھم نے تیزی سے آگے بڑھ کر کرنل ڈیوڈ کے ہاتھ سے سُوا لے لیا اور پھر وہ تیزی سے بوروں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس نے ایک بورے کے قریب جاکر درمیان میں پوری قوت سے سُوا دستے تک مارا اور پھر باہر کھینچ لیا۔

داؤد کو اپنے آپ پر قابو پانے میں بڑی مشکل ہو رہی تھی کیونکہ اب صفدر اور اس کے ساتھیوں کی نشاندہی یقینی ہو چکی تھی۔ موت اس کی نظروں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

ادھر سارجنٹ بوتھم تیزی سے بورے کے چاروں طرف سُوئے مار رہا تھا اور پھر اس سے مطمئن ہو کر وہ دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل ڈیوڈ کے چہرے پر ایسا اشتیاق تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے انسانی چیخ سننے کا منتظر ہو۔ مگر دوسرے بورے میں سُوئے مارنے کے باوجود کچھ نہ ہوا اور سارجنٹ بوتھم تیزی سے تیسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں ایک عجیب پُراسرار سی خاموشی طاری تھی۔ سارجنٹ بوتھم اپنے کام میں تیزی سے مصروف تھا۔

اور پھر کھلنے والے بورے کے سوا کمرے میں تین بورے باقی رہ گئے تھے جن پر سُوا نہیں آزمایا گیا تھا اور اب داؤد کو یقین ہو گیا تھا کہ صفدر اور اس کے ساتھی انہی تین بوروں میں ہیں۔

سارجنٹ بوتھم نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے بورے میں سُوا مارا اور داؤد نے سانس روک لیا۔ مگر دوسرے لمحے جب کوئی چیخ سنائی نہ دی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھوڑی ہو گئیں۔

سارجنٹ بوتھم نے اس بورے پر بھی چاروں طرف سے سُوا بازی کی اور پھر دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں بھی سُوا بازی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اب ایک بورا باقی رہ گیا تھا اور سارجنٹ بوتھم نے ایک طویل سانس لیکر اس پر سُوا آزمایا۔ مگر کچھ نہ ہوا اور پھر وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

"جناب! ــــ ان بوروں میں کچھ نہیں ہے ــــ ورنہ چیخ ضرور بلند ہوتی" ــــ سارجنٹ بوتھم نے کہا۔

"ہاں! ــــ واقعی ہم نے وقت ضائع کیا ہے ــــ اگر مجرم چیختے نہ تو کم از کم سُوئے پر خون ضرور لگا ہوا ہوتا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"جناب! ــــ آپ ہمیں کوئی چیک پاس دیدیں تاکہ ٹرک کو راستے میں روکا نہ جاسکے کیونکہ پہلے ہی کافی وقت ہو گیا ہے" ــــ داؤد نے کہا۔

"ہاں! ــــ ٹھیک ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے جیب سے ایک سُرخ رنگ

کا کارڈ نکالا اور اس پر چیکڈ لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے

"جناب! —— ہم نے پورا ہوٹل چھان مارا ہے —— کوئی مشکوک موجود نہیں ہے" —— اسی لمحے تلاشی لینے والوں کے انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا مسٹر داؤد! —— تکلیف دہی کے لئے معذرت —— ہمیں ر[illegible] غلط رپورٹ ملی تھی —— بہرحال میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ آپ کپڑ[illegible] ہرجانے کا بل بھجوا دیں" —— کرنل ڈیوڈ نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا اور عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھی بھی ایک ایک کر کے باہر نکل چلے گئے۔

اب کمرے میں داؤد اور اس کے دو ملازم باقی رہ گئے تھے جب کہ لانڈری کا ڈرائیور ابھی تک باہر کھڑا تھا۔

داؤد کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے۔ پاس اس نے ہا[illegible] پکڑا ہوا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا —— ؟" داؤد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جناب! —— میں نے پولیس کے آنے سے پہلے ہی مہمانوں کو نکال[illegible] وہ اس تہہ خانے میں ہیں —— مجھے یقین تھا کہ پولیس ان بوردوں کو ضرور چیک کریگی" —— ملازم ساگول نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں ا[illegible] ذہانت پر چمک رہی تھیں۔

"ویری گڈ! —— تم نے کمال عقلمندی سے کام لیا ہے —— ورنہ میں بری طرح پریشان ہو گیا تھا —— ٹھیک ہے —— اب انہیں بوردوں میں دوبارہ ڈالو اور زیرو پوائنٹ پر پہنچا دو" —— داؤد نے ایک طویل سانس

ہوئے کہا اور پاس ساگول کی طرف بڑھا دیا۔

"جناب" —— ساگول نے کہا۔

"مسٹر ڈرائیور! —— تم یہاں کھڑے کھڑے تھک گئے ہو گے —— پولیس والوں نے خواہ مخواہ پریشان کر دیا ہے —— جب تک یہ بورے بھرے جائیں۔ تم میرے ساتھ آؤ —— میں تمہیں کافی پلواتا ہوں" —— داؤد نے باہر کھڑے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ جناب! —— بہت بہت شکریہ" —— کافی کا سن کر ڈرائیور کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ کمرے میں آگیا۔ اور داؤد اسے اپنے ہمراہ لئے واپس ہال میں آگیا۔

"ناٹو! —— انہیں کافی کا پیالا دو —— اور سنو! —— اچھی سی بنا کر دینا" داؤد نے کاؤنٹر پر موجود ناٹو سے مسکراتے ہوئے کہا اور ناٹو نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

ڈرائیور اچھل کر سٹول پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناٹو نے کافی کا بڑا سا پیالا ڈرائیور کے سامنے رکھ دیا اور وہ اسے مزے لے لیکر پینے لگا۔ یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اتنے بڑے ہوٹل کا مالک اسے مفت کافی پلا رہا تھا اور وہ ایسا شاندار موقع بھلا کیسے گنوا سکتا تھا۔

پھر جیسے ہی ڈرائیور نے پیالا خالی کیا۔ ناٹو نے ایک بار پھر پیالا بھر دیا۔

"دل کھول کر پیو دوست! —— ہمارا مالک کبھی کبھی ہی موڈ میں آتا ہے" ناٹو نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور کی خوشی سے باچھیں کھل اٹھیں۔

"اوہ! —— بہت بہت شکریہ! —— آج صبح کا آغاز بڑے دلکش انداز

میں ہو رہا ہے" ——— ڈرائیور نے ہنستے ہوئے کہا اور نالو بھی ہنس پڑا
تھوڑی دیر بعد جب ڈرائیور نے دوسرا پیالا ختم کیا تو اسی لمحے ساگول
میں داخل ہوا۔

"آیئے جناب! ——— ہم نے بورے ٹرک میں لاد دیئے ہیں" ——— ساگول
نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک بار
نالو کا شکریہ ادا کیا اور پھر ساگول کے ساتھ بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد ڈرائیور ساگول کے ساتھ عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ اس نے
ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جب کہ ساگول اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
ٹرک تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

جب وہ بڑی شاہراہ پر پہنچے تو انہیں ہر طرف پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو
کے آدمی نظر آئے۔ ہر سواری کو جگہ جگہ روک کر چیک کیا جا رہا تھا۔ ان کے
ٹرک کو بھی روکا گیا۔ مگر کرنل ڈیوڈ کا چیکڈ پاس دیکھ کر وہ اسے آگے
بڑھنے کا اشارہ کر دیتے۔

مختلف شاہراؤں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی ٹرک ایک مضافاتی کالونی کے
درمیان سے گزرنے لگا۔ اچانک ساگول نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یار! ——— میرا ایک کام کر دو گے ——— سامنے والی کوٹھی میں میرا
ایک دوست رہتا ہے۔ اس سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں ——— تم صرف
پانچ منٹ کے لئے ٹرک اندر لے چلو ——— میں اس سے بات کر لوں پھر واپس
چلے چلیں گے" ——— ساگول نے جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر ڈرائیور
کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— اس کی کیا ضرورت تھی ——— ؟ بہرحال مجھے کیا اعتراض ہو سکتا

ہے" ——— ڈرائیور نے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا اور اس نے بڑی تیزی سے
نوٹ جیب میں ڈال لیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرک کو کوٹھی کے گیٹ کی طرف
موڑ دیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ٹرک کو سیدھا اندر لیتا چلا گیا۔

یہاں پورچ میں دو آدمی موجود تھے۔ جنہوں نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا۔
"مسٹر رابرٹ اندر ہیں" ——— ؟ ساگول نے نیچے اترتے ہوئے ایک آدمی سے
مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی اسے مخصوص انداز میں آنکھ ماردی۔

"جی ہاں! ——— وہ اندر ہیں ——— آپ چلے جائیں" ——— جواب میں اس
آدمی نے بھی آنکھ سے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ یار! ——— تم بھی آجاؤ ——— یہاں اکیلے بیٹھ کر کیا مکھیاں مارو گے" ———
ساگول نے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

اور ڈرائیور ہنستا ہوا ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

ساگول اسے لئے ہوئے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک کمرے میں ایک نوجوان
کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ وہ ساگول کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ ساگول! ——— تم اس وقت کیسے آ ٹپکے" ——— ؟ نوجوان نے بڑے
بے تکلفانہ انداز میں ساگول سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر رابرٹ میرے دوست ——— اور یہ حبیب لانڈری کے مسٹر ——— "
ساگول نے ڈرائیور کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بولیئے آگم" ——— ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے
بڑھا دیا۔

اور پھر رسمی فقروں کے بعد رابرٹ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔

"نہیں! ——— ہمیں بہت جلدی ہے ——— میں صرف اس لئے آیا تھا کہ تمہیں

بتا دُوں کہ ماریا نے رقم دینے سے انکار کر دیا ہے ——— اس کا کہنا ہے کہ وہ رابرٹ سے خود بات کرے گی" ——— ساگول نے کہا۔

"اوہ! ——— اچھا ٹھیک ہے ——— مگر اتنی بات تو تم ٹیلیفون پر بھی کہہ سکتے تھے" ——— رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہوٹل سے کئی بار تمہارا نمبر ملایا ——— مگر ہر بار انگیج ہی ملا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ راستے میں تمہیں خود ہی بتا دُونگا ——— ورنہ تم انتظار کرتے رہو گے" ——— ساگول نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں! ——— میں ذرا مصروف تھا ——— اچھا بیٹھو! ——— میں کچھ پینے کے لئے منگواتا ہوں" ——— رابرٹ نے جواب دیا۔

"ارے نہیں! ——— ہمیں جلدی ہے ——— پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے اچھا اجازت ——— بائی بائی" ——— ساگول نے کہا اور پھر ڈرائیور نے بھی رابرٹ سے مصافحہ کیا اور وہ دونوں باہر آگئے۔

چند لمحوں بعد ٹرک واپس کوٹھی سے نکل کر سڑک پر آگیا۔ اب ساگول کے چہرے پر اطمینان کے گہرے تاثرات چھائے ہوئے تھے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہمالہ بحفاظت کوٹھی میں اتار لئے گئے ہوں گے اور اب وہ مکمل طور پر محفوظ تھے۔

کرنل ڈیوڈ پر ایک بار پھر وحشت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے بال پریشان تھے، آنکھوں میں وحشت تھی اور وہ بار بار دانتوں سے اپنے ہونٹوں کو کاٹ رہا تھا جیسے انہیں کاٹ کر کھا جائے گا۔

اس وقت وہ اپنے مخصوص کمرے میں تھا۔ سارے شہر میں مجرموں کی تلاش بڑے بھرپور انداز میں جاری تھی۔ مگر ابھی تک کہیں سے کوئی امید افزا رپورٹ نہیں ملی تھی۔

مجرم گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو گئے تھے۔

اچانک کرنل ڈیوڈ کو ایک خیال آیا اور وہ بری طرح اچھل پڑا۔ وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور اس نے میز کی دراز کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکوینسی سیٹ کر کے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو راکی ایئرپورٹ۔ اوور" ——— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ آف جی۔ پی۔ فائیو ——— ہیلی کاپٹر مجرموں کو لے کر پہنچ گیا۔ اوور" ——— کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

" نہیں جناب ! — ہم لوگ بھی کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے آدھ گھنٹہ پہلے پہنچ جانا چاہیئے تھا، اوور" — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

" اوہ ! — کیا ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ اوور" — ؟ ڈیوڈ کے چہرے پر جیسے بھونچال سا آگیا تھا۔

" نہیں جناب ! — بلکہ ہم نے تو کوشش کی ہے — مگر دوسری طرف سے کوئی جواب ہی نہیں آ رہا۔ اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے بٹن آف کر دیا۔

اور پھر کرنل ڈیوڈ کا ہاتھ تیزی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی۔ کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے رسیور اٹھا لیا۔

" یس " — کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

" جناب ! — میں جی۔ پی۔ خائیو سے تھرمین ہنڈرڈ بول رہا ہوں — شہر سے باہر کھیتوں میں ایک ہیلی کاپٹر موجود ہے — جس کے قریب ہی اس کا پائلٹ بیہوش پڑا ہے " — دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

" اوہ ! — ہیلی کاپٹر کا نمبر کیا ہے " — ؟ کرنل ڈیوڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

" جناب ! — وہ تو میں نے دیکھا نہیں — ابھی مجھے ایک کسان نے اطلاع دی تو میں دستہ لیکر وہاں پہنچا — اور اب آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں " — دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے پوری قوت سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔ اور خود کرسی پر نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے کسی جواری نے اپنی آخری پونجی

بک جوئے میں ہار دی ہو۔

وہ چند لمحے کرسی پر بیٹھا آنکھیں بند کئے سوچتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

" اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں — یہ مجرم ہمارے قابو میں نہیں آسکتے — ہمارے لئے یہ ناقابلِ تسخیر مجرم بن چکے ہیں " — نمبر ڈائل کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

" ریڈ آرمی "

" کرنل ڈیوڈ سپیکنگ — کون بول رہا ہے " — کرنل ڈیوڈ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

" اوہ کرنل ڈیوڈ ! — کیا بات ہے — آپ بیحد پریشان معلوم ہو رہے ہیں میں کرنل ہیمرخ ہوں — آپنے میری آواز ہی نہیں پہچانی " — ؟ دوسری طرف سے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

" کرنل ہیمرخ ! — پلیز فوراً میرے پاس آجاؤ — ایک لمحہ ضائع کئے بغیر " — کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

کرنل ہیمرخ اسرائیل کی انتہائی خفیہ تنظیم ریڈ آرمی کا سربراہ تھا۔ اس کی تنظیم صرف ملک کے صدر کے سامنے براہِ راست جوابدہ تھی اور اسے اس وقت استعمال کیا جاتا تھا جب کسی مسئلے کے حل کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو۔ ریڈ آرمی انتہائی منظم تنظیم تھی۔ اور اس کے وسائل بے پناہ تھے۔ ریڈ آرمی صرف دس افراد پر مشتمل تھی۔ مگر یہ دسوں آدمی پورے ملک میں سب سے زیادہ ذہین — چالاک — عیار — بہادر — دلیر — بے جگر — اور

سفاک سمجھے جاتے تھے۔ اور آج تک کوئی ایسا کام نہ تھا جسے انہوں نے حل نہ کر لیا ہو۔ اسی لئے اب کرنل ڈیوڈ نے آخری چارہ کار کے طور پر انہیں آگے لے آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گو یہ جی۔ پی۔ فائیو کی ایک لحاظ سے شکست تھی اور کرنل ڈیوڈ کی کارکردگی پر ایک زبردست تھپیڑ تھا۔ مگر مجرموں نے جس انداز میں جی۔ پی۔ فائیو جیسی تنظیم کو پے در پے شکستیں دی تھیں اس پر کرنل ڈیوڈ مجبور ہو گیا تھا کہ ریڈ آرمی کو بھی ساتھ ملا لے۔ اسے یقین تھا کہ جو کام دس ہزار افراد پر مشتمل جی۔ پی۔ فائیو سرانجام نہیں دے سکی وہ ریڈ آرمی کے دس افراد یقیناً پورا کر لیں گے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل مگر انتہائی سمارٹ جسم کا مالک نوجوان اندر داخل ہوا۔

یہ ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرخ تھا جس کا شاندار ریکارڈ اسکی ذہانت دلیری اور بے جگری کا بیّن ثبوت تھا۔

"آؤ کرنل بیٹھو" —— کرنل ڈیوڈ نے بڑے ڈھیلے انداز میں کرسی سے اٹھکر کرنل ہیمرخ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کرنل ڈیوڈ —— ؟ میں نے آج سے پہلے تمہیں اس حال میں کبھی نہیں دیکھا" —— کرنل ہیمرخ کے چہرے پر واقعی حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

"مسئلہ ہی ایسا آن پڑا ہے کہ میں بے بس ہو کر رہ گیا ہوں —— آخر میں نے شکست تسلیم کر لی ہے اور تمہیں بُلا لیا" —— کرنل ڈیوڈ نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں —— ہماری تنظیمیں عظیم اسرائیل کی بقا اور بہبود کے لیے ہیں —— اس میں شکست اور فتح کا کیا تعلق" —— ؟ کرنل ہیمرخ نے بڑے فراخدلانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل ہیمرخ! —— اب سے چار روز قبل ہمیں اطلاع ملی کہ پانچ مشکوک آدمی صحرائے زدبی کو عبور کر کے سرحدی بستی آسلم میں داخل ہوئے ہیں —— ہم نے انہیں چیک کرنے کے لیے پکڑنا چاہا —— مگر وہ ہمارا گھیرا توڑ کر ایک جیپ اور پانچ آدمی ہلاک کر کے ہماری جیپ پر ہی نکل بھاگے —— پھر انہوں نے ایک چیکنگ چوکی پر موجود سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور کمبرگ پہنچ گئے —— ہم نے کمبرگ کی ناکہ بندی کی مگر مجرموں نے کمبرگ ڈیم کو تباہ کر دیا —— جس سے پورے کمبرگ میں شدید افراتفری پھیل گئی اور مجرم اس افراتفری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے گھیرے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے" —— کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! —— اتنے خوفناک مجرم ہیں وہ —— انہوں نے واقعی ذہانت سے کام لیا —— میں نے بھی ڈیم کی تباہی کی خبر سُنی تھی۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مجرمانہ سازش کے تحت ہوا ہے" —— کرنل ہیمرخ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کمبرگ سے نکل کر مجرم پل کراس کر کے حیفہ آ گئے —— اتنے میں ہمارے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ کمبرگ میں ایک کیفے کے مالک نے ایک کار پانچ آدمیوں کے حوالے کی ہے —— ہم مشکوک ہو گئے —— ہم نے حیفہ کے باہر چیکنگ پوسٹ قائم کی۔ کیونکہ ہمارے خیال کے مطابق اتنے وقت میں مجرم حیفہ پہنچے ہوں گے۔ وہاں وہ مشکوک کار پکڑی گئی —— اس کار میں تین مجرم تھے جب کہ دو غائب تھے —— ان تینوں مجرموں کو یہاں لایا جا رہا تھا کہ مجرموں نے چیکنگ پارٹی کے

آدمیوں کو قتل کر دیا اور کار لے اُڑے ــــ ادھر باقی دو مجرموں نے حیفہ کا پل اڑا دیا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" اوہ! ــ تو حیفہ کا پل ان مجرموں نے اڑایا ہے ــ ویری بیڈ" ــ کرنل ہیمرخ اچھل پڑا۔

" سنو! ــ وہ تینوں مجرم بعد میں ٹریس کر لئے گئے کہ وہ نازاری ایکسپریس پر سوار ہوتے ہیں ــ جی، پی، فائیو کا ایک دستہ ٹرین پر پہنچ گیا ــ مگر مجرموں نے بھری ٹرین میں انہیں قتل کر دیا اور خود انجن پر قبضہ کر لیا۔ وہاں انہوں نے ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کو چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا جن کی لاشیں بعد میں ملیں ــ یہ شکر ہے کہ مجرموں نے اس ٹرین کو تباہ نہیں کیا ــ بلکہ انہوں نے گاڑی کی رفتار آہستہ کی اور نیچے اُتر گئے۔ اور ٹرین آٹومیٹک سسٹم کی وجہ سے اگلے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے رک گئی ــ وہ تینوں مجرم قریبی گاؤں میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے ایک کار چوری کی۔ مگر ہمیں بروقت پتہ چل گیا ــ ہم نے انہیں راستے میں چیک کر کے گرفتار کر لیا، اور چار پولیس کاریں انہیں لے کر یہاں آنے لگیں ــ مگر تل ابیب پہنچ کر اچانک انہوں نے کار تیئیسویں شاہراہ پر موڑ دی اور پھر کاریں موجود پانچ آدمیوں کو قتل کر کے وہ نکل بھاگے اور اب تک غائب ہیں جبکہ پورے شہر میں ان کی شدید تلاش ہو رہی ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ! ــ واقعی خوفناک مجرم ہیں یہ" ــــ کرنل ہیمرخ کے چہرے پر حیرت کے آثار بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

" اُدھر جن دو مجرموں نے پل اڑایا تھا ــــ وہ بھی ایک مخبری کی بنا پر پکڑے

گئے ــــ انہیں ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں لایا جا رہا تھا اور ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شہر سے باہر کھیتوں میں ہیلی کاپٹر موجود ہے ــــ پائلٹ باہر بیہوش پڑا ہے ــــ اور مجرم غائب ہیں" ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ پانچوں مجرم گرفتار ہونے کے باوجود نکل بھاگے۔ اور وہ پانچوں اس وقت تل ابیب میں موجود ہیں" ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

" ہاں! ــ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ ان خوفناک اور خطرناک مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے ریڈ آرمی کو کام میں لے آؤ ــــ کیونکہ یہ جی، پی، فائیو کے بس کے معلوم نہیں ہوتے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

" ٹھیک ہے ــــ میں اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں ــ مگر ان مجرموں کا مقصد کیا ہے ــــ؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی" ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

" معلوم نہیں! ــ بس جو اہم چیز سامنے آتی ہے وہ تباہ کر دیتے ہیں۔ نجانے ان کا اصل مشن کیا ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ویسے ایک بات ہے کرنل ڈیوڈ! ــــ مجھے یہ لوگ عام مجرم معلوم نہیں ہوتے ــ عام مجرم اتنی ذہانت ــ دلیری ــ اور بے جگری سے کام نہیں کرتے" ــــ کرنل ہیمرخ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" ہاں! ــــ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے ــــ تمہیں ایک اور بات بتا دوں ہمارے فارن سیکشن نے یہ اطلاع دی تھی کہ شاکر سرات نے پاکیشیا کے دورے کے دوران وہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے خصوصی ملاقات کی

تھی" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ایکسٹو سے ـــــــ کیا تم صحیح کہہ رہے ہو" ـــــــ کرنل ہیمرخ یوں کرسی پر سے اچھل پڑا جیسے کرسی میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔

"ہاں ہاں! ـــــــ مجھے یہی رپورٹ ملی تھی ـــــــ کیوں کیا ہوا ـــــــ کیا تم ایکسٹو کو جانتے ہو" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"خدا کی پناہ! ـــــــ اگر یہ مجرم ایکسٹو ٹیم کے ممبر ہیں تو پھر سمجھو کہ اب اسرائیل کا خدا ہی حافظ ہے" ـــــــ کرنل ہیمرخ کا چہرہ بجھ سا گیا۔

"کیا مطلب ـــــــ میں سمجھا نہیں" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مائی ڈیر کرنل! ـــــــ تمہیں شاید معلوم نہیں ـــــــ ایک خصوصی مشن پر ریڈ آرمی دو سال پہلے پاکیشیا گئی تھی ـــــــ مگر جانتے ہو اس مشن کا کیا حشر ہوا تھا ـــــــ ریڈ آرمی کے نو بہترین آدمی ایکسٹو کے ہاتھوں مارے گئے اور میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگا ـــــــ اور پھر یہاں آکر میں نے نئے سرے سے ریڈ آرمی ترتیب دی" ـــــــ کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــــــ آخر یہ لوگ کس انداز میں کام کرتے ہیں" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم انہی مجرموں کو لے لو ـــــــ انہوں نے اتنا بڑا ڈیم تباہ کر دیا ـــــــ عظیم پل اڑا دیا ـــــــ دو تین بار گرفتار ہو کر نکل بھاگے ـــــــ حالانکہ وہ غیر ملکی ہیں اب ظاہر ہے کہ اپنے ملک میں انہیں مزید سہولتیں مہیا ہوں گی ـــــــ وہاں ان کی کارکردگی کا کیا عالم ہو گا" ـــــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ یہ مجرم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"تمہاری رپورٹ ـــــــ اور پھر ان کے کام کرنے کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے ـــــــ اصل بات کا تو اس وقت علم ہو گا جب وہ پکڑے جائیں گے" کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا خیال ہے" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"خیال کیا ـــــــ میں آج ہی سے کام شروع کر دیتا ہوں ـــــــ تم اپنا کام جاری رکھو ـــــــ یہ ہمارا مشترکہ مشن ہو گا ـــــــ اہم اطلاعات سے ہم ایک دوسرے کو باخبر رکھیں گے ـــــــ مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں مل کر انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے" ـــــــ کرنل ہیمرخ نے تجویز پیش کی۔

"یہ ٹھیک ہے ـــــــ بالکل ٹھیک ہے" ـــــــ کرنل ڈیوڈ کے چہرے سے پہلی بار مایوسی کے آثار غائب ہوئے۔ کیونکہ کرنل ہیمرخ نے بھی در پردہ اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ ریڈ آرمی اکیلے کام کر کے ان مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکتی دوسرے لفظوں میں جی۔ پی۔ فائیو کی عزت بحال ہو گئی تھی۔

"اچھا مجھے اجازت" ـــــــ کرنل ہیمرخ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کرنل ڈیوڈ سے ہاتھ ملا کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران اور جوزف بڑے اطمینان سے بس میں بیٹھ گئے۔ عمران نے تل ابیب کے مرکزی حصہ کے بس اڈے کے ٹکٹ لے لئے۔ عمران کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

بس شہر میں داخل ہو کر جیسے ہی مرکزی حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ پورے شہر میں پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے افراد کی زبردست چیکنگ شروع تھی۔ ان کی بس کو بھی جگہ جگہ روکا گیا اور مسلح سپاہیوں نے ایک ایک فرد کا بغور جائزہ لیا اور پھر نیچے اتر گئے۔

عمران حیران تھا کہ اتنی زبردست چیکنگ آخر کس لئے ہو رہی ہے! کیونکہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بعد اتنی جلدی تو ان کی تلاش اتنے بڑے پیمانے پر تو شروع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسی بات ہوتی بھی تو ظاہر ہے انہیں اتنی آسانی سے نظر انداز نہ کیا جاتا۔

بہر حال تھوڑی دیر بعد بس مرکزی اڈے پر پہنچ گئی۔ اور باقی سواریوں کے ساتھ ساتھ عمران اور جوزف بھی نیچے اتر آئے۔ اڈے پر بھی ہر طرف پولیس

پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے بھائی! — آخر اتنی زبردست چیکنگ" — ؟ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تین خطرناک مجرموں کی تلاش ہو رہی ہے" — سپاہی نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! — تو کیا وہ تینوں اکٹھے پھر رہے ہیں" — ؟ عمران نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — وہ تینوں اکٹھے ہیں — ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے"۔ سپاہی نے جواب دیا اور پھر مڑ کر دوسری طرف بڑھ گیا۔

"ہوں" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اڈے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جوزف خاموشی سے عمران کی پیروی کر رہا تھا۔

اڈے سے باہر آ کر عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ایک پبلک فون بوتھ پر پڑ گئیں اور عمران تیزی سے اس بوتھ کی طرف بڑھ گیا اس نے جیب سے سکے نکال کر فون میں ڈالے اور پھر تیزی سے ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور دوسری طرف سے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہوٹل الغرب"

"میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں — داؤد الفطری سے بات کرا دیں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ! — ایک منٹ ہولڈ کیجئے" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی داؤد کی آواز ابھری۔

" داؤد الفطری سپیکنگ "۔

" پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں ---- مال مل گیا ہے " ---- ؟ عمران نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

" ہاں ! ---- مل گیا ہے ---- اور سٹور میں محفوظ کر دیا گیا ہے " ---- داؤد نے جواب دیا۔

" مال کی پوزیشن کیا ہے ---- ؟ کوئی ایٹم ڈیمیج تو نہیں ہوا " ---- ؟ عمران نے پوچھا۔

" نہیں ! ---- مال بہت اچھی حالت میں ہے ---- ہمیں خوشی ہے کہ اس بار آپ نے اچھا مال بھیجا ہے " ---- داؤد نے جواب دیا۔

" شکریہ ! ---- ہم تو آپ جیسے قدر دانوں کے بل پر ہی زندہ ہیں " ---- عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" پرنس آف ڈھمپ ! ---- میں سوچ رہا ہوں کہ ہوٹل کو مال سپلائی کرنے والے تمام اداروں کے اعزاز میں ایک ڈنر کا بندوبست کروں ---- آپ کا کیا خیال ہے " ---- ؟ داؤد کی آواز سنائی دی۔

" نیکی اور پوچھ پوچھ جناب ---- مگر کیا یہ ڈنر ہوٹل میں ہوگا " ---- ؟ عمران نے پوچھا۔

" نہیں ! ---- بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی پرائیویٹ کوٹھی میں اس کا بندوبست کیا جائے ---- سائنس کالونی میں میرے ایک دوست کی شاندار کوٹھی ہے ---- نمبر پانچ ---- وہ جگہ مناسب رہے گی " ---- داؤد نے

جواب دیا۔

" ٹھیک ہے ---- بالکل ٹھیک ہے ---- میں آپ کی طرف سے دعوت نامے کا انتظار کروں گا " ---- عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" شکریہ ! ---- دعوت نامہ جلد ہی پہنچ جائے گا ---- اگر ہو سکے تو اور مال بھجوا دو " ---- داؤد نے جواب دیا۔

" ایک ہفتے بعد شاید میں اس پوزیشن میں آ جاؤں کہ آپ کو مزید مال بھجوا سکوں ---- ویسے میں دیکھوں گا کہ کتنی جلد آپ کے آڈر کی تعمیل کر سکتا ہوں "۔ عمران نے جواب دیا۔

" اوکے " ---- داؤد نے کہا۔

" گڈ بائی " ---- عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

اور پھر عمران فون بوتھ سے باہر آ گیا۔ جوزف باہر فٹ پاتھ پر ہی ٹہل رہا تھا۔

عمران نے باہر نکلتے ہی ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ دیکر روکا اور پھر اس کی پچھلی نشست پر بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیور سے سائنس کالونی چلنے کے لئے کہا۔ جوزف آگے ڈرائیور کے پاس بیٹھ گیا۔

ٹیکسی مختلف چیکنگ پوسٹوں سے گزرتی ہوئی تھوڑی دیر بعد سائنس کالونی میں داخل ہو گئی۔ یہ کالونی بڑی بڑی کوٹھیوں پر مشتمل تھی اور یہاں امرا طبقہ کی رہائش تھی۔

سائنس کالونی کے پہلے چوراہے پر عمران اتر گیا اور جب ٹیکسی آگے جا کر ایک موڑ مڑ گئی تو عمران نے قدم بڑھائے اور تھوڑی دیر بعد وہ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ

پر پہنچ گیا۔

یہ سُرخ رنگ کی ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جس کے دروازے پر "بانو ہولڈنگ" کے نام کی تختی نصب تھی۔

عمران نے کال بیل کا بٹن دبا دیا ــــ دوسرے لمحے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان باہر آ گیا۔

"جی فرمایئے" ــــ نوجوان نے تیز لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مائیکل صاحب سے ملنا ہے ــــ مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ! ــــ آیئے! ــــ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر واپس کھڑکی میں داخل ہو گیا۔ عمران اور جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔

نوجوان نے کھڑکی کو اندر سے بند کیا اور پھر وہ ان کی رہنمائی کرتا ہوا تیزی سے پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

پورچ میں ایک اور باوردی شخص کھڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے عمران کا تعارف اس سے کرایا اور اس نے مسکراتے ہوئے اسے اندر آنے کی دعوت دی۔ اور پھر مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

"اندر چلے جایئے" ــــ باوردی ملازم نے مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"ارے عمران صاحب" ــــ صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ارے عمران نہیں ــــ علی عمران کہو ــــ کیوں میرے نام کا حلیہ بگاڑ

رہے ہو" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اور جوزف اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کمرے میں صفدر کے ساتھ جولیا اور کیپٹن شکیل بھی موجود تھے۔

"کیسی رہی مہم ــــ؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" ــــ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ــــ تکلیف تو نہیں ہوئی ــــ بس مرتے مرتے بچے ہیں" ــــ جولیا نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہوا ــــ تجہیز و تکفین کے جھنجھٹ سے تو نجات مل گئی" ــــ عمران نے جواب دیا۔ اور جولیا کے سوا سب ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر تک آپس میں گپ شپ ہوتی رہی اور صفدر نے یہاں تک پہنچنے میں پیش آنے والے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہیئے ــــ ایسا نہ ہو کہ ہم چھوٹے چھوٹے کاموں میں الجھ کر رہ جائیں ــــ اور بڑا مقصد پورا ہی نہ ہو سکے" ــــ عمران نے کہا۔

"اب یہ آپ کو ہی معلوم ہوگا کہ ٹھوس قدم کیا ہے" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"سنو دوستو! ــــ اسرائیل نے ایٹم بم تیار کر لیا ہے ــــ اور آج کل وہ ایسے میزائیلوں کی تیاری میں مصروف ہے جو دور دراز کے نشانوں تک ان ایٹم بموں کو پہنچا سکیں ــــ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم نے اس ایٹم بم کا فارمولا حاصل کرنا ہے ــــ اور اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری اڑانی ہے جس میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے" ــــ عمران نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ واقعی بہت بڑا مشن ہے یہ" ۔۔۔ صفدر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔۔۔ اب تم سب یہاں ایک دو روز آرام کرو ۔۔۔ میں اس دوران اس لیبارٹری کے متعلق بنیادی تفصیلات حاصل کر لوں گا ۔۔۔ پھر کوئی پروگرام بنائیں گے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے۔

ریڈ آرمی کا خوفناک جاسوس میجر ہیرس ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان تھا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق اور بے خطا نشانے کا مالک انتہائی سنگدل اور بے رحم شخص تھا۔ وہ زبان ہلانے کی بجائے ریوالور کا ٹریگر دبانا زیادہ آسان سمجھتا تھا اور انتہائی ذہانت اور تیز رفتاری سے کام کرنے کا عادی تھا۔

ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل ہیرخ نے مجرموں کی تلاش کا کام میجر ہیرس کے ذمے لگایا اور اسے تاکید کی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجرموں کا سراغ نکالے۔ جی پی فائیو سے مجرموں کے حلیئے کی جو تفصیل معلوم ہو سکی تھی وہ بھی اسے بتا دی گئی۔ اور میجر ہیرس نے تمام تفصیلات سننے کے بعد مجرموں کی

سرکوبی کی حامی بھر لی۔

"میجر! ۔۔۔ میں تو جانتا ہوں کہ تم بے حد ہوشیار اور ذہین ہو ۔۔۔ مگر اس بات کو نوٹ کر لو کہ مجرم انتہائی خطرناک اور چالاک ہیں" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے میجر ہیرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ۔۔۔ میں خیال رکھوں گا" ۔۔۔ میجر ہیرس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

چند لمحوں بعد اس کی سیاہ رنگ کی چھوٹی مگر انتہائی طاقتور انجن والی کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی تھیسوس شاہراہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ مجرم اسی شاہراہ پر غائب ہوئے تھے اور وہ وہیں سے اپنی تفتیش کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔

تھیسوس شاہراہ پر پہنچ کر اس نے ایک سائیڈ پر اپنی کار روکی اور پھر ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس کی نظریں ہوٹل الغرب کے بڑے سے بورڈ پر جم گئیں۔ اسے معلوم تھا کہ کرنل ڈیوڈ نے خود اپنی نگرانی میں اس ہوٹل کی تلاشی لی ہے۔ مگر اس کا دل نجانے کیوں مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ وہاں اس وقت ایک نوجوان کھڑا تھا۔

"آج صبح کاؤنٹر پر کس کی ڈیوٹی تھی" ۔۔۔؟ میجر ہیرس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا۔

"ناڈی کی ۔۔۔ کیوں کیا بات ہے" ۔۔۔؟ نوجوان نے چونک کر جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اُسے ایک ضروری پیغام دینا ہے —— اس وقت وہ کہاں مل سکے گا؟"
میجر ہیرس نے بڑے بے نیازانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ اپنے مکان میں ہوگا —— مقربیٹی اسکوائر روڈ" —— کاونٹرمین نے
جواب دیا۔

"تھینک یو —— کیا اس کے گھر میں ٹیلیفون ہے" —— ؟ میجر ہیرس
نے پوچھا۔

"نہیں جناب! —— آپ کو خود وہاں جانا پڑے گا" —— کاونٹرمین نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا" —— میجر ہیرس نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ
تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے اسکوائر روڈ کی طرف
اڑی چلی جارہی تھی۔

مقربیٹی اسکوائر ایک تین منزلہ عمارت تھی جس میں چھوٹے چھوٹے فلیٹ بنے
ہوئے تھے۔ میجر ہیرس نے کار عمارت سے ذرا ہٹ کر روکی اور کار سے اتر کر
مقربیٹی اسکوائر کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ مین گیٹ کے سامنے ہی لیٹر بکسوں کی
قطار موجود تھی جن پر فلیٹوں میں رہنے والوں کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔

ہیرس نے تیزی سے لیٹر بکسوں کی اس طویل قطار پر نظریں دوڑانی شروع
کر دیں۔ اور پھر اس کی نظریں ایک لیٹر بکس پر جم گئیں۔ اس پر ناٹو کا نام اور پتہ
درج تھا۔ وہ دوسری منزل کے سات نمبر فلیٹ میں رہتا تھا پتے پر نظریں پڑتے
ہی ہیرس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ہیرس سات نمبر فلیٹ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے دروازے

قریب لگے ہوئے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور اس وقت تک اسے
دبائے چلا گیا جب تک ایک جھٹکے سے دروازہ نہ کھل گیا۔

"کیا مصیبت ہے —— کون ہو تم" —— ؟ دروازے میں کھڑے ناٹو
کی تیز اور غصیلی آواز سنائی دی۔

"مصیبت آگئی مسٹر ناٹو" —— میجر ہیرس نے کہا اور پھر اس نے زور سے
ناٹو کو دھکا دیا اور ناٹو اس کے طاقتور دھکے سے اچھل کر اندر کمرے کے
فرش پر جا گرا۔

ہیرس اندر داخل ہوا اور اس نے لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔

"تم ڈاکو —— کمینے" —— ناٹو غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا
مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھٹنے لگیں کیونکہ ہیرس کے ہاتھ
میں ایک تیز دھار خنجر نظر آرہا تھا۔

"اطمینان سے بیٹھ جاؤ ناٹو —— اور میری بات سنو! —— اگر تم نے
چیخنے چلانے کی کوشش کی تو یاد رکھو چیخ تمہارے حلق سے باہر نکلنے سے پہلے
ہی یہ خنجر تمہارے دل میں گھس جائے گا" —— ہیرس نے انتہائی سرد لہجے
میں کہا۔

"مم —— مگر —— تم کون ہو —— ؟ اور کیا چاہتے ہو" —— ؟ ناٹو نے
کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ وہ خنجر سے زیادہ ہیرس
کی آنکھوں سے ابلنے والی سرد مہری اور چہرے کے سپاٹ پن سے خوفزدہ
ہو گیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے انسانی جان کی حیثیت ایک
حقیر چیونٹی سے بھی کم ہوتی ہے۔

"میں چند معلومات چاہتا ہوں" —— ہیرس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے

انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ک۔ ک ۔۔۔ کیسی معلومات" ۔۔۔۔؟ ناٹو نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا

"ایک منٹ ۔۔۔ ابھی بتاتا ہوں" ۔۔۔۔ ہیرس نے کہا اور دوسرے اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ناٹو سمجھتا، ہیرس نے انتہائی پھرتی سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے مروڑے اور ناٹو کرسی سے اٹھ کر کسی لٹو کی طرح گھومتا چلا گیا اور پھر ایک کی آواز سنائی دی اور ناٹو کے دونوں بازو اس کی پشت پر جکڑے گئے اسی لمحے ہیرس نے دھکا دے کر اسے واپس کرسی میں دھکیل دیا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو" ۔۔۔۔؟ ناٹو نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں

"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔ جلدی کیا ہے" ۔۔۔۔ ہیرس نے بڑے اطمینان لہجے میں کہا اور پھر کرسی کی پشت پر آ کر اس نے ایک ہاتھ سے ناٹو کا کندھا دبایا اور دوسرے ہاتھ سے پکڑے ہوئے خنجر کی نوک اس نے ناٹو کی گردن لگا کر اسے آہستہ سے دبایا۔ خنجر کی نوک ناٹو کی گردن میں گھستی چلی گئی۔ ناٹو طرح تڑپا اور اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی مگر ہیرس کا انتہائی پھرتی سے اٹھا اور ناٹو کے حلق پر جم گیا۔ اور ناٹو کی چیخ اس کے میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔

"سنو ناٹو! ۔۔۔ آج صبح وہ تین مجرم جو ہوٹل الغرب میں آئے تھے کہاں ہیں" ۔۔۔۔؟ ہیرس نے انتہائی سرد لہجے میں ناٹو کے کان میں سرگ کرتے ہوئے کہا۔

"م۔ مجھے ۔۔۔۔" ناٹو نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے ہیرس خنجر کی نوک کچھ اور زیادہ گہرائی تک اترتی چلی گئی اور اس بار ناٹو چیخ نہ سکا

ہیرس نے پوری قوت سے اس کا منہ دبالیا تھا۔

"انکار مت کرو ۔۔۔ میں انکار سننے کا عادی نہیں ہوں" ۔۔۔۔ ہیرس نے پھنکارتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ناٹو کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"صحیح کہہ رہا ہوں ۔۔۔ مجھے نہیں معلوم" ۔۔۔۔ ناٹو نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں ہی خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہوں" ۔۔۔۔ ہیرس نے سپاٹ لہجے میں کہا

اور پھر دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر جبراً ناٹو کے حلق میں گھسیڑا اور دوسرا رومال اس کے منہ پر مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر ہیرس نے ناٹو کو کرسی سے اٹھایا اور اسے قریب نیچے بستر پر دھکا دے دیا۔

ناٹو نے بستر پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ مگر ہیرس نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ جڑا اور ناٹو دوبارہ بستر پر گر گیا۔ اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا

ہیرس نے اس کے بیہوش ہونے پر ادھر ادھر دیکھا اور پھر الماری کے نیچے پڑی ہوئی رسی نظر آ گئی۔ ہیرس نے رسی اٹھائی اور پھر بیہوش ناٹو کے جسم کو اس انداز میں رسی سے باندھ دیا کہ اب ناٹو کے لئے معمولی سی حرکت بھی ناممکن ہو گئی تھی۔

ہیرس بڑے اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر والا ہاتھ بڑھا کر اس کی نوک پوری قوت سے ناٹو کے گال میں گھسیڑ دی اور دوسرے لمحے ناٹو ہوش میں آ گیا۔ اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

"اب میں تمہاری آنکھ کا آپریشن کرنے والا ہوں ۔۔۔ فی الحال میں تمہارے

پپوٹے کی کھال چھیلوں گا ——— پھر آنکھ کے ڈھیلے کا آپریشن شروع ہوگا اور دوسری آنکھ کی باری آئے گی اور تم ہمیشہ کے لئے اندھیروں میں ڈوب جاؤ گے" ہیرس نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے دو انگلیوں سے ناٹو کی دائیں آنکھ کا پپوٹا پکڑا اور خنجر کی تیز نوک سے پپوٹے کی کھال کو بڑی نفاست سے چھیلنا شروع کر دیا۔

ناٹو کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑتا چلا گیا۔ مگر وہ حرکت کرنے سے معذور تھا۔

ہیرس کی آنکھیں ناٹو کی دوسری آنکھ پر جمی ہوئی تھیں جس میں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور پھر ہیرس نے ہاتھ روک لیا کیونکہ اسے ناٹو کی آنکھوں میں آمادگی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

ہیرس نے منہ پر بندھا ہوا رومال کھولا اور پھر حلق سے رومال کا گولہ بھی نکال لیا۔

"آہ! ——— تم ظالم ہو" ——— ناٹو کے حلق سے بے اختیار کراہ نکل گئی۔ اور ہیرس کا خنجر والا ہاتھ دوبارہ آنکھ کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو! ——— میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں ——— میں مزید تکلیف برداشت نہیں کر سکتا" ——— ناٹو نے کراہتے ہوئے کہا۔

"جلدی بتاؤ ——— میرے پاس وقت نہیں ہے" ——— ہیرس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تینوں مجرموں کو میلے کپڑوں کے بوروں میں بند کر کے لانڈری والے ٹرک میں لاڈ کر چیف کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں لے جایا گیا ——— اور وہاں سے انہیں سائمن کالونی کی کوٹھی نمبر پانچ میں پہنچا دیا گیا ہے" ——— ناٹو نے

جواب دیا۔

"مگر بوروں کی تو تلاشی لی گئی تھی" ——— ہیرس نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تلاشی کے وقت کیا ہوا ——— بہرحال مجرم اب وہیں ہیں" ——— ناٹو نے جواب دیا۔

"داؤد نے انہیں پناہ کیوں دی ہے" ——— ؟ ہیرس نے پوچھا۔

"داؤد ان کے لیڈر سے پہلے سے واقف تھا ——— ان کا لیڈر کوئی رنیس اُن ڈھمپ ہے ——— جو ان تینوں مجرموں کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ صرف انہوں نے اس کے نام کا حوالہ دیا تھا" ——— ناٹو نے جواب دیا۔

"اوکے! ——— میں چیک کر لیتا ہوں ——— فی الحال تمہاری جاں بخشی کر دیتا ہوں ——— لیکن سوچ لو ——— اگر یہ بات غلط نکلی تو تمہارا انجام انتہائی عبرتناک ہوگا ——— تم ریڈ آرمی کے ہاتھ سے دنیا کے کسی کونے میں محفوظ نہ رہ سکو گے" ——— ہیرس نے رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔

"ریڈ آرمی" ——— ناٹو ریڈ آرمی کا نام سن کر اور بھی زیادہ سہم گیا۔

"ہاں ریڈ آرمی" ——— ہیرس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور پھر اس نے رسیاں کھول کر ناٹو کو پلٹ دیا اور اس کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں کھول کر جیب میں ڈال لیں۔

"اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم سے معلومات حاصل کی گئی ہیں ——— یہ بات تمہاری اپنی ذات کے لئے بھی فائدہ مند ہوگی" ——— ہیرس نے تیز لہجے میں کہا اور تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے سائمن کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ پہلے وہ اس کوٹھی میں گھس کر مجرموں کے

متعلق معلومات حاصل کرے گا اور پھر ہی ریڈ آرمی اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمیوں کے ذریعے کوٹھی پر ریڈ کر کے مجرموں کو گرفتار کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہیرس کی کار سائمن کالونی کے پہلے چوراہے پر پہنچ گئی۔ اس نے کار ایک طرف روکی اور خود اتر کر چوک پر ایک کیفے میں داخل ہو گیا۔ وہ گہرا اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

کیفے میں بیٹھے بیٹھے اس نے دو گھنٹے گزار دیئے اور اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا اس لئے ہیرس نے اب حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کافی کی ادائیگی کر کے وہ کیفے سے باہر نکلا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا کوٹھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوٹھی نمبر پانچ کے سامنے سے وہ بڑے اطمینان سے گزرتا چلا گیا اور پھر کوٹھی نمبر ۶ کے ساتھ موجود چھوٹی گلی میں سے ہوتا ہوا وہ کوٹھی نمبر پانچ کی عقبی سمت میں آ گیا۔

کوٹھی کی عقبی دیوار خاصی بلند تھی۔ ہیرس نے بڑے اطمینان سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جیب سے ایک سیاہ رنگ کا رومال نکال کر اس نے منہ پر باندھا۔ کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس میں موجود بے رنگ سا محلول اس نے اپنے کپڑوں پر اچھی طرح چھڑک دیا۔ یہ ایک مخصوص اور جدید ترین ایجاد تھی۔ اس محلول کی بُو انسانی ناک نہ سونگھ سکتی تھی مگر کتے اس مخصوص بُو کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور اس بُو کی موجودگی میں کتے اس آدمی سے نہ صرف دور بھاگتے تھے بلکہ وہ اس پر بھونکتے تک نہیں تھے۔ کیونکہ کتے انسان کی اجنبی بو پر لپکتے تھے اور اس محلول کی بو سے وہ اجنبی پن دور ہو جاتا تھا۔ ہیرس کو یقین تھا کہ کوٹھی میں پہرے دار کتے ضرور ہوں گے۔ کیونکہ سدھایا ہوا کتا دس مسلح پہرے داروں سے زیادہ کارکردگی کا حامل ہوتا ہے۔

شیشی بند کر کے اس نے واپس جیب میں ڈالی اور پھر جیب سے ایک باریک سی رسی کا گچھا نکالا۔ اس رسی کے سرے پر اینکر لگا ہوا تھا۔ ہیرس نے آخری بار اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے رسی کا سرا پکڑ کر اُسے دیوار کے سرے کی طرف اچھال دیا۔ پہلی ہی کوشش میں اینکر کے تیز سروں نے دیوار کے کنارے کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

ہیرس نے جھٹکا دے کر رسی کی طاقت کا اندازہ لگایا اور پھر رسی کے ذریعے وہ بندر جیسی تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ دیوار کے اوپر پہنچ چکا تھا۔ یہ کوٹھی کی عقبی سمت تھی اور اس طرف ایک بلب جل رہا تھا جس کی روشنی نے ماحول کو قدرے روشن کر دیا تھا۔

ہیرس نے پھرتی سے رسی کو لپیٹ کر جیب میں ڈالا اور پھر اندر چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکے سے دھماکے سے وہ زمین پر گرا اور پھر پھرتی سے قدآدم باڑ کے پیچھے دبک گیا۔

اسی لمحے کوٹھی کے سامنے کی سمت سے دو کتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کتوں کے حساس کانوں نے دھماکے کی آواز سن لی تھی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے سیدھے اسی جگہ آئے جہاں باڑ کے پیچھے ہیرس دبکا ہوا تھا۔ کتے باڑ کے قریب آئے اور انہوں نے ہیرس کو بھی دیکھ لیا۔ مگر قریب آتے ہی انہوں نے تیزی سے دُم ہلانے لگے اور پھر جس تیز رفتاری سے وہ آئے تھے اُسی تیز رفتاری سے واپس مڑ کر بھاگ گئے۔ ہیرس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

کتوں کے جاتے ہی ہیرس باڑ سے باہر نکلا اور پھر دبے قدموں تیزی سے

عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔

یہاں ایک کھڑکی تو موجود تھی مگر اس پر باہر کی طرف لوہے کی مضبوط سلاخیں فٹ تھیں۔ ہیرس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر کوٹ کی جیب سے ایک چپٹی سی ٹیوب نکال لی۔ ٹیوب کا ڈھکن کھول کر اس نے ٹیوب کو ہلکے سے دبایا۔ ٹیوب سے سرخ رنگ کی پیسٹ باہر نکلی اور اس نے پیسٹ کو سلاخ کے نچلے حصے پر جما دیا اور پھر ٹیوب کا ڈھکن بند کر کے اس نے ٹیوب دوبارہ جیب میں ڈال لی۔

ٹیوب جیب میں ڈال کر اس نے انگلی سے پیسٹ کا ایک حصہ اٹھا کر اسے سلاخ کے اوپری سرے پر چاروں طرف ملنے لگا۔ اسی طرح تھوڑی تھوڑی پیسٹ اس نے پانچ سلاخوں کے اوپر اور نچلے حصوں پر مل دی اور پھر اس نے پہلی سلاخ کو درمیان سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے سلاخ اوپر اور نیچے سے کٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے آہستگی سے سلاخ کو نیچے گھاس پر رکھا اور دوسری سلاخ اکھاڑ لی۔ اس طرح اس نے پانچوں سلاخوں کو اکھاڑ کر انہیں نیچے گھاس پر رکھ دیا۔ پھر جیب سے اس نے ہیرے کی نوک والا قلم نکالا۔ کھڑکی کے شیشے کے اوپر والے حصے پر اس نے ٹیپ مخصوص انداز میں چپکایا اور پھر ہیرے کے قلم سے شیشے کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹ دیا۔ انگلی کے ہلکے سے جھٹکے سے شیشے کا چوکور حصہ کٹ کر ٹیپ سے لٹکنے لگا۔ اور ہیرس نے کٹے ہوئے حصے میں ہاتھ ڈال کر بڑے اطمینان سے کھڑکی کی چٹخنی اندر سے کھول دی۔ کھڑکی کھول کر اس نے چند لمحے آہٹ لی مگر اندر تاریکی کے ساتھ ساتھ سکوت طاری تھا اور پھر ہیرس کھڑکی کے اندر کود گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو شاید خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہیرس نے پنسل ٹارچ نکالی اور پھر پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو دبایا تو دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ اب وہ دوسری طرف نہ صرف جھانک سکتا تھا بلکہ ادھر سے آنے والی آوازیں بھی بخوبی سن سکتا تھا۔

"صفدر! ـــ میرا خیال ہے کہ جب تک اصل مشن کی طرف پیش قدمی نہ ہو ـــ ہمیں یوں ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھا رہنا چاہیئے" ـــ ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور کیا کریں" ـــ دوسرے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تک ہمیں تل ابیب میں کچھ تخریبی کارروائیاں کرنی چاہیئے ـــ کوئی اہم عمارت اڑا دی جائے ـــ کوئی بڑی شخصیت ہلاک کر دی جائے وغیرہ وغیرہ" ـــ پہلے نے کہا۔

"ہاں! ـــ خیال تو اچھا ہے ـــ مگر مسئلہ عمران کے ماننے کا ہے" ـــ دوسرے نے جس کا نام صفدر تھا جواب دیا۔

"عمران کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـــ میرا خیال ہے کہ صبح اس نظریے پر عمران سے بات کر لی جائے تو بہتر ہے" ـــ پہلے نے کہا۔

"ٹھیک ہے کر لیں گے ـــ جولیا ابھی تک نہیں آئی" ـــ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ آ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی ہو ـــ میرا خیال ہے کہ اب

ہمیں بھی سونا چاہیئے ـــــ کافی وقت ہوگیا ہے" ـــــ دوسرے نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے! ـــــ تم چلو ـــــ میری خواب گاہ تو پاس ہی ہے" ـــــ صفدر نے اس دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس کی دوسری طرف ہیرس کھڑا تھا۔

"اچھا خدا حافظ ـــــ صبح اس آئیڈیے پر عمران سے ضرور بات کریں گے" دوسرے نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ہیرس دبے قدموں پیچھے ہٹا اور پھر ایک قد آدم الماری کے پیچھے آکر چھپ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی نال اور عجیب ساخت کا ریوالور موجود تھا۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صفدر اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بتی جلائی اور پھر مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے اس الماری کی طرف بڑھا جس کے پیچھے ہیرس چھپا ہوا تھا۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس میں سے نائٹ گون نکالنے لگا۔ نائٹ گون نکال کر وہ ملحقہ غسل خانے کا دروازہ کھول کر غسل خانے میں چلا گیا۔

جیسے ہی غسل خانے کا دروازہ بند ہوا۔ ہیرس بلی کی چال چلتے ہوئے تیزی سے دروازے کے قریب پہنچا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال تالے کے سوراخ سے لگا کر اس کا ٹریگر دوبار دبا دیا۔ نال میں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکل کر غسل خانے میں پھیلتا چلا گیا۔

ہیرس چند لمحوں تک انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے فرش پر صفدر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ نائٹ گون ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ ہیرس نے چند لمحے بیہوش کر دینے والی

دار گیس کے باہر نکلنے کا انتظار کیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھا۔ پستول اس نے پہلے ہی جیب میں ڈال لیا تھا۔

اس نے صفدر کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ صفدر بے ہوش تھا اور ہیرس جانتا تھا کہ اب تین چار گھنٹوں سے پہلے وہ ہوش میں نہ آسکے گا۔ اس نے جھک کر صفدر کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ غسل خانے سے لا کر اس نے صفدر کو بستر پر ڈالا اور جیب میں کتوں سے بچنے والے محلول کی شیشی نکال کر اس نے اسے صفدر کے لباس پر چھڑک دیا۔ شیشی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے شیشی وہیں پھینکی اور پھر صفدر کو اٹھا کر کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

اندر آتے وقت وہ کھڑکی کے پردے برابر کر آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بتی جلاتے ہی صفدر کو کھڑکی کی غلط پوزیشن کا اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ ہیرس نے پردے ہٹائے اور پھر صفدر کے بیہوش جسم کو دوسری طرف نکال کر نیچے زمین پر لٹا دیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے بتی بجھا دی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بتی جلتی دیکھ کر کوئی اس طرف متوجہ ہو۔

پھر وہ خود بھی کھڑکی سے باہر آگیا۔ اس نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور ٹیپ کی مدد سے شیشے کو واپس اپنی جگہ پر چپکا دیا۔ البتہ سلاخیں دوبارہ نہ لگ سکتی تھیں اس لئے اس نے انہیں نہ چھیڑا اور پھر صفدر کو اٹھاتے وہ تیزی سے عقبی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پھر اس نے دیوار کی جڑ کے ساتھ صفدر کو لٹایا اور پھر جیب سے رسی نکالنے لگا۔ اسی لمحے دو لوگ کتے تیزی سے دوڑتے ہوئے دیوار کی طرف آتے

مگر ان دونوں کے قریب آکر وہ خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ البتہ دو قدم پیچھے ضرور ہٹ گئے تھے۔

ہیرن نے بڑے اطمینان سے کمند ڈالی اور رسی کی مضبوطی کا اندازہ کر کے اس نے صفدر کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر رسی کے ذریعے تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچ کر اس نے بڑی پھرتی سے اینکر کو اندر کی طرف فٹ کیا اور پھر رسی دوسری طرف لٹکا دی اور صفدر سمیت پھر اس سے عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ رسی کو ایک مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اس نے کھینچ لیا — اور پھر اسے یوں ہی اکٹھا کر کے جیب میں ڈال لیا۔

دوسرے لمحے وہ صفدر کو اٹھائے تیزی سے عقبی گلی سے ہوتا ہوا سائیڈ گلی میں سے گزرتا چلا گیا۔ سڑک کے قریب پہنچ کر اس نے صفدر کو ایک باڑ کے پیچھے لٹا دیا اور منہ پر بندھا ہوا رومال اتار کر اسے جیب میں ڈالتے ہوئے وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس آسانی سے مشن مکمل ہونے پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا چند لمحوں بعد وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گیا اور پھر کار سٹارٹ کر کے اس نے کار کا رخ موڑا اور اسے اس جگہ لے آیا۔ جہاں اس نے صفدر کو چھپایا تھا باڑ کے پاس کار روک کر وہ نیچے اترا اور پھر اس نے صفدر کو اٹھا کر کار کی پچھلی نشست پر ڈالا اور انتہائی تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا ریڈ آرمی کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا مسٹر البونافہ! — اب مجھے اجازت دو — مجھے یقین ہے کہ کل تک میرا کام ہو جائے گا" — عمران نے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک عرب نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا جس کے چہرے پر موجود چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی نے اسے بڑا وجیہہ بنا دیا تھا۔

"بالکل پرنس! — آپ کا کام تو ہمارے مشن کے عین مطابق ہے — آپ قطعاً بے فکر رہیں — مسٹر شاکر سرات سے ہمیں تفصیلی ہدایات مل چکی ہیں — اور ہمارا پورا گروپ آپ سے ہر ممکن تعاون کرے گا" — البونافہ نے مصافحہ کرتے ہوئے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"تھینک یُو" — عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سیڑھیاں اتر کر عمارت کے صدر دروازے سے باہر آ گیا۔ اس کی کار نزدیک ہی پارکنگ میں موجود تھی۔ پارکنگ کے چوکیدار کو ادائیگی کر کے اس نے کار باہر نکالی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے سائمن کالونی کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔

جس وقت وہ سائمن کالونی کے پہلے چوراہے پر پہنچا اس وقت رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا۔ اور ہارن بجتے ہی کوٹھی کا گیٹ کھلتا چلا گیا۔

عمران کار سیدھی پورچ میں لے گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اترا اور برآمدے میں کھڑے ہوئے ایک باوردی ملازم سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں" ——؟

"جناب! —— سب آرام کرنے کے لئے اپنی اپنی خوابگاہوں میں جا چکے ہیں" —— ملازم نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"مس جولیا آگئی ہیں" ——؟ عمران نے پوچھا۔

"ہاں جناب! —— وہ تھوڑی دیر پہلے پہنچی ہیں —— اور اب وہ اپنی خواب گاہ میں ہیں" —— ملازم نے جواب دیا۔

"اس کوٹھی میں پہرے کا کیا انتظام ہے" ——؟ عمران نے ایک خیال کے تحت ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! —— دو پہریدار کتے موجود ہیں —— جن کی ڈیوٹی کوٹھی کی عقبی طرف ہے —— اور میں سامنے کی طرف پہرہ دیتا ہوں" —— ملازم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— بس ذرا چوکنے رہنا" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! —— کتوں اور میری موجودگی میں بغیر اجازت مکھی بھی کوٹھی کے اندر نہیں آ سکتی" —— ملازم نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"کتوں کی حد تک تو معاملہ ٹھیک ہے —— مگر تمہیں نیند بھی آ سکتی ہے —— اس لئے ہوشیار رہنا" —— عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے کپڑے تبدیل کئے اور پھر بتی بجھا کر بستر پر لیٹ گیا۔

بستر پر لیٹ کر تھوڑی دیر تو وہ مشن کے متعلق سوچ بچار کرتا رہا —— پھر نہ جانے کس وقت اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

پھر نہ جانے کیا ہوا کہ عمران کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھل گئی۔ چند لمحے تو وہ لاشعوری کی کیفیت میں رہا۔ مگر دوسرے لمحے ایک کرخت آواز سن کر وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔

"ہوش آگیا تمہیں"!

اور اسی لمحے عمران نے محسوس کیا کہ کمرے میں تیز روشنی ہو رہی ہے اور یہ وہ کمرہ نہیں جس میں وہ سو رہا تھا۔

یہ تو ایک کافی بڑا ہال تھا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ کیونکہ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اُسے مضبوط بیلٹوں سے اس انداز میں جکڑ دیا گیا تھا کہ سوائے سر ہلانے کے وہ ذرا سی بھی حرکت نہ کر سکتا تھا اور پھر عمران نے گردن موڑ کر دیکھا تو اُسے اپنے تمام ساتھی اسی طرح بندھے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب ایک قطار میں پڑی بنچوں سے باندھے گئے تھے۔

ہال کمرے میں چاروں طرف مسلح سپاہی موجود تھے۔ اور عمران کے بستر کے ساتھ ہی تین افراد کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرز تھا ـــــ دوسرا جی۔ پی۔ فائیو کا چیف کرنل ڈیوڈ ـــــ اور تیسرا اس مشن کا ہیرو میجر ہیرس تھا۔ جس کی آنکھیں مسرت سے قندیلوں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

"کمال ہے ـــــ بچپن میں کہانیوں میں تو پڑھا تھا کہ شہزادہ اپنے محل میں سوتا ہے ـــــ اور جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ بدصورت جادوگروں کے چنگل میں ہوتا ہے ـــــ مگر آج یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ آج کی سائنس سب سے بڑا جادو ہے ـــــ اور اسے استعمال کرنے والا جادوگر ہے میجر ہیرس" ـــــ کرنل ہیمرز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا! ـــــ ایسا جادو تو پھر مجھے بھی سکھا دو ـــــ مگر پہلے میں وہ کہانی سننا چاہتا ہوں" ـــــ عمران نے کہا، وہ ایسے بول رہا تھا جیسے دوستوں سے گفتگو کر رہا ہو۔

"کہانی کیا ہے ـــــ میجر ہیرس نے ہوٹل الغرب کے کاؤنٹر مین نالو سے تمہارا پتہ پوچھا ـــــ اور وہ کوٹھی میں داخل ہو کر تمہارے ایک ساتھی کو بیہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لے آیا اور یہاں سے ریڈ آرمی اور جی۔ پی۔ فائیو کے مسلح دستوں نے کوٹھی کا محاصرہ کر لیا ـــــ بیہوش کر دینے والی زود اثر گیس کے بموں کی کوٹھی پر بارش کر دی گئی۔ ان بموں سے کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کوٹھی میں موجود ہر جاندار بغیر کوئی احتجاج کئے بیہوش ہو گیا، اور تم لوگوں کو بڑی آسانی سے یہاں منتقل کر دیا گیا ہے" ـــــ کرنل ہیمرز نے بڑے فخریہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بہترا ـــــ کاش! میں اس پُرلطف ایڈونچر پر تالیاں بجا سکتا ـــ بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے" ـــــ عمران نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"تم اگر کسی طرف سے امداد آنے کی انتظار کر رہے ہو تو یہ بات ذہن سے نکال دو ـــــ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہو اور شاکر سرات کی شہ پر یہاں تباہی پھیلانے کے لئے آئے ہو ـــــ مگر اب بھیانک موت تمہارا مقدر بن چکی ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھے ڈائیلاگ ہیں ـــــ میرا خیال ہے کہ اگر تم ہالی وڈ چلے جاؤ تو اچھے ایکٹر بن سکتے ہو" ـــــ عمران کا ذہن پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

"شٹ اپ! ـــــ انہیں گولی مار دو ـــــ ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہیں بڑھنا چاہیئے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے غصے سے ہیر پٹختے ہوئے کہا۔

"گولی تو بہرحال انہیں مار ہی دینی ہے ـــــ لیکن میں چاہتا ہوں کہ انہیں زندہ وزیر اعظم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وزیر اعظم کو اس بات کا یقین دلایا جا سکے کہ یہ تمام شرارت شاکر سرات کی ہے" ـــــ کرنل ہیمرز نے کہا۔

"وزیر اعظم کو پیغام دے دیا گیا ہے" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے وزیر اعظم کا سن کر لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ وہ تین گھنٹے بعد یہاں پہنچنے والے ہیں ـــــ ان کے واپس جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی" ـــــ کرنل ہیمرز نے جواب دیا

"اللہ کرے تمہارے وزیر اعظم کی ٹانگ ٹوٹ جائے ـــــ اُسے بخار جائے" ـــــ عمران نے عورتوں کی طرح کوسنے دینے شروع کر دیئے۔
اسی لمحے میجر ہیرس نے آگے بڑھ کر عمران کے چہرے پر زوردار تھپڑ مار
"خبردار! ـــ جو وزیر اعظم کی توہین کی ـــــ بوٹی بوٹی علیحدہ کر دوں گا"۔ میجر ہیرس نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"واہ! ـــ کسی قصائی باپ کے بیٹے لگ رہے ہو ـــــ بہرحال یہ تھپڑ اُدھار رہا" ـــ عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میجر اطمینان رکھو ـــــ تمہارے دل کی تمام حسرتیں پوری ہو جائیں گی۔ مگر وزیر اعظم کے جانے کے بعد ـــ فی الحال یہاں سے چلیں" ـــــ کرنل ہیمرخ نے میجر ہیرس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا
اور میجر ہیرس پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا یہ اچھی طرح باندھ دیئے گئے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــ یہ ہل بھی نہیں سکتے" ـــــ کرنل ہیمرخ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ تینوں بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ جبکہ ہال میں موجود مسلح پہرے دار اسی طرح چوکنے انداز میں وہیں کھڑے رہ گئے۔

حصہ اول ختم شد

ناقابلِ تسخیر مجرم

حصہ دوم

البونافہ اسرائیل میں شاکر سرات کی خفیہ گوریلا تنظیم کا سربراہ تھا۔ اس کا گروپ عقاب کہلاتا تھا اور یہ گروپ اسرائیل میں تباہی پھیلانے کے لئے حرکت میں رہتا تھا۔ مگر چھوٹی چھوٹی پلیاں اور غیر اہم عمارتوں کی تباہی سے زیادہ وہ کچھ نہ کر سکے تھے کیونکہ اسرائیل میں جی۔ پی۔ فائیو کی گرفت بے حد سخت تھی اور البونافہ کے لئے یہاں کے حالات انتہائی کٹھن تھے۔ مگر پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہتا تھا۔

شاکر سرات نے ایک خفیہ کال کے ذریعے عمران اور اس کے ساتھیوں کے متعلق البونافہ کو تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور ان کی ہر ممکن امداد کرنے کے لئے کہا تھا۔

ادھر جب البونافہ کو یہ رپورٹ ملی کہ عمران جسے وہ پرنس کے نام سے جانتا تھا نے اسرائیل میں داخل ہوتے ہی ایک بڑا ڈیم اور اہم ترین پل اڑا دیا ہے تو مسرت سے اس کا رواں رواں ناچ اٹھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب عمران نے البونافہ سے ملاقات کی تو وہ عمران سے بڑے احترام سے پیش آیا۔

ابونافہ نے بڑی محنت کے بعد جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹرز پر اپنے آدمی اہم جگہوں پر متعین کرا رکھے تھے اور یہی لوگ اُسے تمام خبریں دیتے تھے آج بھی ابونافہ جیسے ہی اپنے خفیہ آپریشن روم میں پہنچا۔ اس نے کمرے کا رنگ بدلا ہوا دیکھا۔ ابونافہ نے اپنے خاص کمرے کی دیواروں پر ایسا میکنزم کر رکھا تھا کہ اگر کوئی ٹرانسمیٹر کال آتی تو بجائے گھنٹی بجنے یا سیٹی بجنے کے کمرے کی دیواروں کا رنگ ہلکا سا تبدیل ہو جاتا تھا۔ اس طرح وہ سمجھ جاتا کہ اس کے لئے کوئی اہم ترین کال ہے۔ اور وہاں کمرے میں موجود لوگوں کو اس کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی اور ابونافہ عمران کی ہدایت پر خفیہ ایٹمی لیبارٹری کے متعلق تفصیلات حاصل کرنے کا بندوبست کر کے ابھی ابھی واپس لوٹا تھا۔

اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے ایک بٹن دبا دیا۔ اب یہ کمرہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہو گیا تھا۔ پھر ابونافہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس نے میز کو ایک مخصوص انداز میں دھکیلا میز کا ایک پایہ ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ ابونافہ نے اس جگہ کو دبایا جہاں میز کا پایہ موجود تھا اور اسی لمحے فرش پر سے سیمنٹ کا ایک بلاک کھٹ سے ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ اس خلا میں ایک چھوٹا سا مگر انتہائی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر موجود تھا جو زمین میں نصب تھا۔ ابونافہ نے وہیں فرش پر بیٹھ کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ دوسرے لمحے ایک آواز سرسراتی ہوئی بلند ہوئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ٹیپ چل رہا ہو۔ اور یہ واقعی ٹیپ تھا۔ ابونافہ کے اس جدید ترین ٹرانسمیٹر میں یہی کمال تھا کہ کال ٹیپ کر لیتا تھا۔ بعد میں ابونافہ اُسے سن لیتا اور پھر جیسے مناسب سمجھتا مزید احکامات دے دیتا

چنانچہ بٹن دباتے ہی ٹیپ چل پڑا۔ دوسری طرف سے کوئی سرسراتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"باس! —— پاکیشیا کے پانچوں جاسوسوں کو سائمن کالونی سے اغوا کر لیا گیا ہے —— یہ کارنامہ ریڈ آرمی کے میجر ہیرس نے سرانجام دیا ہے —— انہیں ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے —— وزیراعظم ان سے ملنے کیلئے خود آ رہے ہیں —— وزیراعظم کے جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی" —— اور اس کے ساتھ ہی ٹیپ ختم ہو گیا۔

"اوہ! —— یہ تو بہت بُرا ہوا" —— ابونافہ نے پریشان ہو کر سوچا اور پھر اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ جلد ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آٹھواں عقاب بول رہا ہوں۔ اوور" —— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"پہلا عقاب اوور" —— ابونافہ نے جواب دیا۔

"کیا میری رپورٹ مل گئی باس! اوور" —— ؟ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں! —— اسی سلسلہ میں بات کر رہا ہوں —— اب کیا پوزیشن ہے اوور؟" ابونافہ نے پوچھا۔

"حالات بے حد خراب ہیں —— وزیراعظم دو گھنٹے بعد ہیڈ کوارٹر آنے والے ہیں —— ان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اوور" —— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ہمارے آدمی کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں۔ اوور" —— ؟ ابونافہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ ہیڈ کوارٹر کے خفیہ تہہ خانے میں ہیں ـــــ انہیں چمڑے کی مضبوط
سے بینچوں پر مضبوطی سے جکڑ دیا گیا ہے ـــــ اس وقت وہاں دس مسلح پہرے دار
موجود ہیں ـــــ میجر پیرس ـ کرنل میمرخ ـــــ اور کرنل ڈیوڈ ابھی ابھی
سے ہو کر آئے ہیں۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
"سنو! ـــــ ہم نے انہیں ہر قیمت پر وہاں سے رہا کرانا ہے ـ ز
اور صحیح حالت میں ـــــ کوئی تجویز۔ اوور" ـــــ ؟ ابوزافہ نے کہا۔
"جناب! ـــــ پورے ہیڈ کوارٹر کے گرد مسلح فوجیوں کا زبردست پہرہ ہے
ایسی حالت میں ان کی رہائی تقریباً ناممکن ہے اوور" ـــــ دوسری طرف سے
جواب دیا گیا۔
"کیا ان پہرے داروں میں ہمارا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ اوور" ـــــ
ابوزافہ نے پوچھا۔
"اگر آپ حکم دیں تو میں خود کوشش کرتا ہوں ـــــ ان میں ایک آدمی میرے
قد و قامت کا ہے اور ان پہرے داروں کا انچارج ہے ـــــ میں اس کا
میک اپ آسانی سے کر سکتا ہوں اور اس کی جگہ لے سکتا ہوں مگر اسے ہلاک
کرنا پڑے گا۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"کوئی پرواہ نہیں ـــــ تم فوراً اس کی جگہ لو اور مجھے فائیو ٹرانسمیٹر عمران
تک پہنچا دو ـــــ پھر میں اس سے براہ راست بات کر کے کوئی پروگرام ترتیب
دوں گا۔ اوور" ـــــ ابوزافہ نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔
"بہتر باس! ـــــ میں ایک گھنٹے بعد آپ کو رپورٹ دوں گا۔ اوور" ـــــ دوسری
طرف سے کہا گیا۔
"ٹھیک ہے ـــــ میں انتظار کروں گا۔ اوور اینڈ آل" ـــــ ابوزافہ نے
جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر تیزی
سے ایک اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔
چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔
"پہلا عقاب بول رہا ہوں اوور" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی ابوزافہ نے
کہا۔ لہجہ باوقار تھا۔
"یس باس! ـــــ دوسرا عقاب بول رہا ہوں۔ اوور" ـــــ دوسری طرف
سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔
"دارالحکومت میں اس وقت کتنے عقاب موجود ہیں ـــــ جو فعال گروپ میں
کام کرتے ہوں۔ اوور" ـــــ ؟ ابوزافہ نے پوچھا۔
"دس جناب اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"ہمارے پانچ غیر ملکی دوست اس وقت ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں قید
ہیں ـــــ وزیراعظم ان سے ملنے آرہے ہیں ـــــ دو گھنٹے بعد وہ ان سے
ملیں گے ـــــ ان کے جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی
میں چاہتا ہوں کہ ان پانچوں کو رہا کرایا جائے ـــــ آٹھواں عقاب اس سلسلے
میں کام کر رہا ہے ـــــ تم ایسا کرو کہ دسوں فعال عقابوں کو لے کر ریڈ آرمی
کے ہیڈ کوارٹر کے گرد غیر محسوس طریقے سے پھیل جاؤ ـــــ تمہارے پاس
بھاری اسلحہ اور تیز رفتار گاڑیاں ہونی چاہئیں ـــــ اور بی فائیو ٹرانسمیٹر بھی ـــــ
ہنگامی حالات کیلئے پوری طرح تیار رہنا ـــــ باقی احکامات بی فائیو ٹرانسمیٹر پر
دوں گا۔ اوور اینڈ آل" ـــــ ابوزافہ نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن
آف کر دیا۔
اب وہ کرسی پر بیٹھا آنے والے وقت کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پہلے تو

اس کا خیال تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پہ چڑھ دوڑے اور وہاں تباہی اور افراتفری برپا کر کے اپنے مہمانوں کو لے بھاگے ـــــــ مگر پھر اس نے یہ خیال ترک کر دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وزیر اعظم کے وہاں آنے کی وجہ سے وہاں زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے اور ایسی صورت میں کوئی اندھا دھند اقدام نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

ابو نافہ چونکہ عمران کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر تھا اس لئے اس نے اس سے بات کر کے پروگرام مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ابو نافہ کو پورا یقین تھا کہ آٹھواں عقاب یقیناً کام دکھائے گا کیونکہ وہ بے حد ذہین اور باصلاحیت ہے اور اب اُسے اس کی کال کا انتظار تھا۔ تاکہ فوری طور پہ کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔

کرنل بیمرخ، میجر پیرس اور کرنل ڈیوڈ کے جاتے ہی عمران کے قریب موجود کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب ـــــــ؟ ان کم بختوں نے کچھ اس طرح باندھا ہے کہ رہائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے" ـــــــ کیپٹن شکیل پہرے داروں کی وجہ سے کوڈ ورڈز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"میں تو سوچ رہا ہوں کہ تین گھنٹے مل گئے ہیں ـــــــ آرام سے ایک نیند نکال لوں" ـــــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ عمران اس وقت کچھ سوچنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ خاموش ہو گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔

پھر ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے پہرے داروں کے انچارج کو اشارے سے بلایا اور خود باہر نکل گیا۔

آدھے گھنٹے بعد انچارج دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"تم سب لوگ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ —— ابھی وزیر اعظم کے آنے میں کافی دیر ہے —— اور مجرم بندھے ہوئے ہیں" —— انچارج نے پہریداروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پہریداروں نے جو سٹین گنوں کو عمران وغیرہ کی طرف سیدھا کئے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ یکدم ڈھیلے پڑ گئے۔ اور انہوں نے طویل سانس لیتے ہوئے سٹین گنیں کاندھوں سے لٹکا لیں اور آرام سے کھڑے ہو گئے۔

انچارج اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھا۔

عمران آنکھیں بند کئے خاموش پڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ واقعی سو گیا ہو۔

انچارج نے عمران کے قریب پہنچ کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور پھر پوری قوت سے اس کے گال پر تھپڑ جڑ دیا۔

"الو کی دم! —— دیکھو کیسے مزے سے سو رہا ہے" —— انچارج نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

تھپڑ لگتے ہی عمران نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھوں میں وحشت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"الوناظہ سے بات کرو" —— اچانک انچارج نے انتہائی مدھم لہجے میں کہا اور عمران نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔

عمران کو احساس ہو گیا تھا کہ تھپڑ کے ساتھ ہی اس کے کان سے کوئی چھوٹا سا بٹن چپک گیا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی اس کے کان میں الوناظہ کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"پرنس! —— میں الوناظہ بول رہا ہوں —— انچارج ہمارا آدمی ہے —— تم افریقی زبان میں مجھ سے بات کر سکتے ہو —— تمہاری بڑبڑاہٹ بھی مجھے پہنچ جائے گی —— میں یہاں سے تمہاری رہائی چاہتا ہوں —— میرے آدمی عمارت کے باہر اسلحہ اور تیز رفتار کاریں لئے موجود ہیں —— اب تم کوئی تجویز بتاؤ" الوناظہ نے کہا۔

"الوناظہ! —— میرا پروگرام یہ ہے کہ جب وزیر اعظم ہم سے ملنے کے لئے آئے تو میں اسے یرغمال بنالوں اور اس کی زندگی کے بدلے اپنے ساتھیوں کو رہا کرا لوں" —— عمران نے آنکھیں بند کئے افریقی زبان میں بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! —— واقعی انتہائی کامیاب ترکیب ہے —— مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سب بری طرح بندھے ہوئے ہو" —— الوناظہ نے کہا۔

"ہاں! —— انہوں نے واقعی چمڑے کی مضبوط بیلٹوں سے ہمیں باندھ رکھا ہے —— مگر ان سے ایک بھیانک غلطی ہوئی ہے —— میرے ہاتھ صرف کاندھوں سے بندھے ہوئے ہیں اور بیلٹوں کے بکسوئے بنچ کے نیچے ہیں جو کھڑے ہوئے افراد کو نظر نہیں آ سکتے —— اس لئے تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ میں نے وہ بکسوئے کھول دیئے ہیں —— اور اب صرف ایک جھٹکے کی ضرورت ہے اور پھر میں آزاد ہوں گا —— وزیر اعظم کو میں یرغمال بنالوں گا —— بس تم اتنی امداد کرو کہ عمارت سے باہر مجھے ریسیو کر لو —— ہم وزیر اعظم کو ساتھ لے چلیں گے اور پھر مناسب جگہ پر انہیں کار سے نیچے دھکیل دیں گے —— اس کے بعد مناسب خفیہ جگہ پر پہنچانا اور پولیس سے نپٹنا تمہارے آدمیوں کا کام ہے" —— عمران نے اسی طرح بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا اس

کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نیند میں بڑبڑا رہا ہو۔ البتہ زبان ہونے کی وجہ سے اس کی بڑبڑاہٹ کسی کے پلے نہ پڑ رہی تھی۔

"ویری گڈ پلاننگ پرنس! ——— لاجواب پروگرام ہے ——— میں آپ کی صلاحیتوں کی داد دیتا ہوں ——— ٹھیک ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو الرٹ کر دیتا ہوں ——— ایک بار آپ وزیراعظم سمیت باہر نکل آئیں ——— باقی میں سنبھال لوں گا ——— کوڈ عقاب ہو گا ——— تھینک یو" ——— ابو نافہ کی جھلکتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔

پھر دوسرے لمحے انچارج جو اب تک خاموش کھڑا تھا۔ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔

"یہ بڑبڑاہٹ بند کرو ——— ورنہ گولی مار دونگا" ——— انچارج نے عمران کے قریب آکر سخت لہجے میں کہا

اور عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے خاموشی سے لیٹا رہا۔ اس کے ساتھی حیران تھے کہ عمران آخر کیا کر رہا ہے ——— وہ بڑبڑا رہا ہے اور خاموش ہے ——— مگر سوائے انتظار کرنے کے وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے؟

پھر ایک طویل وقت اسی طرح گزر گیا۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل ہیمرخ اندر داخل ہوا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی تمام پہرے دار چوکنے ہو گئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے سٹین گنیں کاندھوں سے آتار لیں۔

"کیا سب ٹھیک ہے ——— ؟ وزیراعظم بس کسی بھی لمحے پہنچنے والے ہیں" ——— کرنل ہیمرخ نے تیز لہجے میں انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر! ——— سب ٹھیک ہے ——— آپ بے فکر رہیں" ——— انچارج نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

کرنل ہیمرخ نے تیز نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد عمارت میں ایڑیاں بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر قدموں کی آوازیں ابھریں آنے والے اسی کمرے میں آ رہے تھے۔ کمرے میں موجود تمام پہرے دار چوکنے ہو گئے۔

کمرے میں داخل ہونے والا پہلا آدمی کرنل ہیمرخ تھا۔ اس نے تیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔

دوسرے لمحے وزیراعظم کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ درمیانے قد اور ادھیڑ عمر کے آدمی تھے۔ مگر آنکھوں سے ذہانت اور عیاری ٹپکتی تھی۔ ان کے پیچھے کرنل ڈیوڈ اور کرنل ڈیوڈ کے بعد میجر ہیرس کمرے میں داخل ہوا۔

"جناب! ——— یہ ہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جاسوس ——— اور یہ ان کا سربراہ علی عمران" ——— کرنل ہیمرخ نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! ——— میجر ہیرس نے واقعی کمال کر دیا ہے ——— ان خطرناک جاسوسوں کی اس قدر تیز رفتاری سے گرفتاری واقعی قابل داد ہے" ——— وزیراعظم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے عمران کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کی تیز نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم یا وزیراعظم" ——— عمران نے ان کے قریب پہنچتے ہی بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ" ۔ وزیراعظم عمران کے گہرے اطمینان پر چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"تم پاکیشیا کے باشندے ہو" ۔۔۔ ؟ وزیراعظم نے سوال کیا۔

"نہیں جناب! ۔۔۔ پاکیشیا میری ہونے والی سسرال ہے ۔۔۔ آپ میری شادی پر آئیں گے نا" ۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ پاگل ہو گیا ہے" ۔۔۔ ؟ وزیراعظم تیزی سے پیچھے کھڑے کرنل ہیرخ کی طرف گھومے اور ان کی پشت عمران کی طرف ہو گئی۔ اور شاید عمران کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس نے اچانک اپنے جسم کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور بکسوؤں میں اٹکی ہوئی چمڑے کی بیلٹیں کھلتی چلی گئیں۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا۔ عمران کسی چیتے کی طرح وزیراعظم پر جا پڑا۔ اس کا ایک بازو وزیراعظم کی گردن کے گرد اور دوسرا اس کی کمر میں لپٹ گیا اور جب تک اس اچانک افتاد سے کمرے میں موجود پہریدار سنبھلتے۔ عمران وزیراعظم کو گھسیٹتا ہوا قریبی دیوار تک لیتا چلا گیا۔

"خبردار! ۔۔۔ میں وزیراعظم کی گردن توڑ دوں گا" ۔۔۔ عمران نے وزیراعظم کی گردن میں حمائل بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

اور کمرے میں موجود سب افراد بت بنے کھڑے رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ آخر اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔

"جیسا میں کہوں ۔۔۔ ویسے کرتے جاؤ ۔۔۔ ورنہ یاد رکھو تمہارا وزیراعظم جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا ۔۔۔ اور یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی تو میں وزیراعظم کو نقصان نہ پہنچاؤں گا" ۔۔۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

وزیراعظم کی بری حالت تھی۔ ان کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑ گیا تھا۔ آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ عمران کا بازو انتہائی سختی سے ان کی گردن کے گرد جما ہوا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو" ۔۔۔ ؟ اچانک کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں غصہ اور بے بسی کی ملی جلی کیفیات نمایاں تھیں۔

"میرے ساتھیوں کو رہا کرو ۔۔۔ اور ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں دے دو ۔۔۔ جلدی ورنہ ......" عمران نے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا اور وزیراعظم کی زبان باہر نکل آئی۔

وزیراعظم کی حالت دیکھ کر وہ بہت تیزی سے حرکت میں آئے اور چند لمحوں بعد ہی عمران کے ساتھی آزاد ہو چکے تھے اور ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں بھی پہنچ چکی تھیں۔

"سب لوگ باہر نکل جائیں ۔۔۔ ہم سب سے آخر میں آئیں گے ۔۔۔ ہمیں تم نے عمارت سے باہر پہنچانا ہے ۔۔۔ اگر میں نے محسوس کیا کہ تم لوگ کوئی چالاکی کر رہے ہو تو ۔۔۔" عمران نے بازو کو ایک اور جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"تم وزیراعظم کو کچھ نہ کہو ۔۔۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہو گی" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا۔

اور عمران نے بازو کی گرفت ذرا ڈھیلی کر دی۔

پھر کرنل ہیرخ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور پھر چند لمحوں بعد وہ بھاگتا ہوا واپس آیا۔

"سب انتظامات ہو گئے ہیں ۔۔۔ تم بے فکر رہو" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے

عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کمرے میں موجود پہرے داروں کو بھی باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب تیزی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

پھر پہلے میجر ہیرس ——— پھر کرنل ہیمرخ ——— اور پھر کرنل ڈیوڈ کمرے سے باہر نکلا۔

اس کے بعد عمران وزیراعظم کو لئے باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی مشین گنیں سنبھالے باہر آ گئے۔ تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر آئے پھر مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئے۔

جیسے ہی عمران وزیراعظم کو لئے صدر دروازے پر پہنچا۔ ایک کار انتہائی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی صدر دروازے کے پاس آئی اور رک گئی۔

"عقاب" ——— ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک نوجوان نے چیخ کر کہا اور عمران نے صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا کو اس کار میں بیٹھنے کے لئے کہا۔

وہ تینوں تیزی سے کار میں بیٹھ گئے اور کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

"اب میں خود آ رہا ہوں پرنس!" ——— عمران کے کانوں میں الوناف کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد ایک اور کار صدر دروازے پر آ کر رک گئی۔

"سنو کرنل ہیمرخ! ——— میں وزیراعظم کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں ——— میں اپنے وعدے پر قائم ہوں کہ وزیراعظم زندہ سلامت تمہیں واپس مل جائیں گے ——— لیکن اگر تم نے ہماری کاروں کا تعاقب کیا ——— یا ——— ہم پر فائرنگ کرنے ——— یا ——— ہمیں روکنے کی کوشش کی تو پھر ——— عمران نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا اور پھر وزیراعظم کو لئے تیزی سے کار

ان بڑھا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا اور عمران وزیراعظم کو لئے تیزی سے عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ جوزف فوراً تیزی سے ساتھ بیٹھ گیا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"بہت خوب پرنس بہت خوب! ——— اب اس وزیراعظم کا گلا گھونٹ دو ——— اس شیطان نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے" ——— ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے الوناف نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں! ——— تم نے کیا پروگرام بنایا ہے ——— میرا خیال ہے کہ ہیلی کاپٹروں سے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہو گا" ——— عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! ——— اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا ——— بہرحال ہم تھوڑی دیر بعد یہ کاریں چھوڑ دیں گے ——— یہ چوری کی کاریں ہیں" ——— الوناف نے کہا اور اس نے تیزی سے کار کا رخ ایک تنگ سڑک کی طرف موڑ دیا۔ اس سڑک پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں سٹریٹ لائٹیں نہیں تھیں۔

پھر الوناف نے کچھ دور آگے جا کر کار روک دی اور پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

"باہر آ جاؤ" ——— الوناف نے کہا۔

اسی لمحے عمران نے وزیراعظم کی گردن کو مخصوص انداز میں بازو سے دبایا اور وزیراعظم کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے وزیراعظم کو سیٹ پر دھکیلا اور پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

"میرے پیچھے آؤ" ——— الوناف نے کہا اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے

سڑک کراس کر کے ایک تنگ سی گلی میں گھس گئے۔

ابونافہ نے گلی میں واقع ایک مکان کے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

ابونافہ، عمران اور جوزف کو ہمراہ لئے مکان میں داخل ہو گیا۔ مکان کے صحن میں گٹر کا دھانہ موجود تھا جس کا ڈھکن کھلا ہوا تھا۔ اور لمبی سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

ابونافہ نیچے اترتا چلا گیا۔ پھر جوزف اور آخر میں عمران نیچے اترا۔ عمران نے نیچے اترتے ہی باہر پڑا ہوا ڈھکن واپس دھانے پر رکھ دیا۔ گٹر خشک تھا اور خاصا تنگ تھا۔

"یہ پرانا گٹر ہے ۔۔۔۔ جو اب خشک ہو چکا ہے" ۔۔۔۔ ابونافہ نے جیب سے ٹارچ نکالتے ہوئے کہا اور پھر ٹارچ کی روشنی میں وہ بھاگتے چلے گئے۔

کافی طویل سفر طے کرنے کے بعد ایک جگہ گٹر میں روشنی دیکھ کر ابونافہ کی رفتار سست پڑ گئی۔ یہ روشنی اوپر سے آ رہی تھی۔ یہ بھی ایک دھانہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔

ابونافہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر گیا اور پھر اس نے عمران اور جوزف کو بھی اوپر آنے کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک ویران مکان میں کھڑے دیکھا۔

ابونافہ کی رہنمائی میں اس مکان سے نکل کر وہ آگے بڑھے اور پھر مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک گلی کے سرے پر آئے جہاں ایک کار موجود تھی

جو خالی تھی۔

ابونافہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور عمران اس کے ساتھ بیٹھ گیا جب کہ جوزف عقبی سیٹ پر رینگ گیا۔ اب ابونافہ خاصی تیز رفتاری سے کار دوڑائے چلا جا رہا تھا۔

"اب تک انہیں بیہوش وزیراعظم مل گیا ہو گا ۔۔۔۔ اور اب وہ پوری سرگرمی سے ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"بیہوش وزیراعظم! ۔۔۔۔ تو کیا آپ نے اس کا خاتمہ نہیں کیا تھا" ۔۔۔۔؟ ابونافہ نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں! ۔۔۔۔ میں وعدہ کر چکا تھا" ۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا اور ابونافہ خاموش ہو گیا

مختلف تنگ سڑکوں سے گزرنے کے بعد ابونافہ نے کار ایک گیراج میں لا کر کھڑی کر دی اور پھر وہ تینوں باہر آ گئے۔

ابونافہ نے گیراج کا دروازہ بند کر دیا اور ایک بار پھر وہ مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک بڑے سے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ابونافہ نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان تھا۔

"مہمان پہنچ گئے ۔۔۔۔؟" ابونافہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں ۔۔۔۔" نوجوان نے جواب دیا۔

اور ابونافہ نے اطمینان سے سر ہلایا اور پھر وہ عمران اور جوزف کو لئے

ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہاں صفدر ——— جولیا ——— اور کیپٹن شکیل پہلے سے ہی موجود تھے۔

"یہ لو بھئی اپنا بٹن نما ٹرانسمیٹر ——— اس کے لئے مجھے ایک عقاب کھانا پڑ گیا" ——— عمران نے کان کے اندر سے بٹن نما ٹرانسمیٹر نکال کر الوناذ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"آپ نے لاجواب ترکیب سوچی تھی پرنس! ——— وزیر اعظم کی وجہ سے وہ چوہوں کی طرح بے لبس ہو گئے تھے" ——— الوناذ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں! ——— اس وقت تو وہ بے لبس ہو گئے تھے ——— مگر اب زخمی چیتوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں ——— وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکتے" ——— الوناذ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی مجھے تو نیند آ رہی ہے ——— کم بختوں نے سونے ہی نہیں دیا" ——— عمران نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں ملازم کو بھیجتا ہوں ——— وہ آپ کو خوابگاہ تک پہنچا دے گا ——— میں صبح آؤں گا ——— ذرا شہر کے حالات کا جائزہ بھی لے لوں" ——— الوناذ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

وزیر اعظم کا ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر سے یوں دیدہ دلیری سے اغوا ایک ایسا دانو تھا جو اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے لئے ایک خوفناک دھماکہ ثابت ہوا۔ گو وزیر اعظم تھوڑی دیر بعد ہی تاریک سڑک پر کار میں بیہوش پڑے مل گئے تھے مگر اس کے باوجود یہ واقعہ اس قدر سنگین تھا کہ پوری حکومت ہی زلزلہ آ گیا اور صدر مملکت نے فوری طور پر ایک ٹاپ سیکرٹ ہنگامی میٹنگ کال کر لی۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کا میٹنگ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تمام محکموں کے چیف سیکرٹری ——— مسلح افواج کے سربراہ ——— ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ ——— نیشنل سیکورٹی کا کرنل بیرخ ——— جی۔ پی۔ فائیو کا کرنل ڈیوڈ ——— غرضیکہ ملک کے تمام اہم اور اعلیٰ ترین حکام میٹنگ ہال میں موجود تھے ——— وزیر اعظم بھی ایک طرف کرسی پر خاموش بیٹھے تھے۔

چند لمحوں بعد ہال کا خفیہ دروازہ کھلا اور صدر مملکت اندر داخل ہوئے تمام افسر کا احتراماً کھڑے ہو گئے۔ اور پھر صدر مملکت کے بیٹھنے کے بعد سب لوگ بیٹھ گئے۔

"کرنل ڈیوڈ! ۔۔۔ رپورٹ پیش کرو" ۔۔۔۔ صدر مملکت نے جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"سر! ۔۔۔ مجرموں کے اسرائیل میں داخل ہونے سے پہلے ہمارے ایشیائی فارن آفس سے رپورٹ دی گئی کہ شاکر سرات نے پاکیشیا کے سرکاری دورے کے دوران پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے سربراہ "ایکسٹو" سے ایک خصوصی ملاقات کی ہے ۔۔۔ مگر اس ملاقات کی تفصیلی رپورٹ مہیا نہ ہو سکی ۔۔۔ بہرحال اس رپورٹ پر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید شاکر سرات نے ہمارے ملک میں تباہی اور نقصان رسانی کے لئے ایکسٹو کی خدمات حاصل کی ہوں۔ اس لئے میں نے جی۔ پی۔ فائیو کے تمام شعبوں کو پوری طرح الرٹ کر دیا اور پھر دوسرے دن صحرائی سرحدی بستی میں کچھ مشکوک لوگوں کا پتہ چلایا گیا ۔۔۔ ہم نے انہیں گرفتار کرنا چاہا ۔۔۔ مگر وہ وہاں سے نکل کر سرحدی قصبے آسلم پہنچ گئے ۔۔۔ ہم نے آسلم کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ مگر اس دوران ڈیم ٹوٹ گیا اور پانی آنے کی وجہ سے قصبے میں جو افراتفری پیدا ہوئی اس سے مجرموں نے فائدہ اٹھایا اور نکل بھاگے ۔۔۔ یہاں سے مجرموں کے دو گروپ ہو گئے ۔۔۔ ایک گروپ نے پل اڑا دیا ۔۔۔ دوسرے گروپ کے ہاتھوں سے ایک ٹرین تباہ ہونے سے بچ گئی۔ بہرحال دونوں گروپوں کو گرفتار کر لیا گیا ۔۔۔ ایک گروپ کو پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے کارکن پولیس کاروں کے ذریعے تل ابیب لا رہے تھے ۔۔۔ وہ یہاں آ کر بھاگ نکلے ۔۔۔ دوسرے گروپ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لایا جا رہا تھا ۔۔۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جی۔ پی۔ فائیو کے دو اعلیٰ عہدیدار جو انہیں ہمراہ لا رہے تھے انہیں ہیلی کاپٹر سے نیچے گرا دیا گیا ۔۔۔ ان کی مسخ شدہ لاشیں مل گئی ہیں ۔۔۔ ہیلی کاپٹر کے

پائلٹ کو بیہوش کر دیا گیا اور مجرم نکل بھاگے ۔۔۔ ایسی پوزیشن میں ہم نے سمجھا کہ ریڈ آرمی کو حرکت میں لایا جائے۔ چنانچہ میں نے ریڈ آرمی کے کرنل ہیرخ کو کیس دے دیا" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ رپورٹ دیجئے" ۔۔۔ صدر مملکت نے کرنل ہیرخ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے جب مجھے یہ کیس دیا تو میں نے اپنے محکمے کے سب سے ذہین جاسوس میجر ہیرس کو مجرموں کا کھوج نکالنے کے لئے کہا۔ اور میجر ہیرس نے انتہائی برق رفتاری سے کام کیا اور چند گھنٹوں میں پانچوں مجرموں کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا ۔۔۔ میں نے جناب وزیر اعظم سے اس سلسلے میں بات کی ۔۔۔ جناب وزیر اعظم نے ان کی سیاسی حیثیت کی بنا پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ خود ان مجرموں سے بات کر کے اندازہ لگائیں گے کہ کیا واقعی وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارکن ہیں اور شاکر سرات کی وجہ سے یہاں آئے ہیں تو انہیں سیاسی سٹنٹ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے ۔۔۔ چنانچہ وزیر اعظم صاحب ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر تشریف لائے ۔۔۔ تمام مجرم انتہائی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے اور دس مسلح پہریدار ان کی نگرانی کر رہے تھے ۔۔۔ مگر نجانے کس طرح مجرموں کے سربراہ نے وہ بکل کھول لئے اور پھر اس نے جناب وزیر اعظم کو یرغمال بنا لیا ۔۔۔ ہم جناب وزیر اعظم کی زندگی کی خاطر خاموش رہے اور مجرم نکل بھاگے ۔۔۔ وزیر اعظم صاحب چند منٹ بعد ہی ایک تاریک سڑک پر کار میں بیہوش پڑے مل گئے ۔۔۔ مگر مجرم غائب ہو گئے ۔۔۔ ان کی تلاش ابھی تک جاری ہے" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے وزیراعظم کی زندگی بچانے اور مجرموں کی گرفتاری کے لئے فوری طور پر کیا اقدامات کئے" ——؟ صدر مملکت نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب! —— چونکہ مجرموں نے دھمکی دی تھی کہ اگر ان کی کاروں کا تعاقب کیا گیا تو وہ وزیر اعظم صاحب کو ہلاک کر دیں گے —— اس لئے ہم فوری طور پر ہیلی کاپٹروں کو حرکت میں لے آئے —— تاکہ مجرموں کا تعاقب ان کی لاعلمی میں کیا جائے —— مگر مجرم بے حد چالاک، ہوشیار اور خطرناک ہیں۔ وہ کاریں چھوڑ کر نکل گئے —— اور وہ کاریں بھی چوری کی نکلیں۔ اس طرح ہمارے تمام انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے" —— کرنل میرخ نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجرم اگر چاہتے تو وزیر اعظم کو ہلاک کر سکتے تھے"۔ صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

کرنل میرخ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ندامت سے سر جھکائے کھڑا رہا۔

"مجرم مجھے جس کار میں لے گئے تھے اس کا ڈرائیور اس بات پر اصرار کر رہا تھا کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے —— مگر اس کے ساتھی نے اس کی بات نہ مانی اور مجھے صرف بیہوش کر کے چھوڑ دیا" —— وزیر اعظم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اس سے ظاہر ہوتا ہے جناب —— کہ کاریں لے آنے والے مجرم اور تھے اور ہیڈ کوارٹر سے بھاگنے والے مجرم اور تھے —— اگر وہ ایک ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے کی بات مانتے" —— ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے

کھڑے ہو کر کہا۔

"بالکل یہ بات درست ہے —— مجرموں کے یہ دو گروہ تھے —— اور ڈرائیور مجھے یہیں کا باشندہ معلوم ہوتا تھا" —— وزیر اعظم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ ان مجرموں کی گرفتاری کیسے ہو —— ہم ان کی تلاش میں پورے تل ابیب کی تلاشی تو نہیں لے سکتے" —— صدر مملکت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"جناب! —— ان کی تلاش بھرپور طریقے سے جاری ہے —— جی پی فائیو اور ریڈ آرمی کے تمام آدمی ان کی تلاش میں مصروف ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جلد ہی ان کا کھوج مل جائے گا" —— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"مگر جناب! —— پہلے یہ بات سوچنی چاہئے کہ ان خطرناک مجرموں کا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے —— اگر ہمیں ان کے مقصد کا علم ہو جائے تو یقیناً ہم حفاظتی اقدامات کے ذریعے ان کو گرفتار کر سکتے ہیں" —— وزارت دفاع کے چیف سیکرٹری نے کہا۔

"ہاں! —— یہ بات اہم ہے —— کرنل میرخ آپ کا کیا خیال ہے"؟ صدر مملکت نے کہا۔

"جناب! —— جہاں تک میرا آئیڈیا ہے —— مجرم یہاں کسی بہت بڑے مشن پر آئے ہیں —— ایک ایسا مشن جس سے اسرائیل کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا جا سکے" —— کرنل میرخ نے کہا۔

"وہ مشن کیا ہو سکتا ہے" —— ؟ صدر مملکت نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے دفاعی نظام کی تفصیلات حاصل کرنے آئے ہوں تاکہ عرب ممالک اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں" ——— وزارت دفاع کے چیف سیکرٹری نے کہا۔

"ہاں! — یہ بھی ہو سکتا ہے — کوئی اور تجویز" ——— صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جناب! — میرا خیال ہے — اتنے خطرناک مجرم کہیں ہماری ایٹمی لیبارٹری کو تباہ کرنے نہ آئے ہوں — کیونکہ ہماری ایٹمی لیبارٹری اور اس میں ہونے والے کام سے تمام عرب ممالک بری طرح خوف زدہ ہیں" چیف سیکرٹری وزارت تحقیق و سائنسی ایجادات نے اٹھ کر کہا۔

"اوہ! — یہ بھی ممکن ہے — بلکہ میرا خیال ہے کہ ان کا مشن یہی ہوگا کیونکہ دفاعی نظام کی تفصیلات چوری ہونے کے فوراً بعد چند گھنٹوں میں تبدیل کی جا سکتی ہیں — البتہ ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کا مسئلہ دوسرا ہے اگر یہ لیبارٹری تباہ کر دی گئی تو اسرائیل دفاعی لحاظ سے نہ صرف انتہائی کمزور ہو جائیگا بلکہ بہت پیچھے رہ جائے گا" ——— صدر مملکت نے کہا۔

آپ کی بات بالکل درست ہے جناب ——— ہمیں چاہیئے کہ ہم ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کی کڑی حفاظت کریں اور جب کہ اس وقت جس نئی ایجاد پر ریسرچ ہو رہی ہے ——— وہ اتنی اہم ہے کہ اگر اس کا انکشاف بھی ہو گیا تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ جائے گا ——— اور ہو سکتا ہے کہ دو سپر پاور جو ہماری حمایتی ہے وہ بھی ہمارا ساتھ چھوڑ جائے ——— یا وہ ایجاد خود لے اڑے" ——— وزیر اعظم نے کہا۔

"ہاں! — یہ بات درست ہے ——— تو پھر یہ طے رہا کہ مجرم دونوں

سائیڈوں پر وار کر سکتے ہیں ——— ایک دفاعی نظام کی تفصیلات پر اور دوسرا ریسرچ لیبارٹری پر ——— ہمیں دونوں اطراف پر چوکنا رہنا چاہیئے ——— میں ملٹری انٹیلی جنس کو ——— دفاعی نظام والی سائیڈ کی حفاظت پر مامور کرتا ہوں اور ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کے لئے ریڈ آرمی اور جی۔ پی فائیو کام کرے گی۔" صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"آپ کا فیصلہ بالکل درست ہے جناب" ——— کرنل ہمپرخ، کرنل ڈیوڈ اور ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے بیک وقت کہا۔

"اور دیکھو! ——— اس سلسلے میں معمولی سی غفلت اور کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی ——— آپ تینوں کو ہنگامی حالات کے تحت ریڈ آرڈر دیئے جاتے ہیں ——— ان آرڈر کے تحت آپ ہر وہ قدم اٹھا سکتے ہیں جو ضروری محسوس کریں اور کسی سے اجازت یا حکم لینے کی ضرورت نہیں" ——— صدر مملکت نے کہا۔

اور ان تینوں نے سر جھکا دیا۔

"میٹنگ برخواست ——— میں جلد از جلد مجرموں کی زندہ یا مردہ ہر صورت میں گرفتاری چاہتا ہوں" ——— صدر مملکت نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے خفیہ دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

میٹنگ میں موجود تمام افراد باری باری میٹنگ ہال سے باہر نکلے اور پھر اپنی اپنی کاروں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔

جلد ہی ہال خالی ہو گیا۔

ہال کے باہر موجود نگرانی کرنے والوں کا انچارج خالی ہال میں داخل ہوا اور پھر وہ سیدھا ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک جگہ

سے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے قالین کا سرا اٹھایا اور اس کے نیچے سے ایک
چھوٹا سا آلہ اٹھایا اور تیزی سے جیب میں ڈال لیا۔
یہ ایک جدید ترین ٹیپ ریکارڈر تھا جس میں میٹنگ کی تمام کارروائی ریکارڈ
ہو چکی تھی۔
ٹیپ جیب میں ڈال کر وہ ہال سے باہر نکلا اور پھر اس نے نگرانی
پر موجود تمام سپاہیوں کو آف کر دیا اور خود بھی پریذیڈنٹ ہاؤس سے
باہر نکل گیا۔

ایک چھوٹے سے کمرے میں اس وقت چھ افراد موجود تھے۔ وہ سب
ایک میز کے گرد موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میز کے درمیان میں ایک
ٹیپ ریکارڈر چل رہا تھا۔ وہ سب خاموشی سے بیٹھے ٹیپ سن رہے تھے
یہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں کال کی جانے والی ہنگامی مگر ٹاپ سیکرٹ میٹنگ
کی کارروائی تھی۔
میز کے گرد بیٹھے ہوئے چھ افراد میں پانچ تو عمران اور اس کے ساتھی

تھے جب کہ چھٹا الوناف تھا جو ابھی ابھی یہ ٹیپ لے کر آیا تھا۔
جب ٹیپ ریکارڈر سے آواز نکلنی بند ہو گئی تو الوناف نے ہاتھ
بڑھا کر اس کا بٹن آف کر دیا۔
"ہوں! ۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اب پوری طرح چوکنے
ہیں" ۔۔۔ عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
"پرنس! ۔۔۔ ریڈ آرڈر کا مطلب ہے کہ یہ لوگ اب وسیع ترین اختیارات
کے حامل ہیں۔ وہ جسے چاہیں اور جس وقت چاہیں بغیر کوئی وجہ بتائے
گولی مار سکتے ہیں ۔۔۔ چاہے وہ ملک کا کتنا بڑا عہدے دار ہی کیوں نہ
ہو" ۔۔۔ الوناف نے عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"لیبارٹری کے متعلق تفصیلات مل گئیں" ۔۔۔ عمران نے اس
کی بات سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے پوچھا۔
"یس پرنس! ۔۔۔ میں لے آیا ہوں" ۔۔۔ الوناف نے کہا اور پھر
جیب سے ایک بڑا کاغذ نکال کر اس نے میز پر پھیلا دیا۔
"یہ ایٹمی ریسرچ لیبارٹری کا بیرونی نقشہ ہے ۔۔۔ اندر کی تفصیلات
ہم حاصل نہیں کر سکے ۔۔۔ البتہ حفاظتی انتظامات کی کچھ تفصیلات مل
گئی ہیں ۔۔۔ یہ لیبارٹری تل ابیب سے شمال مشرق کی طرف تقریباً ایک
سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور اس لیبارٹری سے پچاس میٹر کے دائرے
تک کوئی عمارت نہیں ہے ۔۔۔ پوری لیبارٹری زیر زمین دوز بنائی گئی ہے
باہر چار دیواری ڈال کر اور چند کمرے بنا کر وہاں سرکاری نرسری قائم
کی گئی ہے ۔۔۔ جہاں محصولوں کے پودے کاشت کیے جاتے ہیں
اور پھر انہیں سرکاری طور پر تقسیم کیا جاتا ہے ۔۔۔ دوسرے لفظوں میں

وہاں بظاہر ایک سرکاری پلانٹ نرسری قائم ہے ـــــ مگر اندر ا
لیبارٹری ہے جس کا راستہ بھی اندر سے ہی کہیں جاتا ہے ـــــ نر
میں مالیوں کے روپ میں مسلح فوجی رہتے ہیں ـــــ نرسری کے چھتے پر
سرچ لائٹیں ہیں جو اس انداز میں بنائی گئی ہیں جیسے پودوں کو گرم ر
کے لئے انتظام کیا گیا ہو ـــــ تمام نرسری کو فوٹو الیکٹرا ویژن سسٹم
سے کنٹرول کیا جاتا ہے اس سسٹم سے نرسری کی حدود میں داخل ہونے وا
ایک چیونٹی کی کارکردگی بھی چیک کی جاتی ہے اور اس کی فلم بنائی جاتی ہے
اس فوٹو الیکٹرا ویژن سسٹم کو لیبارٹری کے اندر سے ہی کہیں کنٹرول
کیا جاتا ہے ـــــ نرسری میں تقریباً دو سو مسلح افراد مالیوں اور دیگر ملا
کے روپ میں ہر وقت رہتے ہیں ـــــ لیبارٹری میں کام کرنے والے
ہفتے میں صرف ایک روز باہر جا سکتے ہیں اور وہ بھی نرسری کی جیپوں کے
ذریعے ـــــ لیبارٹری میں کام کرنے والوں کے گھروں کی بھی مستقل
نگرانی ہوتی ہے اور جب تک وہ باہر رہتے ہیں ان کی مکمل نگرانی کی جاتی
ہے ـــــ اسی طرح نرسری کے ملازمین کی بھی مکمل اور کڑی مستقل نگرانی
کی جاتی ہے" ـــــ ابوناقہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"ہوں! ـــــ مگر یہ تفصیلات تم نے کیسے حاصل کیں" ـــــ؟ عمران
نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"یہ تفصیلات اس طرح مل گئی ہیں کہ ایک عقاب اتفاق سے سرکاری
لیبارٹری میں کام کرتا تھا ـــــ وہ ایک سائنسی آلے کا سپیشلسٹ تھا
چنانچہ اُسے چند روز کے لئے ایٹمی لیبارٹری میں لے جایا گیا ـــــ مگر اُ
بھی لیبارٹری کے اندر نہیں لے جایا گیا بلکہ وہیں نرسری میں ہی آلے کو

اس سے درست کرایا گیا۔ اس دوران اُسے صرف یہی تفصیلات مل سکی تھیں"۔
ابوناقہ نے جواب دیا۔
"بہرحال یہ کافی ہیں ـــــ باقی کام ہم کر لیں گے" ـــــ عمران نے ابوناقہ
کے ہاتھ سے نقشہ لے کر اسے تہہ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔
"اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرا گروپ آپ کی ہر قسم کی امداد کر سکتا ہے"۔
ابوناقہ نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
"آپ ہماری امداد اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ جو سامان ہمیں چاہیئے
وہ ہمیں بروقت مہیا کرتے رہیں" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں
جواب دیا۔
"آپ بے فکر رہیں ـــــ سامان کے علاوہ بھی جو امداد آپ چاہیں
گے ـــــ ہم ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں گے" ـــــ ابوناقہ نے کہا
اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔
"عمران صاحب! ـــــ اب کیا پروگرام ہے" ـــــ؟ ابوناقہ کے جاتے
ہی صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
"پروگرام واضح ہے ـــــ ہم نے اس لیبارٹری میں سے اہم راز
چرانے ہیں اور اسے تباہ کرنا ہے" ـــــ عمران نے مختصر سا جواب
دیتے ہوئے کہا۔
"میرا مطلب تھا ـــــ اس کے لئے پلاننگ" ـــــ؟ صفدر نے کہا۔
"میں جلد ہی اس سلسلے میں کوئی پلاننگ مرتب کر لونگا ـــــ فی الحال
تو میں چاہتا ہوں کہ کرنل ہیرخ کی جگہ کیپٹن شکیل سنبھال لے اور میجر ہیرس
کی جگہ صفدر ـــــ اس طرح ہمیں مزید تفصیلات آسانی سے مہیا ہو جائیں

گی" ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ ہم تیار ہیں" ـــــ صفدر اور کیپٹن شکیل نے پُرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان دونوں کو یہاں لے آنا چاہیئے ـــــ میں تم دونوں کا میک اَپ خود کرنا چاہتا ہوں ـــــ ایسا میک اپ جو کسی صورت بھی چیک نہ کیا جا سکے ـــــ ٹھیک ہے پہلے ہم کرنل ہیرخ کو اغوا کرتے ہیں ـــ بعد میں اس کے ذریعے میجر ہیرس کو کور کیا جا سکتا ہے" ـــــ عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیا۔

اور پھر عمران کرنل ہیرخ کے اغوا کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب اس مشن کے لئے تیار ہو گئے۔

کرنل ہیرخ ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر میں اپنے خاص کمرے میں بیٹھا ریڈ آرمی کی طرف سے آنے والی رپورٹوں کے مطالعہ میں مصروف تھا۔

ریڈ آرمی کے پانچ ممبر پورے شہر میں مسلسل کام کر رہے تھے اور کرنل ہیرخ کی ہدایت کے مطابق وہ ہر ایک گھنٹے بعد اپنی کارکردگی کی رپورٹ ارسال کر رہے تھے جبکہ باقی پانچ ممبر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری میں حفاظتی انتظامات کے لیے بھیجے گئے تھے۔

مجرموں کو ریڈ آرمی سے فرار ہوئے دو روز گزر چکے تھے مگر اب تک انتھک کوششوں کے باوجود ان کا سراغ نہ مل سکا تھا۔ وہ سب یوں غائب ہو گئے تھے جیسے کبھی ان کا وجود ہی نہ رہا ہو۔

ریڈ آرمی کے ساتھ ساتھ جی۔ پی فائیو کی بے پناہ نفری شہر کے تمام ہوٹلوں ـــــ اہم شاہراہوں ـــــ اسٹیشنوں ـــــ ہوائی اڈے ـــ اور دیگر پبلک مقامات پر مشکوک افراد کی مسلسل نگرانی کر رہے تھے۔ مگر اب تک کوئی حوصلہ افزا بات معلوم نہ ہو سکی تھی۔ ادھر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری

میں بھی حالات بالکل معمول پر تھے اور کسی قسم کی کوئی مشکوک حرکت نظر میں نہ آئی تھی۔

کرنل ہیمرخ ممبروں کی تازہ ترین رپورٹوں کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

"یس کرنل ہیمرخ سپیکنگ" ــــ کرنل ہیمرخ نے رسیور اٹھا کر بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"یہ ریڈ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ہے" ــــ ؟ دوسری طرف سے ایک خوفزدہ سی آواز سنائی دی۔ لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی شخص ٹیلیفون کرتے ہوئے ہچکچا رہا ہو۔

"ہاں! ــــ میں ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرخ بول رہا ہوں ــ تم کون ہو" ــــ ؟ کرنل ہیمرخ نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

"میں رابرٹ جوہتم ہوں ــ ایک شہری ــ میں ان مجرموں کے متعلق ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں جنہوں نے وزیراعظم کو اغوا کیا تھا" ــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"اوہ! ــ تم پہلے اپنے متعلق تفصیل بتاؤ ــــ ؟ تم کہاں سے بول رہے ہو اور تمہیں ان مجرموں کے متعلق کیسے پتہ چلا" ــــ ؟ کرنل ہیمرخ نے چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں شدید اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

"مجھے بس اتفاقاً ہی ان کے متعلق معلوم ہو گیا ہے ــــ میں نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور ان کی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے

ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر سے وزیراعظم کو اغوا کیا تھا" ــــ رابرٹ جوہتم نے کہا۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو ــــ مجھے بتاؤ ــــ میرے آدمی تمہیں یہاں لے آئیں گے ــــ پھر تم تفصیل سے سب کچھ بتانا ــــ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تمہاری اطلاع درست ثابت ہوئی تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا" ــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد پرجوش تھا۔

"میں سخت خطرے میں ہوں ــــ مجرموں کو شاید شک ہو گیا ہے کہ میں نے ان کی باتیں سن لی ہیں ــــ میں اس وقت جونز روڈ کے ساتویں پبلک بوتھ سے بول رہا ہوں۔ ارے یہ کیا ــــ شاید وہ آگئے ارے" ــــ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔

"ہیلو ہیلو ــــ" کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا۔ مگر دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی۔

کرنل ہیمرخ نے تیزی سے کریڈل پر رسیور رکھا۔ اور پھر میز پر پڑے انٹرکام کا بٹن دبایا۔

"باس! ــــ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ جونز روڈ کے ساتویں پبلک بوتھ سے بول رہا ہے ــــ ہمارے آدمی اب تک اُسے لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے ہوں گے" ــــ کرنل ہیمرخ کے بٹن دباتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور کرنل ہیمرخ نے اطمینان کا سانس لیا وہ سمجھ گیا تھا کہ رابرٹ جوہتم اس کے اپنے آدمیوں کی وجہ سے کال ادھوری چھوڑ گیا ہے۔

اور پھر وہی ہوا۔ دس منٹ بعد کرنل ہیمرخ کے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو نوجوان ایک ڈرے سہمے شخص کو دھکیلتے ہوئے کمرے میں لے آئے۔

اس شخص نے سستے کپڑے کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کا چہرہ خوف کی شدت سے زرد پڑ چکا تھا۔

"م — میں ———" اس شخص نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔

"کیا تمہارا نام رابرٹ جوسٹم ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ج — جی ہاں! — م ...... مگر ———" رابرٹ جوسٹم نے خوف زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔

"ڈرو نہیں! — یہاں تم محفوظ ہو ——— میں کرنل ہیمرخ ہوں اور میرے ہی آدمی تمہیں لے آئے ہیں — اطمینان سے بیٹھ جاؤ" کرنل ہیمرخ نے کہا۔

اور اس آدمی نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اور پھر وہ میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم لوگ جا سکتے ہو" ——— کرنل ہیمرخ نے رابرٹ جوسٹم کو لے آنے والوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ دونوں سر جھکا کر واپس مڑے اور پھر کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی کمرے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

"ہاں! — اب تفصیل سے بتاؤ کہ وہ مجرم کہاں ہیں — ؟" کرنل ہیمرخ

نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ——— میں ایک بیکری پر سیلز مین ہوں اور صبح سویرے ڈبل روٹی وغیرہ اپنے گاہکوں کو ان کے گھروں پر پہنچانے کا کام کرتا ہوں ——— آج بھی حسب معمول میں ہوم ڈلیوری میں مصروف تھا کہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھی میں پہنچا ——— وہاں پہنچ کر میں نے حسب دستور کال بیل کا بٹن دبایا۔ سنگر شاید کال بیل کے بٹن میں کوئی خرابی تھی اور کسی نے دروازہ نہ کھولا ——— پھر میں دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ مجھے چند افراد کی باتوں کی آواز سنائی دی ——— چونکہ میں اپنے والد کے ساتھ کچھ عرصہ ایشیا میں رہ چکا ہوں اس لئے وہاں کی زبان آسانی سے سمجھ سکتا ہوں ——— بولنے والے چونکہ اس زبان میں باتیں کر رہے تھے اس لئے میں چونک پڑا اور پھر میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا ——— ان کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجرم ہیں اور انہوں نے ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر سے وزیر اعظم کو اغوا کیا تھا ——— ابھی میں ان کی مکمل گفتگو نہ سن سکا تھا کہ کوٹھی کا ملازم باہر آ گیا۔ اس نے مجھ سے سختی سے پوچھا کہ میں یہاں کیوں کھڑا ہوں۔ جس پر میں نے اسے بتایا کہ میں ابھی یہاں پہنچا ہوں اور گھنٹی بجانے ہی والا تھا کہ وہ آ گیا ہے ——— بہر حال میں نے اسے سامان دیا ——— رقم وصول کی اور واپس آ گیا۔ مگر میں نے اس کی آنکھوں میں شبہات کی جھلکیاں دیکھ لی تھیں ——— پھر میں نے حسب معمول اپنی ڈیوٹی پوری کی ——— فارغ ہونے کے بعد میں نے آپ کو ٹیلیفون کیا اور نتیجے میں اب میں یہاں ہوں" ———

رابرٹ جوسٹم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــــ مگر ابھی تک تم نے اس کوٹھی کا محل وقوع نہیں بتایا" ــــــ ؟ کرنل ہیمرخ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"سر! ــ بات یہ ہے کہ میں ایک غریب ملازم ہوں ــــ ہو سکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہو ــــ میں آپ کو بتا دوں اور میری اطلاع غلط ثابت ہو تو مجھے نوکری سے نکال دیا جائے گا ــــ اور پھر مجھے کہیں بھی نوکری نہ ملے گی ــــ اس لئے جناب بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں ــــ میں دور سے اشارے سے آپ کو وہ کوٹھی دکھا دوں گا۔ اس کے بعد آپ جانیں اور آپ کا کام ــــ اگر میری اطلاع غلط بھی ثابت ہوئی تو کم سے کم میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا" ــــ رابرٹ جوہتم نے جواب دیا۔

"ایسی بات نہیں ــــ اگر تمہاری اطلاع غلط بھی ثابت ہوئی تو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ تم کوٹھی کا محل وقوع بتاؤ ــــ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم ضائع کرتے پھریں" ــــ کرنل ہیمرخ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب! ــ آپ میری بات مان جائیں ــــ اس طرح میرا ضمیر مطمئن ہو جائے گا ــــ صرف چند منٹ کی تو بات ہے" ــ رابرٹ جوہتم نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

کرنل ہیمرخ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے رضامندی میں سر ہلا دیا اس نے سوچا کہ اچھا ہے کہ وہ خود اس کوٹھی کا محل وقوع دیکھ لے گا۔ مجرم چونکہ انتہائی خطرناک ــ چالاک ــــ اور ہوشیار ہیں اس لئے ان پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا چاہیئے ــــ ویسے بھی ریڈ آرمی کے ممبروں کو

یہاں جانے اور ریڈ کی تیاری کرنے میں کچھ دیر لگ ہی جائے گی۔ اس لئے وہ رابرٹ جوہتم کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ــ میرے ساتھ آؤ" ــــ کرنل ہیمرخ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب" ــــ رابرٹ جوہتم نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ کرنل ہیمرخ کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک گیراج میں آ گئے۔ کرنل ہیمرخ نے ایک سیاہ رنگ کی کار باہر نکالی اور رابرٹ جوہتم کو اپنے ہمراہ بٹھا لیا۔

"جوزنر روڈ پر چلیں جناب" ــــ ہیڈ کوارٹر سے کار باہر آتے ہی رابرٹ جوہتم نے کہا۔

اور کرنل ہیمرخ نے کار کا رخ جوزنر روڈ کی طرف کر دیا اور کار کو انتہائی تیز رفتاری سے دوڑاتا چلا گیا۔

جوزنر روڈ پر پہنچتے ہی رابرٹ جوہتم نے اسے کار ایک سائیڈ پر روکنے کے لئے کہا۔ یہاں ٹریفک نہیں تھی۔ کیونکہ جوزنر روڈ پر کمرشل عمارتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔

پھر جیسے ہی کرنل ہیمرخ نے کار روکی۔ اسی لمحے قریب بیٹھے رابرٹ جوہتم کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کرنل ہیمرخ کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹ گیا۔ پہلی ہی ضرب اتنی جچی تلی اور کاری تھی کہ کرنل ہیمرخ کا سر ڈھلک گیا۔

رابرٹ جوہتم جو دراصل کیپٹن شکیل تھا، نے کرنل ہیمرخ کے بے ہوش ہوتے

ہی برق کی سی تیزی سے اُسے گھسیٹ کر پچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور پھر مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی جلد ہی یروشلم روڈ پر پہنچ گئی۔

یروشلم روڈ پر ایک کونے میں ایک سبز رنگ کی کار موجود تھی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر عمران میک اپ میں موجود تھا۔ کیپٹن شکیل نے کار سبز رنگ کی کار کے قریب جا کر روک دی۔ دوسرے لمحے اس نے بیہوش کرنل ہیرنخ کو سبز کار میں منتقل کیا اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔

"سب ٹھیک ہے" ——؟ عمران نے کیپٹن شکیل سے پوچھا جو اب اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"ہاں بس —— بڑی آسانی سے مان گیا —— اور میں نے عمارت اور اس کا خاص کمرہ بھی دیکھ لیا ہے —— اب میں آسانی سے اس کا رول ادا کر سکتا ہوں" —— کیپٹن شکیل نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے تمہیں بھیجا تھا" —— عمران نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہو گئی جس میں ان کی رہائش تھی۔

کرنل ہیرنخ کو اٹھا کر تہہ خانے میں لایا گیا۔ عمران نے اس کے سب کپڑے اتار دیئے اور پھر اُسے سامنے لٹا کر کیپٹن شکیل کو کرسی پر لٹایا اور قریب پڑا ایک بڑا سا بکس کھول کر ایڈ سائز میک اپ کا سامان نکالنے لگا۔ یہ ایسا میک اپ تھا جس کا توڑ آسان نہ تھا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل

نے بھی عمران کی ہدایت پر سوائے زیر جامہ کے تمام کپڑے اتار دیئے تھے کیونکہ عمران پورے جسم پر میک اپ کرنا چاہتا تھا تاکہ کسی بھی حالت میں میک اپ کا اندازہ نہ ہو سکے۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک عمران کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے۔ پھر جب اس نے ہاتھ روکے تو اب کمرے میں دو کرنل ہیرنخ موجود تھے۔ ایک فرش پر بیہوش پڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ہیلو کرنل ہیرنخ" —— عمران نے ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔

"یس عمران" —— کیپٹن شکیل نے کرنل ہیرنخ کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے —— کرنل کا لباس پہن لو" —— عمران نے میک اپ باکس بند کرتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے اٹھ کر ایک طرف پڑا ہوا کرنل ہیرنخ کا لباس پہننا شروع کر دیا۔

کرنل ہیرنخ کا لباس اس کے جسم پر بالکل فٹ آگیا تھا۔

عمران نے ایک الماری سے ایک سرنج نکالی اور پھر کرنل ہیرنخ کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔

"ٹھیک ہے —— اب کرنل ہیرنخ سے مزید تفصیلات حاصل کر لیتے ہیں" —— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے فرش پر پڑے ہوئے کرنل ہیرنخ کو اٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ پھر دو تین تھپڑوں کے بعد ہی کرنل ہیرنخ نے آنکھیں کھول دیں۔

پھر جیسے ہی اس کی نظریں سامنے کھڑے کیپٹن شکیل پر پڑیں اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔

"کک — کیا — میں خواب دیکھ رہا ہوں" —— اس نے اپنے ننگے بازو پر چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔

"نہیں! —— تم اپنے ہمزاد کو دیکھ رہے ہو کرنل ہیرخ" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"وہ رپورٹ جو تم کہاں ہے" —— ؟ کرنل ہیرخ عمران پر نظریں پڑتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ کرنل ہیرخ بیٹھ جاؤ —— تم بیٹھ رہے ہو —— جلدی!" عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

اور کرنل ہیرخ کا چہرہ ایک دم بجھ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ انجکشن کی وجہ سے اس کی قوت ارادی ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ بڑی آسانی سے عمران کے ٹرانس میں آگیا۔

عمران عام طور پر ہپناٹزم سے کام نہیں لیتا تھا کیونکہ اس طرح اس کے اپنے دماغ پر خاصا بوجھ پڑ جاتا تھا۔ مگر چونکہ اس موقع پر اسے بہت جلدی تھی اس لئے طویل طریقہ کار اپنانے کی بجائے اس نے ہپناٹزم کا طریقہ استعمال کیا۔

انجکشن کی وجہ سے کرنل ہیرخ کی قوت ارادی چونکہ بے حد کمزور ہو چکی تھی اس لئے عمران کو زیادہ جدوجہد نہ کرنی پڑی۔

"کرنل ہیرخ! —— جو کچھ میں پوچھوں گا —— تم سچ سچ بتاؤ گے۔"

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! —— میں سچ سچ بتاؤں گا" —— کرنل ہیرخ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران اس سے سوال کرتا چلا گیا اور کرنل ہیرخ بڑی آسانی سے اپنے اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق تمام تفصیلات بتاتا چلا گیا۔ عمران نے اس کی نجی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی پیشہ وارانہ زندگی کے متعلق بھی تمام تفصیلات پوچھ لیں —— ریڈ آرمی کے کوڈ —— اس کے ممبران کی تمام تفصیلات اور اس کے علاوہ بھی جو تفصیلات کیپٹن شکیل کے لئے جاننا ضروری تھیں وہ سب عمران نے پوچھ لیں اور قریب کھڑا کیپٹن شکیل بھی تمام تفصیلات اپنے ذہن میں بٹھاتا چلا گیا۔

"کیا اب تم مطمئن ہو کیپٹن" —— ؟ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! —— اب میں پورے اطمینان سے یہ رول ادا کر لونگا" —— کیپٹن شکیل نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے! —— اب تم جاؤ —— سبز کار وہیں چھوڑ دینا —— بی بکس ٹرانسمیٹر اپنے ساتھ لے جاؤ" —— عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے" —— کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ کرنل ہیرخ کے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

عمران نے اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا اور ایک بار پھر کرنل ہیرخ کی طرف بڑھا جو بڑے نڈھال سے انداز میں کرسی پر آنکھیں بند

کئے بیٹھا تھا۔

"کرنل ہیرخ! ——— کیا تم میری آواز سن رہے ہو" ——— عمران نے کرنل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ——— میں تمہاری آواز سن رہا ہوں" ——— کرنل ہیرخ کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مجھے ایگک ریسرچ لیبارٹری کے متعلق تفصیلات بتاؤ ——— پوری تفصیل" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل ہیرخ کچھ جواب دیتا اچانک باہر سٹین گنوں کے چلنے کی تیز آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اور فائرنگ کی تیز آواز نے کرنل ہیرخ کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ وہ ایک جھٹکا کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر وحشت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی۔ مگر اسی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور چار افراد ہاتھوں میں سٹین گنیں لئے اندر داخل ہوئے

عمران نے دروازہ کھلتے ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک طرف پڑے ہوئے صوفے کے پیچھے جا پڑا۔

اسی لمحے صوفے پر گولیوں کی بارش سی ہونے لگی۔ مگر عمران نیچے دبک جانے کی وجہ سے گولیوں سے بچا رہا۔ مگر اب وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔

کرنل ہیرخ جھپٹ کر آگے بڑھا اور اس نے ایک آدمی کے ہاتھ سے سٹین گن جھپٹ لی۔

"اوہ سر! آپ ——— اور اس حالت میں" ——— سب لوگ ایک لمحے کے لئے کرنل ہیرخ کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔

"خبردار! ——— اپنے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ ——— ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے" ——— کرنل ہیرخ نے سٹین گن ہاتھ میں لیتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا اور عمران نے کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور پھر وہ صوفے کی پشت سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر معصومیت چھائی ہوئی تھی۔

"منہ دیوار کی طرف کر لو" ——— کرنل ہیرخ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے خاموشی سے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا۔

"اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دو ——— اگر یہ ذرا سی بھی حرکت کرے تو بلا تامل گولی مار دو" ——— کرنل ہیرخ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر ایک آدمی نے جیب سے کلپ ہتھکڑی نکالی اور آگے بڑھ کر اس نے عمران کے دونوں بازو پیچھے کر کے ہتھکڑی ڈال دی اور پھر بازو سے پکڑ کر وہ اسے دھکیلتا ہوا کمرے میں لے آیا۔

"کوٹھی میں اور کون ہے" ——— کرنل ہیرخ نے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ایک ملازم سا شخص تھا جسے گولی مار دی گئی ہے" ——— اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے" ——— کرنل ہیرخ نے سخت لہجے

میں پوچھا۔
"یس باس" ـــــ ایک آدمی نے کہا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر کرنل ہیرخ کی طرف بڑھا دیا۔
کرنل ہیرخ نے تیزی سے فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔
"اگر آپ ہیڈ کوارٹر کال کر رہے ہیں تو آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ کے میک اپ میں جانے والا آدمی گرفتار ہو چکا ہے" ـــــ ٹرانسمیٹر دینے والے نے کہا۔
"اوہ! ـــ میں بھی اسی لئے کال کر رہا تھا ـــــ مگر تمہیں اس پر شک کیسے ہوا" ـــــ ؟ کرنل ہیرخ نے ہاتھ روکتے ہوئے پوچھا۔
"سر! ـــ جب آپ ایک مشکوک آدمی کے ساتھ ہیڈ کوارٹر سے روانہ ہوئے تو معمول کے مطابق آپ کو چیک کیا گیا ـــــ مگر آپریٹر کی غلطی کی وجہ سے فوری طور پر آپ کا سراغ نہ لگ سکا اور کار خالی پائی گئی ـــ ہم لوگ فوراً حرکت میں آ گئے ـــــ تفتیش پر پتہ چلا کہ آپ کو سبز رنگ کی کار میں لے جایا گیا ہے ـــــ چنانچہ سبز کار کا پوچھتے ہوئے ہم اس کوٹھی پر پہنچ گئے ـــــ ابھی ہم اس کوٹھی پر چھاپہ مارنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ آپ سبز رنگ کی کار میں بیٹھے کوٹھی سے باہر نکلتے نظر آئے ـــــ ہم سب حیران رہ گئے جب آپ نے ہم پر اجنبی سی نظر ڈالی اور آگے بڑھ گئے جیسے ہم آپ کے لئے اجنبی ہوں ـــ اس پر ہمیں شک گزرا ـــــ اور پھر ہم نے کار پر فائر کھول دیا۔ کار کے ٹائر برسٹ کر کے ہم نے کار کو روک لیا اور پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ہم نے آپ کے میک اپ میں موجود مجرم کو گرفتار کر لیا ـــــ لیکن چونکہ اس کی بات چیت ـــ لہجہ ـــ لباس سب کچھ آپ کی

مگر ایک سوال نے
طرح تھا۔ اس لئے ہم ایک بار پھر شک میں پڑ گئے ـــــ
اس مجرم کی قلعی کھول دی۔
میں نے اُسے مخاطب ہو کر کہا۔
"جناب! ـــــ کرنل ڈیوڈ کا حکم ہے کہ آپ کو گرفتار کیا جائے ـــــ اور ہم کرنل ڈیوڈ کے ماتحت ہونے کی وجہ سے مجبور ہیں؟
اس پر اس نے کرنل ڈیوڈ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ہم سمجھ گئے کہ آپ کے میک اپ میں مجرم ہے ورنہ اُسے ضرور پتہ ہوتا کہ ہم جی۔ پی۔ فائیو کی بجائے ریڈ آرمی ہیڈ کوارٹر سے متعلق ہیں اور آپ ہماری صورتیں اچھی طرح پہچانتے ہیں ـــــ اس کی گرفتاری کے بعد ہم نے کوٹھی پر ریڈ کر دیا اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔
"میرے میک اپ میں مجرم کہاں ہے" ـــــ ؟ کرنل ہیرخ نے سوال کیا۔
"کار میں بیہوش پڑا ہے جناب" ـــــ اس نے جواب دیا۔
"کیا اکیلا" ـــــ ؟ کرنل ہیرخ نے چونک کر کہا۔
"نہیں جناب! ـــ دو آدمی اس پر پہرہ دے رہے ہیں" ـــ اسی نے جواب دیا۔
"ہوں ـــ ٹھیک ہے ـــــ یہ اس کا لباس پڑا ہے۔ اسے جا کر پہنا دو اور میرا لباس اتار کر لے آؤ" ـــــ کرنل ہیرخ نے کہا اور وہ آدمی فرش پر پڑا ہوا آکیشن شکیل کا لباس اٹھا کر باہر نکل گیا۔
"میرے متعلق کیا حکم ہے جناب ـــــ ؟ کیا میں کرسی پر بیٹھ سکتا ہوں یقین کرو کھڑے کھڑے میری ٹانگیں سُن ہو گئی ہیں" ـــــ اب تک

خاموش کھڑے ہوتے عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں — کھڑے رہو — ورنہ گولی مار دونگا" — کرنل ہیرز نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بیٹھے ہوتے کو بھی گولی ماری جا سکتی ہے — اگر آپ کا نشانہ کمزور نہ ہو — اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا نشانہ کمزور ہو گا" — عمران نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اطمینان سے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کرنل ہیرخ خاموش رہا۔

اب کمرے میں کرنل ہیرخ کے ساتھ دو افراد موجود تھے اور وہ دونوں مسلح تھے۔ ان کی تیز نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"کرنل ہیرخ — میں اپنی عادت سے مجبور ہوں — کیا کروں چین نہیں آتا" — عمران نے اچانک کرنل ہیرخ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" — کرنل ہیرخ نے چونک کر کہا

اور اسی لمحے عمران کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور عمران کے ہاتھوں میں موجود کلپ ہتھکڑی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح اڑتی ہوئی سیدھی کرنل ہیرخ کی پیشانی پر پڑی اور کرنل ہیرخ اوہ کی آواز نکالتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

کرنل ہیرخ کے دونوں ساتھی اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئے اور ان کی بوکھلاہٹ کا یہی لمحہ عمران کے لئے قیمتی تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک پر کرسی دے ماری اور دوسرے پر خود چھلانگ لگا دی۔

اس نے چھلانگ اس انداز سے ماری تھی کہ وہ اس کے ہاتھوں سے سٹین گن پکڑتا ہوا کمرے کے دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اور پھر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نے دروازے کے پٹ کی آڑ لے لی۔ کرسی کھا کر گرنے والے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن سے نکلنے والی گولیاں ٹھیک پلائی کے بنے ہوئے دروازے پر پڑیں۔

یہ دروازہ دونوں طرف سے پلائی وڈ لگا کر بنایا گیا تھا اور درمیان میں ناریل کے چھلکے بھر کر اس کا حجم بڑھایا گیا تھا۔ گولیاں اس ناریل کے چھلکوں میں ہی پھنس کر رہ گئیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عمران دروازے کے پٹ کے پیچھے بھی سلامت نہ رہ سکتا۔

اسی لمحے عمران نے سٹین گن سیدھی کی اور پھر سوائے کرنل ہیرخ کے جو بےہوش پڑا تھا۔ دونوں ایجنٹ گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔

اسی لمحے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دو افراد دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ شاید یہ سمجھتے تھے کہ بند ہوتے ہی اندر گولیاں برسائی جا رہی ہیں اس لئے وہ تیزی سے اندر بڑھتے چلے آئے اور پھر عمران کی سٹین گن نے ان دونوں کو بھی موت کی وادی میں پہنچا دیا۔

دوسرے لمحے عمران اچھل کر دروازے سے باہر آیا اور پھر راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

راہداری کے آخری سرے پر سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر والی منزل کو جاتی تھیں۔ عمران تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والی منزل میں پہنچا اور پھر اس نے ایک کھڑکی کے پٹ سے باہر جھانکا۔ سبز رنگ کی کار پورچ

میں کھڑی تھی اور دو مسلح افراد ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑے بڑے چوکنّے انداز میں کھڑے تھے۔ ان کی نظریں حسب توقع سامنے والے برآمدے پر لگی ہوئی تھیں۔

اگر عمران اوپر آنے کی بجائے سیدھا باہر نکلتا تو یقیناً گولیاں اُسے چاٹ جاتیں۔ مگر اب وہ نہ صرف محفوظ تھا بلکہ وہ دونوں افراد بھی اس کی زد میں تھے۔

عمران نے سٹین گن احتیاط سے ایک طرف رکھی اور پھر جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکال لیا۔ وہ گولیوں کے دھماکوں سے اردگرد کی آبادی کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ بولائے ہوئے کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے جی۔ پی۔ فائیو کے ایجنٹ کوٹھی پر چڑھ دوڑتے۔ اُسے معلوم تھا کہ اندرونی کمرے میں ہونے والی فائرنگ کی آواز کوٹھی سے باہر نہ گئی ہوگی۔

اس نے پھرتی سے ریوالور نکالا۔ دوسرے لمحے دو بار چٹ چٹ کی آوازیں نکلیں اور کار کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد ہوا میں ہاتھ مارتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران نے تیزی سے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں اتر کر واپس نچلی منزل پر آگیا۔ اور پھر راہداری میں دوڑتا ہوا واپس اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں کرنل بیرخ بیہوش پڑا ہوا تھا مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی عمران ٹھٹھک کر رہ گیا۔ کیونکہ وہاں پڑی ہوئی لاشوں کے درمیان کرنل بیرخ موجود نہ تھا۔

عمران تیزی سے پلٹا اور پھر اندھا دھند بھاگتا ہوا سامنے برآمدے کی طرف بڑھا اور پھر جیسے ہی وہ برآمدے میں آیا۔ اُسے سامنے کھڑی کار تو نظر آئی۔ مگر کرنل بیرخ کہیں موجود نہ تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ اور اسی لمحے اس کی نظریں کوٹھی کی پچھلی سمت موجود دیوار پر پڑیں۔ کرنل بیرخ دیوار پر موجود تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ عمران سٹین گن سیدھی کرتا، کرنل بیرخ دوسری طرف کود گیا۔

کرنل بیرخ اس وقت صرف انڈرویئر میں ملبوس تھا اور اب اس کے پیچھے بھاگنا حماقت تھی کیونکہ عقبی گلیوں سے نکل کر وہ جلد ہی کسی سڑک پر پہنچ جائے گا اور پھر جی۔ پی۔ فائیو اور پولیس کو لیکر کوٹھی پر چڑھ دوڑے گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے کار کی طرف دوڑا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو کرنل بیرخ کے میک اپ میں پچھلی نشست پر پڑے دیکھا۔ اس کے کپڑے وہیں پڑے ہوئے تھے۔ اور کیپٹن شکیل انڈرویئر میں ملبوس تھا۔ کپڑے لے آنے والوں نے شاید ابھی اس کے کپڑے اتارے ہی تھے کہ اندر ہونے والی فائرنگ سن کر اندر آ گئے تھے۔

عمران نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا۔ چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور دوسرے لمحے اس نے کار موڑ کر پھاٹک کا رُخ کیا۔

پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ عمران کار لئے باہر سڑک پر آیا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا مضافات کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے کار ایک تنگ سی گلی میں روک دی۔ اور پھر وہ پچھلی نشست پر پڑے ہوئے بیہوش کیپٹن شکیل پر جھک گیا۔ اس نے دو انگلیوں سے اس کی ناک پر تھپکی بھر کر دبا دی اور

دوسرا ہاتھ پوری سختی سے اس کے منہ پر رکھ دیا۔
چند لمحوں بعد سانس بند ہونے کی وجہ سے کیپٹن شکیل کا جسم کسمانے لگا اور پھر عمران نے ہاتھ ہٹا لئے۔ اور اسی لمحے کیپٹن شکیل نے آنکھیں کھول دیں۔

"جلدی سے کپڑے پہن لو ۔۔۔ جلدی کرو" ۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن شکیل ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا۔

"کک ۔۔۔ کیا ہوا ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہیں ننگا دیکھ کر شرم آ رہی ہے ۔۔۔ اس لئے جلدی سے کپڑے پہن لو" ۔۔۔ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل نے بوکھلا کر اپنے جسم کو دیکھا اور پھر تیزی سے قریب پڑے ہوئے کپڑے پہننے شروع کر دیئے۔

"میں ان کا صورت آشنا نہ تھا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے ۔۔۔ وہ ہماری توقع سے زیادہ ہوشیار ہیں ۔۔۔ بہرحال کوئی بات نہیں ۔۔۔ اب نہ سہی پھر سہی" ۔۔۔ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

اس دوران کیپٹن شکیل نے کپڑے پہن لئے اور پھر وہ دونوں کار سے باہر آ گئے۔ گلی میں سے گزر کر وہ ایک اور گلی میں آئے اور پھر مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے مکان میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے ایک زیر زمین سرنگ اس اڈے پر جاتی تھی جہاں وہ سب اس وقت

رہتے تھے۔ اور یہی عقابوں کا ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔
یہ عمران کی ہی تجویز تھی کہ میک اپ ہیڈ کوارٹر کی بجائے کسی اور جگہ کیا جائے اور اس کی یہ احتیاط کام آ گئی۔ ورنہ ریڈ آرمی ان کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جاتی ۔ تھوڑی دیر بعد وہ صحیح سلامت اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

الُونافہ کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف جاتی مگر ٹرانسمیٹر کا بلب بجھا ہوا دیکھ کر وہ ایک بار پھر ٹہلنا شروع کر دیتا۔
الونافہ، عمران اور اس کے ساتھیوں کی بے پناہ جرأت اور کارکردگی سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ اس نے بھی براہ راست میدان میں اترنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ غیر ملک سے آنے والے یہ لوگ اگر اس قدر تیزی اور پھرتی سے کام کر سکتے ہیں تو پھر اس ملک میں رہنے اور ان سے زیادہ وسائل رکھنے کے باوجود وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے

رہیں۔ یہی سوچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے پہلے اٹامک ریسرچ لیبارٹری میں گھسے گا اور اُسے ہر قیمت پر تباہ کر دے گا تاکہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو یہ احساس ہو سکے کہ عقاب بھی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔

اس فیصلے پر پہنچتے ہی اس نے لیبارٹری میں موجود عقاب سے رابطہ قائم کیا اور اس سے مزید تفصیلات طلب کیں تاکہ وہ خود لیبارٹری میں داخل ہو سکے اور اب اُسے اسی عقاب کی کال کا انتظار تھا۔

پھر کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز گونجی اور الونافہ تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

ٹرانسمیٹر کا سبز بلب اب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ الونافہ نے ایک بٹن دبا دیا دوسرے لمحے سیٹی کی آواز پر ایک مردانہ آواز غالب آ گئی

"بارھواں عقاب بول رہا ہے۔ اوور۔"

"یس — پہلا عقاب فرام دس اینڈ اوور" — الونافہ نے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"باس! — میں نے مزید تفصیلات حاصل کی ہیں — مگر اس وقت لیبارٹری یا زیرو کے اندر داخل ہونا ناممکن ہے۔ وہاں زیرو کے ارد گرد اور اوپر نظر نہ آنے والی میگا ویژن شعاعوں کا جال پھیلا دیا گیا ہے اب زیرو سے دس کلومیٹر دور تک کا علاقہ ان کی نظروں کے سامنے ہے زیرو پر نفری بھی ڈبل کر دی گئی ہے — لیبارٹری میں رہنے والوں کا باہر نکلنا تا اطلاع ثانی منسوخ کر دیا گیا ہے اور زیرو سے کوئی یودون کی سپلائی بند کر دی ہے۔ خوراک کے تھیلے بھی ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے

ری میں پہنچائے جا رہے ہیں۔ اوور" — بارھویں عقاب نے تفصیلات

تے ہوئے کہا۔

"اوہ! — کوئی ایسا طریقہ — جس سے زیرو میں داخل ہوا جا سکے

اوور" — الونافہ نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"نہیں جناب! — ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اوور" — بارھویں

قاب نے جواب دیا۔

"تم نے یہ تفصیلات کیسے حاصل کیں۔ اوور" — الونافہ نے کچھ

وچتے ہوئے پوچھا۔

"میگا ویژن شعاعوں کو نصب کرنے والے گروپ میں میرا ایک ساتھی شامل

تھا۔ اس سے معلوم ہوا ہے۔ اوور" — بارھویں عقاب نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کسی طرح میگا ویژن سسٹم کو ناکارہ کیا جا سکتا ہے — یا عارضی طور

پر اُسے خراب کیا جا سکتا ہے۔ اوور" — الونافہ نے کچھ سوچتے ہوئے

پوچھا۔

"نہیں باس! — ایسا ناممکن ہے — میگا ویژن سسٹم کنٹرولنگ مشین لیبارٹری میں ہے اور وہاں داخل ہوئے بغیر اُسے خراب یا ناکارہ نہیں کیا جا سکتا۔ اوور" — دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اوکے — ٹھیک ہے — تفصیلات کا شکریہ۔ اوور اینڈ آل" — الونافہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر ڈھیلے ہاتھوں سے ٹرانسمیٹر کا بٹن

آف کر ۔ ! اس کا سارا جوش صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

لیبارٹری کا دفاع اس انداز میں کیا گیا تھا کہ اس میں داخلہ ناممکن ہو کر

رہ گیا تھا۔

وہ کافی دیر بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس پر ہیڈ کوارٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ وہ یہ تازہ ترین تفصیلات فوری طور پر پرنس کو منتقل کرنا چاہتا تھا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیڈ کوارٹر۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"الوناقہ سپیکنگ ـــــ کیا پرنس موجود ہے اوور" ـــــ؟ الوناقہ نے پوچھا۔

"یس باس! ـــــ وہ ابھی ابھی واپس آتے ہیں ـــــ ان کے ساتھی کرنل ہیرنج کے میک اپ میں ہیں۔ اوور" ـــــ ہیڈ کوارٹر سے جواب دیا گیا۔

"اوہ! ـــــ مگر وہ تو کرنل ہیرنج کو اغوا کرنے گئے تھے ـــــ کیا ان کے ساتھ اصلی کرنل ہیرنج ہے اوور" ـــــ؟ الوناقہ کو یاد آ گیا کہ پرنس نے صبح ایک خالی کوٹھی کی چابی اور کار اس سے حاصل کی تھی۔

"نہیں جناب! ـــــ وہ ان کے ساتھی ہیں ـــــ پرنس اب ان کا میک اپ ختم کر رہے ہیں۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ! ـــــ تو اس کا مطلب ہے کہ پرنس کا مشن ناکام ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے میں خود وہیں آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل" ـــــ الوناقہ نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر ایک الماری کے خفیہ خانے میں رکھا اور پھر الماری بند کر کے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ کوٹھی کے پورچ میں پہنچ گیا۔ پورچ

ں نیلے رنگ کی ایک چھوٹی سی کار موجود تھی۔ اس نے کار کی ڈرائیونگ ٹ سنبھالی اور پھر کار کو موڑ کر اس کا رخ پھاٹک کی طرف کر دیا۔

پھاٹک کے قریب پہنچتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے اندر ہاتھ ڈال ر ایک بٹن دبا دیا اور بٹن دبتے ہی کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ رالوناقہ اسی رفتار سے کار پھاٹک سے گزارتا چلا گیا۔ کار کے پھاٹک سے باہر نکلتے ہی پھاٹک خود بخود بند ہو گیا۔

الوناقہ نے کار سڑک پر ڈالی اور تیزی سے شہر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس لیے کوٹھی تل ابیب کے انتہائی شمالی حصے کی طرف تھی۔ وہ یہاں اکیلا رہتا تھا اپنے اصل نام سے۔ صرف ایک ملازم تھا جو کوٹھی کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

الوناقہ جیسے ہی مرکزی شاہراہ پر پہنچا اچانک ایک موڑ پر جی۔ پی نائیڈ کے بے شمار کارندے ادھر ادھر سے سڑک پر چڑھ آئے۔ ان سب کے ہاتھوں ہاسٹین گنیں تھیں۔ ان کی مخصوص نیلی وردیاں ان کی اصلیت دور سے بتا رہی تھیں۔

الوناقہ نے بڑی پھرتی سے کار روک لی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی کہ آخر اس کی کار کو اس انداز میں کیوں روکا گیا ہے؟

"کار ایک طرف کھڑی کر کے نیچے اتر آؤ" ـــــ ایک سپاہی نے سخت لہجے میں الوناقہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور الوناقہ نے اس کے حکم کی تعمیل بلا چون چراں کی۔ اس نے بڑے اطمینان سے کار ایک طرف روکی اور پھر باہر آ گیا۔

"کیا بات ہے ـــــ مجھے کیوں روکا گیا ہے" ـــــ؟ الوناقہ کے لہجے میں قدرے تشویش کا عنصر نمایاں تھا۔

"کیا تمہارا نام الوناف ہے ـــــ؟ اور تم الوناف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے صدر ہو ـــــ؟" اسی سپاہی نے جو اس گروپ کا انچارج معلوم ہو رہا تھا بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! ـــ میں الوناف ہوں ـــ اور تمہاری اطلاع درست ہے" الوناف نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی تلاشی لو" ـــــ انچارج نے قریب کھڑے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ افراد نے بڑی پھرتی سے اس کی تلاشی لی۔ مگر ظاہر ہے اس کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔

"ٹھیک ہے ـــ تم پولیس کار میں بیٹھ جاؤ ـــ تمہیں ہیڈکوارٹر طلب کیا گیا ہے" ـــ انچارج نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر قریبی گلی میں موجود پولیس کار میں بٹھا دیا گیا۔ تین افراد اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں موجود تھیں اور وہ پوری طرح چوکنے نظر آ رہے تھے۔

"مم ـــ میں نے کیا قصور کیا ہے ـــ جو مجھے اس طرح لے جایا جا رہا ہے ـــ میں اسرائیل کا ایک معزز شہری ہوں اور میں نے ہمیشہ حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے" ـــ الوناف نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو ـــ تمہارے سوالوں کا جواب ہیڈکوارٹر میں مل جائے گا" ـــ انچارج نے جو ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا کرخت لہجے میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا

الوناف نے خاموشی اختیار کر لی۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس طرح اسے کیوں جی۔ پی فائیو ہیڈکوارٹر لے جایا جا رہا ہے ـــ کیا انہیں اس کی اصل حیثیت کا علم ہو گیا ہے ـــ مگر کیسے ؟

تھوڑی دیر بعد پولیس کار ہیڈکوارٹر پہنچ گئی اور اسے آ کر وہاں کے محافظوں کے حوالے کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد الوناف کرنل ڈیوڈ کے خاص کمرے میں پہنچ گیا۔

کرنل ڈیوڈ میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی تیز نظریں الوناف پر جم گئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نظروں ہی نظروں میں اس کی اصلیت جانچ رہا ہو۔

"بیٹھو" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

الوناف خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے لے آنے والے محافظ چند قدم ہٹ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ ان کے ہاتھوں میں موجود سٹین گنوں کا رخ الوناف کی طرف ہی تھا۔

"تم الوناف ہو ـــــ الوناف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے صدر" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

"جی ہاں! ـــ یہ درست ہے" ـــــ الوناف نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی درست ہے کہ سبز رنگ کی سیڈان جس کے نمبر ایم۔ آئی۔ زیرو تھری، ون ہیں تمہاری کمپنی کی ملکیت ہے" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے ایک جھماکے سے ساری بات الوناف کے ذہن میں آ گئی۔ اس

نے آج صبح ہی یہ گاڑی پولیس کے حوالے کی تھی۔ اس لمحے اس کے ذہن میں یہ بات آئی ہی نہ تھی کہ اگر پولیس کا مشن ناکام ہو گیا تو اس گاڑی کی وجہ سے اس کا بآسانی پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

"جی ہاں! — یہ بات بھی درست ہے جناب" —— البوناف نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ غیر ملکی مجرموں کی پشت پناہی تم کر رہے ہو" —— کرنل ڈیوڈ نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی مجرم! —— میں سمجھا نہیں جناب —— یہ گاڑی میری کمپنی میں جنرل ڈیوٹی کے کام آتی ہے —— اور میری کمپنی کا کوئی بھی شخص اس گاڑی کو کسی بھی وقت استعمال کر سکتا ہے۔ آخر اس گاڑی کے ساتھ کیا ہوا ہے جناب" —— ؟ البوناف نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ہوں! — تو اب تم ہم سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو —— ٹھیک ہے ابھی معلوم ہو جاتا ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر اس نے محافظوں سے مخاطب ہو کر کہا

"اسے بلیو روم میں لے چلو — میں وہیں آ رہا ہوں —— اور دیکھو خیال رکھنا یہ بھاگنے نہ پائے"۔

پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات مکمل ہوتی۔ دونوں محافظ عقاب کی طرح البوناف پر جھپٹے اور پھر ان دونوں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے اٹھایا اور کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر لے گئے۔

کرنل ڈیوڈ نے اس کے جاتے ہی میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ دوسرے لمحے کمرے کی سامنے والی دیوار میں نصب ایک سکرین روشن

ہو گئی۔ اس پر ایک نوجوان کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"البوناف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے متعلق تازہ ترین تفصیلات دس منٹ کے اندر میرے پاس پہنچ جانی چاہئیں" —— کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا اور سکرین تاریک ہو گئی۔

کرنل ڈیوڈ کا چہرہ اندرونی مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کے صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے اور اب مجرموں کا پتہ آسانی سے چل جائیگا۔ اسے تھوڑی دیر پہلے کرنل ہیرخ کے اغوا اور پھر واپسی کا پتہ چلا تھا۔ کرنل ہیرخ نے کوٹھی سے نکلتے ہوئے کار کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ پھر یہ کار ایک گلی میں کھڑی مل گئی اور چند ہی لمحوں میں جی۔ پی فائیو کے کارندوں نے اس کے اصل مالک کا پتہ چلا لیا۔ اس کے ساتھ ہی کرنل ڈیوڈ نے اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے اور جب جی۔ پی فائیو کی ایک گشتی گاڑی نے بتایا کہ البوناف ایک کار میں کوٹھی سے نکلا ہے اور فلاں سڑک پر آ رہا ہے۔ چنانچہ اسے وہاں روکا گیا اور نتیجے میں اس وقت وہ بلیو روم میں موجود تھا۔

اب کرنل ڈیوڈ کو البوناف کی کمپنی کے متعلق مزید تفصیلات کا انتظار تھا تاکہ وہ حالات سے باخبر ہو کر اصلیت تک پہنچ سکے۔ اُسے یقین تھا کہ بلیو روم میں کئے جانے والے تشدد کے سامنے البوناف چند لمحے بھی نہ ٹھہر سکے گا اور سب کچھ اگل دے گا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کا میک اپ صاف کر دیا تھا اور اب وہ اپنے اصل
روپ میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کمرے میں عمران سمیت تمام ا
موجود تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں لیبارٹری پر براہِ راست حملہ کرنا چاہئیے۔ اس
طرح ادھر اُدھر ناک ٹوئیاں مارنے سے ہم الجھ بھی سکتے ہیں" ——— صفدر
نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر وہ لوگ بے حد ہوشیار اور چوکنے ہو چکے ہیں ——— اس لئے
براہِ راست لیبارٹری پر حملہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہئے
کہ پہلے ایسے اقدامات کریں جن سے یہ لوگ الجھ جائیں اور ان کی توجہ لیبارٹری
سے ہٹ جائے" ——— جولیا نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے جولیا کی رائے سے اتفاق ہے" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— پنچوں کا فیصلہ سر آنکھوں پر ——— مگر ظاہر ہے پر

پرنالہ وہیں رہے گا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب ——— ؟" جولیا نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"بھئی یہ مطلب پوچھنے والی بیماری نے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا ——— میں
تو اس بیماری سے عاجز آگیا ہوں" ——— عمران نے دونوں ہاتھوں سے
سر پکڑتے ہوئے کہا جیسے اس پر شدید بیزاریت کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"سیدھے ہو کر بیٹھو ——— ورنہ کھوپڑی چٹکا دوں گی" ——— جولیا نے
تلملاتے ہوئے میز پر پڑی فولادی ایش ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے
کہا۔

"اوہ! ——— ڈیری بیڈ ——— اس قدر لڑاکی عورت سے بھلا کون جیت سکتا
ہے ——— بھئی میرا مطلب ہے کہ تم تینوں وہی کرو جو تم نے سوچا ہے
اور میں اور جوزف لیبارٹری کے سلسلے میں کام کریں گے ——— اس طرح پنچوں
کا فیصلہ بھی سر آنکھوں پر اور پرنالہ بھی وہیں رہے گا" ——— عمران
نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— ہم اکٹھے ہی کام کریں گے ——— تم علیحدہ کام نہیں کرو گے"
جولیا نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل اس کے اس
انداز پر مسکرا دیئے۔

"اوہو! ——— یہ پاکیشیا نہیں ہے ——— جہاں اس چوہے نے تمہیں ہم
سب پر مسلط کر رکھا ہے ——— یہ اسرائیل ہے اور یہاں کا انچارج میں
ہوں" ——— عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی۔ اچانک کمرے کا دروازہ
کھلا اور ایک نوجوان حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے

پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"باس ـــ باس کو گرفتار کر لیا گیا ہے" ـــ نوجوان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ الوناف کا آدمی تھا۔

"اوہ الوناف کو ـــ مگر کیسے" ـــ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس سبز رنگ کی کار کی وجہ سے باس کو گرفتار کیا گیا اور جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا ہے ـــ اور اب وہ بلیو روم میں ہے" ـــ اس آدمی نے جواب دیا۔ اب وہ کافی حد تک اپنے آپ پر قابو پا چکا تھا۔

"بلیو روم" ـــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں پرنس ! ـــ جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر میں موجود دنیا کے سب سے بھیانک عقوبت خانے کو بلیو روم کے نام سے پکارا جاتا ہے ـــ جہاں زمانہ قدیم سے لیکر جدید ترین دور کے ایسے ایسے خوفناک آلات موجود ہیں کہ پتھر بھی آخر کار بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ـــ کوئی شخص ایک بار بلیو روم میں داخل ہو جائے تو پھر چاہے وہ کتنی بھی قوت ارادی کا مالک ہو اُسے وہاں سچ اگلنا ہی پڑتا ہے ـــ اور باس کو بلیو روم میں لے جایا گیا ہے ـــ ہم سب شدید خطرے میں ہیں" ـــ نوجوان نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ غلطی میری تھی کہ میں نے وہ کاریوں ہی گلی میں چھوڑ دی ـــ بہر حال تم بے فکر رہو ـــ ہم تمہارے باس کو صحیح سلامت واپس لے آئیں گے" ـــ عمران نے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جولیا ! ـــ تمہارے فیصلے کا وقت آن پہنچا ہے ـــ ہمیں فوری طور پر جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنا ہے ـــ ایک کاری اور بھرپور حملہ" ـــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر درندگی کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"جی جناب ! ـــ جو مدد آپ چاہیں ہم کرنے کے لئے تیار ہیں" ـــ نوجوان نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ عمران کے چہرے پر پھیلی ہوئی درندگی دیکھ کر بُری طرح سہم گیا تھا۔

"تم دو کاریں تیار کرو ـــ دو ڈرائیور فوراً ـــ بی سکس ٹرانسمیٹر بھی اٹھا لو اور مجھے اسلحہ خانے میں لے چلو جلدی" ـــ عمران نے کہا اور نوجوان نے سر ہلا دیا۔

عمران اس کے پیچھے بھاگتا ہوا اسلحہ خانے کی طرف بڑھا اور عمران کے ساتھی تیزی سے اس راستے کی طرف دوڑے جہاں کاریں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران اسلحے سے لدا پھدا واپس آیا اور پھر اس نے اسلحہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ جدید ترین قسم کی سٹین گنیں ـ دھوئیں کے بم ـــ آگ لگانے والے بم ـــ سائلنسر لگے مشینی پستول اور اس قسم کے کئی آئٹم اس نے سب کو تقسیم کر دیئے۔

نوجوان نے خود ایک کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ یہ انتہائی طاقتور انجن کی سیڈان تھی جس کے پہیوں پر حفاظتی خول چڑھے ہوئے تھے اور شیشے اور باڈی بلٹ پروف تھی۔

دوسری کار کا ڈرائیور ایک اور نوجوان تھا۔ عمران اور جوزف ایک کار میں سوار ہو گئے۔ جبکہ دوسری کار میں صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا سوار ہو گئے۔

اور دونوں کاریں تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئیں جلد ہی سڑک پر پہنچ گئیں۔ ان کا رخ جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔

"سب ذہن میں رکھ لیں کہ ہم نے ہر قیمت پر ہیڈ کوارٹر کے اندر جانا ہے جو نظر آئے گولی مار دو اور بلیو روم سے ابوناف کو نکال کر ہم سب نے واپس اسی ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے ــــ ضروری نہیں کہ ہم اکٹھے ہی واپس ہوں جس انداز سے بھی جو نکل سکے ــ نکل جائے" ــــ عمران نے بی سکس ٹرانسمیٹر پر دوسری کار میں موجود اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ ہم سمجھ گئے ــ یہ اندھا مشن ہوگا" ــ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! ــ میں اور جوزف بلیو روم تلاش کریں گے ــ اور ابوناف کو نکالیں گے ــ جب کہ تم تینوں نے وہاں بے دریغ تباہی پھیلانی ہے۔ ایسی تباہی کہ کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے" ــــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

"جناب! ــ ہمارا آدمی وہاں موجود ہے ــ جو بلیو روم تک ہماری رہنمائی کر سکتا ہے" ــــ ڈرائیور نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ــ اسے کال کر کے پیغام دو کہ جیسے ہی حملہ ہو، وہ گیٹ پر پہنچ جائے" ــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ڈرائیور نے ڈیش بورڈ میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اپنے آدمی کو کال کرنا شروع کر دیا۔

کاریں انتہائی تیز رفتاری سے جی۔ پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھیں۔ ان سب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کے لئے بے شمار مسلح افراد موجود ہوں گے اور اتنی کڑی نگرانی میں گھس کر

زندہ سلامت باہر نکلنا ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوگا ــــ مگر وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر پوری طرح مطمئن تھے۔ ہر لمحے موت سے کھیلنا ہی تو ان کی زندگی تھی۔ ایسے موقعوں پر احتیاط ان کے مذہب میں حرام سمجھی جاتی تھی اور وہ بھلا حرام چیز کے قریب کیسے پھٹک سکتے تھے۔

"سر! ــــ ہمارا آدمی ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی عمارت سے باہر آجائے گا اور ہمارے ساتھ ہی اندر جائے گا ــــ میں نے اسے ہدایات دے دی ہیں" ــــ ڈرائیور نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم کاریں ہیڈ کوارٹر سے کچھ فاصلے پر روک لینا تم لوگوں نے کاروں میں ہی رہنا ہے ــــ صرف ہم اندر جائیں گے ــ تمہیں واپسی کے وقت ہوشیار رہنا ہوگا ــــ ٹرانسمیٹر پہ تمام حالات تمہارے سامنے ہوں گے اور تم ہر قسم کے اقدام کے لئے آزاد ہو گے" ــــ عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور اس نے سر ہلا دیا۔ پھر عمران کی ہدایات اس نے دوسری کار کے ڈرائیور تک پہنچا دیں۔

اب کاریں اس سڑک پر مڑ گئیں جس پر جی۔ پی فائیو کا قلعہ نما ہیڈ کوارٹر موجود تھا۔

لمحہ بہ لمحہ فاصلہ سمٹتا چلا جا رہا تھا۔ اور کاریں موت کو جلو میں لئے تیزی سے اپنے ٹارگٹ کے قریب ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

کرنل ہیمرخ کو جیسے ہی ہوش آیا وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کمرے میں اس کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ اس کا رخ باہر برآمدے کی طرف تھا۔ جب وہ برآمدے میں پہنچا تو اس نے اسی لمحے کار کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد کو ہوا میں ہاتھ مار کر زمین پر گرتے دیکھا وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ مجرم اوپر موجود ہے اور اگر وہ سیدھا پھاٹک کی طرف دوڑا گیا تو یقیناً مجرم کی گولی کا نشانہ بن جائے گا۔ اس نے ایک نظر کار پر ڈالی اور مخصوص تربیت یافتہ ذہن کی وجہ سے لاشعوری طور پر کار کے نمبر اس کے ذہن میں ثبت ہو گئے۔

کرنل ہیمرخ برآمدے کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہوا عمارت کی پچھلی طرف آیا اور پھر اس نے عقبی دیوار کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت اس کا پورا جسم عریاں تھا صرف ایک معمولی سا زیر جامہ اس کے بدن پر تھا مگر اس وقت

نہ جان بچانے کا تھا۔ اس لئے کرنل ہیمرخ کو اپنی عریانی کا کوئی خیال تک نہ آیا۔

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا بلکہ صحیح لفظوں میں اڑتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا پھر دیوار سے تھوڑی دور پہلے اس نے اپنے جسم کو پوری قوت سے ہوا میں اچھالا ــــ دوسرے لمحے وہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح دیوار کے سرے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے دوسری طرف گلی میں چھلانگ لگا دی۔

وہ گلی میں دوڑتا چلا گیا۔ اور پھر ایک اور گلی میں مڑ گیا۔ راستے میں موجود اکا دکا ایک ننگے شخص کو یوں بے تحاشہ دوڑتے دیکھ کر حیرت سے رک جاتے مگر اس وقت کرنل ہیمرخ کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا اس کوٹھی سے کافی دور بڑی سڑک پر پہنچ گیا۔

سڑک پر پہنچتے ہی ایک خالی ٹیکسی اُسے اپنی طرف آتی دکھائی دی اس نے آگے بڑھ کر سڑک کے درمیان کھڑا ہو کر ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

" جلدی کرو ــــ ریڈ آرمی ایجنسی ہاک روڈ پر لے چلو" ــــ کرنل ہیمرخ نے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈرائیور نے ریڈ آرمی کا لفظ سنتے ہی ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ہاک روڈ پر پہنچ گئی۔

کرنل ہیمرخ نے ٹیکسی ہیڈ کوارٹر کے سامنے رکوائی اور پھر اچھل کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت میں موجود ہر شخص کرنل ہیمرخ کو اس حال میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مگر کرنل ہیمرخ کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ مختلف راہداریوں میں

دوڑتا ہوا سیدھا اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا اور پھر سب سے پہلے اس نے ایک الماری میں سے لباس نکال کر پہنا اور پھر وہ عقاب کی طرح میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون پر جھپٹا. اس نے انتہائی تیزی سے نمبر ڈائل کئے اور پھر رابطہ قائم ہوتے ہی بولا.

"کرنل ڈیوڈ! — میں کرنل ہیمرخ بول رہا ہوں — میری بات غور سے سنو! — میری ابھی ابھی مجرموں سے جھڑپ ہوئی ہے — میں نے دو مجرموں کو گرفتار بھی کر لیا تھا — مگر انہوں نے میرے چھ آدمی ہلاک کر دیئے ہیں — اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلا ہوں — یہ جھڑپ ڈاک کالونی کی سُرخ رنگ کی کوٹھی میں ہوئی ہے — مجرم جو کار استعمال کر رہے تھے اس کا نمبر ایم ۔ زیڈ۔ فور، ون، فور، ٹو ہے۔ میرے آدمی دیر لگائیں گے اس لئے میں تمہیں فون کر رہا ہوں کہ تم جی. پی. فائیو کے کارندوں کے ذریعے فوری طور پر اس کوٹھی پر چھاپہ مارو — اگر مجرم وہاں سے نکل بھاگے ہوں تو اس کار اور اس کے مالک کو تلاش کرو — ہمیں مجرموں کا کلیو مل جائے گا — کار کا رنگ سبز ہے اور وہ نئے ماڈل کی ڈاٹسن ہے" — کرنل ہیمرخ نے انتہائی جوشیلے لہجے میں کہا.

"مگر ہوا کیا — ؟ کیسے تمہاری ٹکر ہو گئی" — ؟ کرنل ڈیوڈ نے کچھ پوچھنا چاہا.

"پلیز کرنل! — وقت ضائع مت کرو — فوراً ایکشن میں آجاؤ اور مجرموں کا جیسے ہی کلیو ملے مجھے فوراً فون کرنا. میں خود آکر تمہیں تفصیلات بتا دوں گا" — کرنل ہیمرخ نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا.

"اوکے" — دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ نے کہا اور کرنل ہیمرخ نے فوراً رسیور رکھ دیا.

رسیور رکھ کر وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا. عریاں حالت میں کوٹھی سے نکل بھاگنے اور پھر تمام ماتحت سٹاف کے سامنے عریاں حالت میں آنے کا ردعمل اس پر اب بُری طرح ہو رہا تھا. وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ماتحت آخر اس کے متعلق کیا سوچ رہے ہوں گے. یقیناً وہ اس کا دل کھول کر مضحکہ اڑا رہے ہوں گے کہ ریڈ آرمی کا سربراہ اور مجرموں کے ہاتھوں اس کی یہ درگت بن گئی. اب اسے لباس پہن کر بھی باہر نکلتے ہوئے شرم آرہی تھی.

اس کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم حد سے زیادہ چالاک. عیار اور خطرناک ہیں. ہتھکڑی سے بندھے ہوئے ملزم نے جس انداز میں پوزیشن بدل دی اس کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا. یہ تو شکر ہے کہ اسے جلد ہی ہوش آگیا. ورنہ نجانے اس کا کیا حشر ہوتا.

ابھی تک اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آرہی تھی کہ آخر مجرم نے کلپ ہتھکڑی بیٹھے بیٹھے کیسے کھول لی. جب مجرم نے اس کی پیشانی پر ہتھکڑی ماری تھی تو بے ہوش ہونے سے پہلے یہ احساس اس کے ذہن میں موجود تھا کہ ہتھکڑی کے کلپ اسی طرح بند تھے. بس ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ مجرم نے کسی طرح اپنے دونوں ہاتھ کلپوں سے نکال لئے ہوں جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے. مگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی تو ذہن میں نہ آتی تھی اور پھر اس کے ذہن میں وہ بازی گر آگئے جنہیں اس نے بچپن میں سڑک کے کنارے شعبدے دکھاتے ہوئے اکثر دیکھا تھا کہ وہ ایک چھوٹے سے رنگ میں سے

اپنا بھاری بھرکم جسم اس طرح مروڑ اور سکیڑ کر ـــ نکال لیتے تھے کہ آدمی حیران رہ جاتا تھا۔ اور بات اس کی سمجھ میں آ گئی کہ مجرم نے بھی اس طرح کی شعبدہ بازی دکھائی ہو گی کہ اپنے ہاتھوں کو مروڑ اور سکیڑ کر ہتھکڑی کے کلپوں سے نکال لیا ہو گا۔

یہ سوچتے سوچتے اچانک اسے خیال آیا۔ اس نے میز کی ایک دراز کھولی اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا اور تیزی سے اس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد جب اس نے اس کا بٹن آن کیا تو دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر پر لگا ہوا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو میجر ہیرس! ـــ کرنل ہیمرخ سپیکنگ ـــ ہیلو اوور" ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی بلب سبز رنگ میں جلنے لگا۔

"یس کرنل! ـــ میجر ہیرس سپیکنگ اوور" ـــ دوسری طرف سے میجر ہیرس کی آواز سنائی دی۔

"میجر! ـــ میرا خیال ہے کہ ریڈ آرمی کو لیبارٹری سے واپس بلوا لیا جائے ـــ مجرم سنجانے کب لیبارٹری پر حملہ کریں ـــ اور ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ مشن ہی نہ ہو ـــ ہمیں مجرموں کو شہر میں ہی تلاش کر کے ٹھکانے لگانا چاہیے۔ اوور" ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"آپ کی تجویز مناسب ہے جناب ـــ ویسے بھی ہم لوگ یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں جبکہ مجرم شہر میں آزاد پھر رہے ہیں اوور" ـــ میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ لیبارٹری کی حفاظت جی۔ پی فائیو بخوبی کرے گی۔

پائلٹوں کو میرا حکم سنا دو اور پھر واپس آ جاؤ ـــ ہم یہاں اکٹھے ہو کر مجرموں کی تلاش کا کوئی لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ اوور" ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"بہتر باس! ـــ ہم ایک گھنٹے بعد ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں گے اوور" میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"میں انتظار کر رہا ہوں ـــ اوور اینڈ آل" ـــ کرنل ہیمرخ نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر واپس دراز میں رکھ کر وہ مجرموں کی تلاش کے لئے لائحہ عمل سوچنے لگا۔

ابھی وہ اس سوچ بچار میں مصروف تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔

کرنل ہیمرخ نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ـــ کرنل ہیمرخ سپیکنگ" ـــ کرنل ہیمرخ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کرنل ڈیوڈ فرام دس اینڈ" ـــ دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ! ـــ کرنل کیا رپورٹ ہے ـــ ؟ کوئی کلیو ملا" ـــ کرنل ہیمرخ نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یس کرنل! ـــ کار ہمیں ایک گلی میں کھڑی مل گئی ہے ـــ مجرم تو حسب توقع غائب ہیں البتہ کار کی رجسٹریشن سے معلوم ہوا ہے کہ یہ کار الزاف امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کی ملکیت ہے ـــ اور وہاں تمہارے

چھ آدمیوں کی لاشیں کوٹھی سے ملی ہیں انہیں پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دیا گیا ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

"گولی مارو ان آدمیوں کو ـــــ وہ تو مرتے ہی رہتے ہیں ـــ یہ بتاؤ کہ یہ ابونافہ کون ہے"ـــ کرنل ہیرخ نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابونافہ ایک عرب ہے ـــ مگر اس نے ایک یہودی لڑکی سے شادی کر لی تھی اس لئے اُسے اسرائیل کا ایک شہری تسلیم کر لیا گیا تھا ـــ ارکم روڈ پر اس کی کمپنی کا دفتر ہے ـــ خاصا امیر اور سوشل آدمی ہے۔ بہرحال اس کی کار سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا لازمی مجرموں سے تعلق ہے۔ میں نے اپنے ایجنٹوں کو اُسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے آنے کا حکم دے دیا ہے ـــ جب وہ یہاں آئے گا تو پھر باقی معلومات ہم اس سے حاصل کر ہی لیں گے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا

"ٹھیک ہے مجھے یقین ہے کہ اس سے ہمیں مجرموں کا پتہ چل جائے گا اور پھر ہم انہیں بے بس چوہوں کی طرح گھیر لیں گے ـــ جیسے ہی ابونافہ تمہارے پاس پہنچے مجھے فوراً اطلاع کر دینا ـــ میں خود تمہارے پاس آؤں گا" ـــ کرنل ہیرخ نے اشتیاق آمیز جوشیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے ـــ میں تمہیں ٹیلیفون کر دوں گا" ـــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کرنل ہیرخ نے بھی رسیور رکھ دیا۔

اور پھر اس نے الماری میں سے ایک ضخیم فائل نکالی اور اس کا مطالعہ

شروع کر دیا۔ اُسے میجر ہیرس اور اس کے ساتھیوں کی آمد کا انتظار تھا اس کا خیال تھا کہ ان کے آنے کے بعد وہ ان سب کو ساتھ لیکر جی۔ پی فائیو ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے گا تاکہ ابونافہ سے معلومات ملتے ہی وہ فوری طور پر ایکشن میں آ سکیں۔ یہ فیصلہ اس نے اس لئے بھی کیا تھا کہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں کرنل ڈیوڈ تمام کریڈٹ خود لینے کے لئے اُسے اطلاع دیتے بغیر ہی ابونافہ سے ملنے والے کلیو پر تمام کام شروع کر دے اور اس طرح حکومت کی نظروں میں اپنے محکمہ کی کارکردگی بڑھا لے۔

اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی اُسے انٹر کام پر میجر ہیرس اور اس کے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع ملی۔ کرنل ہیرخ نے انہیں میٹنگ روم میں بھیجنے کا حکم دیا۔

چند لمحوں بعد وہ خود بھی اٹھ کر میٹنگ روم میں پہنچ گیا۔ میٹنگ روم میں موجود کرسیوں پر ریڈ آرمی کے دسوں ممبر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دس ممبر جن کی ذہانت ـ کارکردگی ـ بے خوفی اور جرأت کی مثالیں دی جاتی تھیں کرنل ہیرخ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب احتراماً اٹھ کھڑے ہوتے۔ کرنل ہیرخ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ابونافہ کے متعلق تمام تفصیل ان کے سامنے رکھ دی۔

"ہمیں فوراً جی۔ پی فائیو ہیڈ کوارٹر پہنچنا چاہیئے۔ مجرموں کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ ملنی چاہیئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کرنل ڈیوڈ ابونافہ کی زبان نہ کھلوا سکے ـــ اس لئے ہمارا وہاں موجود ہونا ضروری ہے۔ اس کی ناکامی کی صورت میں ہم خود ابونافہ سے معلومات حاصل کریں گے" میجر ہیرس نے فوراً کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں بھی اسی فیصلے پر پہنچا ہوں ۔۔۔ ابھی تک کرنل ڈیوڈ
نے ابونافہ کی گرفتاری کی خبر نہیں دی ۔۔۔ جہاں تک میرا خیال
ہے کہ کرنل ڈیوڈ ہمیں ایک طرف رکھ کر خود ہی بازی جیتنے کے خیال میں
ہے ۔۔۔ اس لئے ہمارا وہاں پہنچنا بے حد ضروری ہے ۔۔۔ اور دوسری
بات یہ کہ ہمیں انتہائی خطرناک مجرموں کے مقابلے کے لئے یہاں سے تیار
ہو کر چلنا چاہیئے ۔۔۔ تاکہ ہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر حرکت میں آسکیں"
کرنل ہیرخ نے کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے جناب" ۔۔۔ ایک اور ممبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ تم لوگ اسلحہ خانے سے ضروری اسلحہ حاصل کرو۔
دستی بم ۔۔۔ سٹین گنیں اور ان کا فالتو ایمونیشن ۔۔۔ بیہوش کرنے
والی گیس کے بم اور اسی قسم کا تمام اسلحہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا"
کرنل ہیرخ نے کہا اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اسلحہ لے کر گیراج میں آجاؤ ۔۔۔ میں وہاں ہوں گا ۔۔۔ ہم فوری طور
پر چل دیں گے" ۔۔۔ کرنل ہیرخ نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر
نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گیراج میں پہنچا تو وہاں تین مضبوط کاریں تیار
تھیں۔ کرنل ہیرخ، میجر ہیرسن والی کار میں بیٹھ گیا اور یہ خوفناک گروپ
کاروں میں سوار تیزی سے جی۔ پی فائیو کے ہیڈکوارٹر کی طرف چل پڑا۔

دس منٹ سے بھی کم عرصہ میں ابونافہ امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن کے
متعلق تفصیلی فائل کرنل ڈیوڈ کی میز پر پہنچ گئی۔ اور کرنل ڈیوڈ اس کے
مطالعہ میں مصروف ہو گیا
فائل خاصی ضخیم تھی اور اس میں کارپوریشن میں کام کرنے والے ہر فرد
اور جس قسم کا کام کارپوریشن کرتی تھی۔ ان سب کی مکمل تفصیل دی گئی تھی
حتیٰ کہ کارپوریشن میں کام کرنے والے افراد کے رہائشی پتے اور ان کی
تصویریں تک فائل میں موجود تھیں۔
جی۔ پی۔ فائیو نے خفیہ طور پر اسرائیل کے ہر شہری اور ہر کاروباری
ادارے کی تفصیلی فائلیں مرتب کی ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کی
گرفت پورے ملک پر انتہائی سخت تھی۔
تقریباً آدھے گھنٹے تک کرنل ڈیوڈ فائل کے مطالعے میں مصروف رہا
فائل کے مطابق ابونافہ کا کردار بے داغ اور اس کی حب الوطنی ہر قسم
کے شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ مگر موجودہ حالات سے صاف ظاہر ہوتا

تھا کہ مجرموں کی پشت پناہی البونافہ کر رہا ہے۔

چنانچہ اس نے فائل بند کی اور پھر ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ کرنل ہمیرخ کو البونافہ کی گرفتاری کے متعلق بتانا چاہتا تھا۔ مگر اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ وہ خود البوناف سے معلومات حاصل کر کے مجرموں کو گرفتار کیوں نہ کرے ——— ؟ آخر اس کا کریڈٹ ریڈ آرمی کو کیوں دے —— ؟ یہی سوچ کر اس نے رسیور سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک آگئی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بلیو روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیو روم راہداری کے آخری سرے پر واقع تھا اور یہاں تشدد کے انتہائی قدیم اور خوفناک آلات سے لیکر جدید ترین مشینیں موجود تھیں اور آج تک کوئی شخص یہاں آکر اپنے آپ کو سچ بولنے سے نہ روک سکا تھا۔

بلیو روم کے دروازے پر ایک مسلح گارڈ موجود تھا۔ کرنل ڈیوڈ کو دیکھتے ہی اس نے سیلوٹ مارا پھر ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ اور کرنل ڈیوڈ بلیو روم میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک کافی بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر جدید قسم کی مشینیں نصب تھیں جبکہ دوسری سائیڈ پر پرانے زمانے کے خوفناک ہتھیار موجود تھے کمرے کے درمیان میں ایک کرسی پر البونافہ بیٹھا تھا۔ اس کے پیچھے دو مسلح آدمی بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ جب کہ ایک قوی ہیکل جلاد نما شخص صرف پتلون پہنے البوناف کے قریب دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھے یوں کھڑا تھا جیسے حکم ملتے ہی وہ کشتی لڑنے کے لئے اکھاڑے میں اتر آتے گا البوناف کی قمیص اتار دی گئی تھی اور اس کا اوپر کا جسم ننگا تھا۔

البوناف کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی اس کی نظریں بار بار تشدد کے خوفناک آلات پر پڑتیں اور وہ جلد ہی نظریں ہٹا لیتا۔

"ہاں تو البوناف! —— بہتر یہ ہے کہ تم سچ سچ بتا دو کہ مجرم اس وقت کہاں موجود ہے —— ورنہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہاں آکر پتھر بھی بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں" —— کرنل ڈیوڈ نے سپاٹ لہجے میں البوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی مجرم کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے —— میں ایک کاروباری آدمی ہوں —— میرا مجرموں سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا" —— البوناف نے دانت بھینچتے ہوئے جواب دیا

"ٹھیک ہے —— تمہاری مرضی —— ابھی تم سب کچھ بتا دو گے۔ اس پر ترکیب نمبر ایک آزماؤ" —— کرنل ڈیوڈ نے جلاد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

جلاد سر ہلاتا ہوا ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دیوار کے قریب رکھا ہوا ایک بڑا سا موچنا اٹھا لیا اور پھر وہ واپس البوناف کی طرف بڑھ آیا۔

"اس سے ایک ایک کر کے تمہارے تمام ناخن نوچ لئے جائیں گے۔ یہ سب سے معمولی تشدد ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے کمنٹری کرتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں" —— البوناف نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے —— کوفی! —— آپریشن شروع کر دو" —— کرنل ڈیوڈ

نے اس کی پوری بات سُنے بغیر اس جلاد سے مخاطب ہو کر کہا اور جلاد نے سر ہلا دیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ابوناصر کی کرسی کے قریب پہنچتا۔ اچانک باہر خوفناک دھماکے سنائی دیئے اور اس کے بعد بے تحاشہ فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ہیڈ کوارٹر پر کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو مسلح گارڈ بوکھلائے ہوئے انداز میں داخل ہوئے۔

"سب ـــ باس! ـــ ہیڈ کوارٹر پر مجرموں نے حملہ کر دیا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ!" ـــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

اب باہر فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں کے ساتھ ساتھ انسانی چیخوں کی آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

جی پی فائیو کے ہیڈ کوارٹر سے سو گز دور عمران نے کاریں رکوا دیں اور وہ سب نیچے اتر آئے۔

"کیپٹن شکیل! ـــ تم دائیں طرف والی گلی سے ہوتے ہوئے عقبی طرف سے گھسو ـــ صفدر اور جولیا! ـــ تم بائیں طرف سے حملہ کرو ـــ اور جوزف! ـــ تم شمال کی طرف سے آگے بڑھو ـــ میں دروازے سے گھسوں گا۔ اور سنو! ـــ بے تحاشہ فائرنگ اور تباہی ہونی ہے ـــ اس قدر تباہی کہ ہیڈ کوارٹر کی اینٹ سے اینٹ بج جائے ـــ اور فائرنگ میری فائرنگ کے ساتھ ہی شروع ہو گی۔ اور واپسی کا اشارہ ٹرپل فائر سے ہو گا ـــ ایسی صورت میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے کاروں تک پہنچنا ہے اور اگر کاریں نہ ملیں تو انفرادی طور پر بھاگ جانا" ـــ عمران نے سپہ سالار کی طرح ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے تیزی سے اپنے اپنے ٹارگٹس کی طرف

بڑھتے چلے گئے۔

عمران بڑی تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ صدر درواز
پر ایک آدمی پہریداروں کے انچارج کی وردی پہنے بڑے بے چین
انداز میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سٹین گن تھی اور اس نے
ٹوپی اتار کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اور یہ وہ مخصوص اشارہ تھا جس
عمران نے اسے پہچاننا تھا۔

عمران تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس کی تیز نظ
عمران پر جم گئیں۔

"عقاب" —— عمران نے اس کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

"اوہ۔ میرے پیچھے چلے آؤ" —— اس نے چونک کر کہا
پھر اس نے پھرتی سے ٹوپی سر پہ رکھی اور واپس مڑ گیا۔ عمران تیزی
اس کے پیچھے چلتا گیا۔

صدر دروازے پر موجود پہرے داروں نے انچارج کی وجہ سے ا
کے اندر جانے کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہو
ایک کمرے میں پہنچ گئے۔

اس کمرے میں میز کے پیچھے کرسی پر ایک باوردی نوجوان بیٹھا ہوا تھا
اندرونی کمروں کا راستہ اس کمرے سے ہو کر جاتا تھا اور وہاں سے اند
لئے بغیر کوئی اندر نہ جا سکتا تھا۔

"کون ہے یہ" —— کرسی پر بیٹھے نوجوان نے کرخت لہجے میں عمر
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انچارج سے کہا۔ مگر دوسرا لمحہ اس پر بہت
بھاری پڑا۔ کیونکہ عمران نے انتہائی پھرتی سے کوٹ کے اندر سے سٹین گن

ر کرسی پر بیٹھے ہوئے نوجوان کے جسم پر گولیوں کی بارش سی

اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے گولیوں اور بموں کے دھماکے سنائی
لگے۔

راستہ کھولو" —— عمران نے چیختے ہوئے کہا اور خود وہ دروازے سے

انچارج نے انتہائی پھرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبایا اور
دیوار درمیان سے ہٹتی چلی گئی۔

دروازے سے کسی کو نہ آنے دینا" —— عمران نے چیخ کر کہا اور
ن بننے والی خلا میں چھلانگ لگا دی۔ سامنے ایک راہداری تھی۔
راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

راہداری کے موڑ پر پہرے دار موجود تھے۔ مگر عمران کی سٹین گن
ل رہی تھی۔ کچھ سپاہیوں نے اس پر فائرنگ کی کوشش کی مگر
بکلی بنا ہوا تھا۔

ران راستے میں پڑنے والے ہر سپاہی کو اڑاتا ہوا تیزی سے دوڑتا
بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں ایک لوہے کا دروازہ تھا جو
ے بند تھا۔

ران نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک دستی بم نکالا اور اس کی پن
اسے پوری قوت سے دروازے پر مار دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا
وازہ اڑ کر دور جا گرا۔ اندر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دیں
دروازہ اڑتے ہی سٹین گن کا فائر کھول دیا۔ اور پھر وہ اچھل کر

اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک اور راہداری تھی۔ عمران تیزی سے راہداری میں دوڑتا ہوا
اور پھر جیسے ہی وہ موڑ مڑا۔ اچانک اس پر سٹین گن کی فائرنگ ہوئی
عمران تیزی سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا اور اس نے بجلی کی
تیزی سے ایک اور دستی بم کی پن کھینچ کر موڑ سے آگے پھینک دیا۔ ا
خوفناک دھماکہ ہوا اور ساتھ ہی راہداری چیخوں سے گونج اٹھی اور عمران
دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

سامنے ہی ایک کمرے کا دروازہ تھا جس پر پلیورروم کے الفاظ
رہے تھے۔ دروازہ بند تھا اور اس کے باہر کوئی پہرے دار نہ تھا
نے اس دروازے کا بھی پہلے دروازے جیسا حشر کیا۔ دروازہ اڑ
ہی وہ بھی اڑتا ہوا اندر جا گرا۔ اور پھر اس کی تیز نظروں نے الو
دو گارڈوں اور ایک جلاد نما شخص کو دیکھ لیا۔ وہ سب حیرت بھرے انداز
میں کھڑے تھے کہ عمران کی سٹین گن چیخ پڑی۔ اور پھر ایک ہی بار
تینوں کا صفایا ہوتا چلا گیا۔

"الونافہ میرے پیچھے آؤ ۔۔۔ ایک سٹین گن اٹھا لو" ۔۔۔ عمران
چیخ کر الونافہ سے کہا اور اس نے دروازے کے باہر چھلانگ لگا دی۔

اسی لمحے دائیں طرف سے اس پر فائرنگ ہوئی۔ مگر عمران تیـ
سے زمین پر لیٹتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے دھو
کے بم نکال کر اس طرف پھینک دیئے۔

الونافہ بھی باہر آ گیا تھا۔

دھوئیں کے بم پھٹتے ہی عمران تیزی سے واپسی کے راستے پر دوڑ

گیا۔ الونافہ بھی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ البتہ وہ ہر ایک لمحے بعد پیچھے مڑ
کر فائر کھول دیتا۔

جلد ہی وہ دونوں اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں پہرے داروں کا
انچارج موجود تھا۔

"کیا پوزیشن ہے ۔۔۔؟" عمران نے چیخ کر کہا۔

"صدر دروازے پر تو مسلح گارڈ پہنچ گئی ہے ۔۔۔ ہر طرف گولیاں
چل رہی ہیں اور دھماکے ہو رہے ہیں" ۔۔۔ انچارج نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ بتاؤ ۔۔۔ صدر دروازے سے تو ہم
باہر نہیں نکل سکتے" ۔۔۔ الونافہ نے چیخ کر کہا۔

"میرے پیچھے آؤ" ۔۔۔ انچارج نے کہا اور پھر وہ راہداری میں
نکل کر تیزی سے ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ پورے ہیڈ کوارٹر میں دھماکوں سے
قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ انچارج ان دونوں کو لے کر ایک کمرے میں پہنچا
اور پھر اس نے ایک خفیہ بٹن دبا دیا تو ایک طرف نیچے جانے والی سیڑھیاں
نمودار ہو گئیں۔ وہ تینوں نیچے اترتے چلے گئے۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی
سرنگ کے خاتمے پر ایک دروازہ تھا جو سٹیل کا بنا ہوا تھا۔

"اسے اڑانا پڑے گا ۔۔۔ یہ اوپر سے کنٹرول ہوتا ہے" ۔۔۔ انچارج
نے کہا۔

عمران نے دو دستی بم بیک وقت دروازے پر کھینچ مارے اور دروازے
کے پرخچے اڑ گئے اور وہ تینوں تیزی سے باہر نکل آئے۔ یہ ایک جنگل کی

گلی تھی۔

عمران نے گلی میں آتے ہی جیب سے ایک لمبی نال والا پسٹل نکالا اور اس کا رُخ آسمان کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ شوں کی آواز سے گولی آسمان کی طرف بڑھی اور پھر آسمان پر ایک تیز شعلہ سا نکل کر بجھ گیا۔

"آؤ" ——— عمران نے کہا اور وہ تیزی سے گلی کے کنارے کی طرف بھاگنے لگے۔

مگر ابھی وہ تھوڑی ہی دُور گئے ہوں گے کہ گلی کے سرے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مگر عمران نے بموں والا نسخہ آزمایا اور چیخوں کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ گلی کراس کر کے سڑک پر آ گئے۔

اسی لمحے ایک کار تیزی سے ان کے قریب پہنچی اور وہ تینوں دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گئے۔ کار تیزی سے آگے بڑھی۔ کار میں جولیا پہلے سے موجود تھی۔

ابھی کار آگے بڑھی ہی تھی کہ سامنے سے آنے والی کار سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ ڈرائیور نے انتہائی پھرتی سے کار کو لہرایا اور پھر اس نے ساتھ والی گلی میں اُسے موڑ دیا۔

موڑ مڑتے ہی عمران نے کھڑکی سے فائرنگ کی اور سامنے سے آنے والی کار کی ونڈ سکرین کے پُرزے بکھر گئے۔ ڈرائیور نے انتہائی مہارت سے کار اس گلی سے نکالی اور دوسری گلی میں ڈال دی۔ مگر اس بار ایک اور کار نے اس کا راستہ روک لیا۔ اب عمران کی کار کے نکلنے کا راستہ نہ تھا مگر ڈرائیور نے کار روکنے کی بجائے فل ایکسیلیٹر دبا دیا اور کار آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتی ہوئی ایک خوفناک دھماکے سے سامنے والی کار سے ٹکرائی

اور سامنے والی کار لٹو کی طرح گھوم گئی اور عمران کی کار تیز رفتاری سے گزرتی ہوئی سڑک پر پہنچ گئی۔

سڑک پر ہر طرف پولیس اور سی۔ پی۔ نائیو کی بے شمار گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

"نکل چلو" ——— عمران نے چیخ کر کہا اور پھر اس نے ایک طرف کی کھڑکی سنبھال لی جب کہ ابو نافہ نے دوسری طرف کی کھڑکی اور جولیا نے ڈرائیور کے ساتھ والی ——— اور پھر انہوں نے سٹین گن کے ٹریگر مسلسل طور پر دبا دیئے۔ کار موت بکھیرتی ہوئی انتہائی خوفناک رفتار سے سڑک پر بھاگتی چلی گئی۔ کئی کاروں نے اس کا پیچھا کرنا چاہا مگر عمران کے پھینکے ہوئے دستی بموں نے انہیں سڑک پر ہی بکھیر دیا اور کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی ایک گلی میں گھستی چلی گئی۔

گلی کے آخر میں ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے کار روک دی اور وہ سب جلدی سے نیچے اترے۔ گلی میں دوڑتے ہوئے ایک مکان کے دروازے میں گھستے چلے گئے۔

مکان میں سے ہوتے ہوئے ایک اور مکان میں گھسے اور پھر گٹر کے ذریعے زمین کے نیچے دوڑتے ہوئے وہ جلد ہی کافی دور نکل کر ہیڈ کوارٹر میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

پھر تھوڑی دیر بعد صفدر، کیپٹن شکیل اور جوزف بھی ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

جوزف کے ایک بازو میں گولی لگی تھی مگر جوزف نے اس پر اتنی مضبوطی سے ہاتھ رکھا ہوا تھا کہ خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہ نکل سکا۔

عمران جوزف کو تیزی سے ایک طرف لے گیا اور چند لمحوں بعد عمران نے گولی نکال کر اس کے بازو پر بینڈیج کر دی ۔

" انتہائی خوفناک معرکہ تھا " ——— ابونافہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا ۔

" ہاں ! ——— اندھا اقدام تھا ——— بہرحال ہمارا مشن کامیاب رہا ۔ اب یہ عرصہ تک اپنے زخم چاٹتے رہیں گے " ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ۔

" عمران صاحب ! ——— جب ہم واپس بھاگے تو تین کاروں میں کچھ لوگ وہاں آ گئے اور انہوں نے بے تحاشہ فائرنگ اور بموں کے دھماکے کئے ——— وہ ہماری کار اڑانا چاہتے تھے ——— ہم تو بچ نکلے البتہ ان کی وجہ سے پولیس کی کئی کاریں تباہ ہو گئیں " ——— صفدر نے کہا ۔

" خاصہ خون خرابہ ہوا ہے ——— ابونافہ ! اب فوری طور پر تل ابیب کا کوئی اہم ٹارگٹ بتاؤ ——— میرا خیال ہے کہ ہم اس ٹارگٹ کو فوری طور پر اڑا دیں تو ان سب کی توجہ لیبارٹری سے ہٹ جائے گی " ——— عمران نے کہا ۔

" میرے خیال میں سب سے بڑا ٹارگٹ یہاں کا بجلی گھر ہے ——— یہ ایٹمی بجلی گھر ہے ——— اگر اسے اڑا دیا جائے تو اسرائیل میں صف ماتم بچھ جائے گی ——— مگر یہ بجلی گھر بہت وسیع و عریض ہے اس کی حفاظت کے بھی بڑے انتظام ہیں " ——— ابونافہ نے جواب دیا ۔

" تم بس اس کا محل وقوع اور نقشہ تفصیل سے سمجھا دو ——— باقی کام ہم پر چھوڑ دو " ——— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا جیسے اتنے بڑے بجلی گھر

کو اڑانا اس کی نظر میں بالکل معمولی سی بات ہو ۔

اور پھر ابونافہ نے کاغذ اٹھا کر ایٹمی بجلی گھر کا نقشہ بنانا شروع کر دیا ۔

کرنل ہیمرخ اور اس کے ساتھی ابھی جی۔پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر سے کافی دُور تھے کہ انہیں دُور سے بے تحاشہ فائرنگ اور بموں کے دھماکے سنائی دیتے اور انہوں نے سڑکوں پر پھیلنے والی افراتفری بھی دیکھی۔ لوگ سر پر پیر رکھے اِدھر اُدھر دوڑتے چلے جارہے تھے۔

"اوہ!۔۔۔ میرا خیال ہے کہ مجرموں نے جی۔پی۔ فائیو کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کر دیا ہے"۔۔۔ میجر ہیرس نے کہا۔

"ہاں!۔۔۔ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے"۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

میجر ہیرس نے کار کی رفتار بڑھا دی اور پھر وہ انتہائی تیزی سے ہیڈکوارٹر کے قریب ہوتے چلے گئے

پھر جیسے ہی میجر ہیرس نے کار ایک گلی میں موڑی۔ سامنے سے آنیوالی کار ایک دھماکے سے ۔۔۔ ٹکرائی اور میجر ہیرس کی کار لٹو کی طرح گھومتی چلی گئی اور ٹکرانے والی کار ۔۔۔ نکل کر سڑک پر پہنچ گئی۔

جب تک میجر ہیرس کار کو سنبھالتا۔ ٹکرانے والی کار کافی دُور نکل گئی اور پولیس کاریں اس کے تعاقب میں تھیں۔ پیچھے آنے والی ریڈ آرمی کی کاریں تیزی سے ہیڈکوارٹر کے گرد پھیلتی چلی گئیں اور پھر وہ سب پھرتی سے نیچے اترے۔

اسی لمحے ان پر ایک طرف سے فائرنگ ہوئی اور انہوں نے ایک آدمی کو دوڑ کر ایک کار کی طرف بڑھتے دیکھا۔ انہوں نے اس پر فائر کھول دیا وہ قوی ہیکل آدمی ایک جھٹکا کھا کر فرش پر گرا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے چھلانگ لگائی پھر اس سے پہلے کہ اس پر فائرنگ ہوتی، وہ کار میں پہنچ گیا اور کار تیزی سے آگے دوڑتی چلی گئی۔

انہوں نے کار پر بم پھینکے مگر کار ڈرائیور انتہائی ہوشیار تھا۔ وہ ہر بار کار بچا کر نکل گیا۔ البتہ بموں کی زد میں اس کے اردگرد پھیلی ہوئی پولیس کاریں آگئیں اور ہر طرف کاروں کے پُرزے بکھرتے چلے گئے۔

ریڈ آرمی نے کاریں اس کے پیچھے ڈال دیں۔ مگر پولیس کاروں اور اس کار میں سے ہونے والی بے تحاشہ فائرنگ نے انہیں قریب نہ پہنچنے دیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ کار ایک تنگ گلی میں مڑتی چلی گئی۔ ریڈ آرمی کی کاریں جب گلی میں پہنچیں تو وہ کار گلی کے کنارے پر موجود تھی البتہ مجرم غائب تھے۔

"واپس ہیڈکوارٹر چلو ۔۔۔ ان کی تلاش جی۔پی۔ فائیو کرے گی ۔۔۔ ابھی شاید کچھ مجرم ہیڈکوارٹر میں موجود ہیں"۔۔۔ ایک نے چیخ کر کہا اور پھر انہوں نے کاریں تیزی سے ہیڈکوارٹر کی طرف دوڑا دیں۔

مگر جب وہ ہیڈکوارٹر میں پہنچے تو فائرنگ رک چکی تھی اور ہر طرف موت کا سا سکوت طاری تھا۔ کاریں روک کر وہ تیزی سے ہیڈکوارٹر میں داخل ہوئے

کرنل ہیمرخ اور میجر ہیرس پہلے سے وہاں موجود تھے۔ ہیڈکوارٹر میں ہر طرف پہرے داروں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ مجرموں نے بم پھینک پھینک کر پوری عمارت کا ستیاناس کر دیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے عمارت پہ باقاعدہ کسی فوج نے حملہ کیا ہو۔

"کرنل ڈیوڈ کہاں ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے چیخ کر ایک حواس باختہ سپاہی سے پوچھا۔

"وہ ڈارک روم میں ہیں" ——— سپاہی نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس سے ڈارک روم کا پتہ پوچھتے، کرنل ڈیوڈ باہر آ گیا۔ اس کی آنکھیں دہشت اور خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ چاروں طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اُسے اس خوفناک تباہی پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"یہ سب کیسے ہوا ——— ؟ الوبانو کہاں ہے" ——— ؟ کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا۔

"اوہ! ——— الوبانو بلیو روم میں ہے ——— اور یہ تباہی" ——— کرنل ڈیوڈ نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"چلو جلدی کرو ——— ہمیں الوبانو کا پتہ کرنا چاہیئے ——— تم نے اُسے وہاں کیوں چھوڑ دیا جب کہ مجرم اُسے چھڑانے کے لئے آئے تھے۔" کرنل ہیمرخ نے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ ——— وہ ——— میں" ——— کرنل ڈیوڈ کچھ بھی نہ کہہ سکا اور پھر تیزی سے بلیو روم کی طرف دوڑنے لگا۔

مگر راستے میں ٹوٹے ہوئے دروازے اور سپاہیوں کی لاشوں نے

انہیں پہلے ہی بتا دیا کہ مجرم اپنا وار کر چکے ہیں اور پھر بلیو روم میں بکھرے ہوئے مشینوں کے پرزے ——— گارڈوں اور جلاد نما شخص کی لاشوں نے صورت حال بالکل واضح کر دی۔

الوبانو غائب تھا۔

اسی لمحے ایک سپاہی نے آ کر بتایا کہ خفیہ سرنگ کا دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔ مجرم ادھر سے نکل گئے ہیں۔

"اوہ! ——— ایسا نہیں ہو سکتا ——— ضرور مجرموں کا ساتھ کوئی اندر کا آدمی دے رہا تھا ——— ورنہ اجنبی مجرموں کا بلیو روم تک پہنچنا ——— اور پھر اس خفیہ ترین راستے سے نکلنا ناممکن ہے" کرنل ڈیوڈ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ اب وہ فوری صدمے سے سنبھل چکا تھا۔

"مجرم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے کرنل! ——— ہم ایک اہم ترین سراغ کھو بیٹھے ہیں" ——— کرنل ہیمرخ نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— واقعی ہم سراغ کھو بیٹھے ——— توبہ! اس قدر دیدہ دلیری کہ دن دہاڑے ہیڈکوارٹر کو تباہ کر دیا ——— یہ مجرم ناقابل تسخیر ہیں ——— کرنل ہیمرخ! ہم ان مجرموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا کی پناہ ——— اس قدر جرأت اور دلیری" ——— کرنل ڈیوڈ نے ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واقعی بے حد خوفناک مجرم ہیں ——— اور اب ان کی گرفتاری اور بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے ——— بھلا حکام کیا کہیں گے کہ چند مجرم

ہمیں شکست پر شکست دیتے چلے جا رہے ہیں ـــــ اور ہم اتنے بے پناہ وسائل کے باوجود ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے ـــــ ہمیں کچھ اور سوچنا ہو گا ـــــ کچھ اور ـــــ کوئی واضح پلاننگ ـــــ کوئی خصوصی لائحہ عمل" ـــــ کرنل ہیمرخ نے کہا۔

اور پھر وہ باہر کی طرف چل پڑے۔ ڈھیلے اور شکست خوردہ قدموں سے۔

ایٹمی بجلی گھر تل ابیب سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور پورے تل ابیب میں بجلی کی سپلائی کا واحد ذریعہ ہے ـــــ الونافہ نے نقشہ اور دیگر تفصیلات بتانے کے بعد کہا۔

"اوہ! ـــــ تو اس کا مطلب ہے کہ ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کو بھی بجلی یہیں سے سپلائی ہوتی ہو گی" ـــــ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بالکل! ـــــ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں ـــــ ویسے اس لیبارٹری میں ایک علیحدہ جنریٹر بھی لگایا گیا ہے" ـــــ الونافہ نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ـــــ جنریٹر کتنی دیر چل سکے گا ـــــ وہ تو صرف وقتی طور پر سپلائی کے لئے ہو گا ـــــ ٹھیک ہے۔ ہمیں اب پروگرام بنا لینا چاہیئے ـــــ جیسے ہی ایٹمی بجلی گھر تباہ ہو، ہمیں ایٹمک ریسرچ لیبارٹری پر حملہ کر دینا ہے ـــــ یقیناً یہ ایسا وقت ہو گا جب وہ لوگ بری طرح الجھے چکے ہوں گے" ـــــ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ بجلی گھر کی تباہی عقابوں پر ڈال دیجئے اور آپ لوگ لیبارٹری سنبھالیں" ـــــ الونافہ نے کہا۔

"نہیں! ـــــ تم لوگوں سے یہ تباہ نہیں ہو گا ـــــ یہ کام مجھے کرنا ہو گا ـــــ اکیلے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"اکیلے ـــــ اور ایٹمی بجلی گھر کی تباہی ـــــ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ الونافہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تو تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے ـــــ؟ میں پھونک مار کر بجلی گھر کو اڑا سکتا ہوں ـــــ میں نے کئی بار پھونک مار کر موم بتیاں بجھا دی ہیں ـــــ یہ بجلی گھر بھلا کیا چیز ہے" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب! ـــــ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم گروپنگ کر لیں اور بیک وقت دونوں ٹارگٹس پر حملہ کر دیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں! ـــــ دونوں جگہوں پر حملہ ہونا ضروری ہے اس لئے درمیان میں کچھ وقفہ ہو گا ـــــ دوسرے لفظوں میں وقفہ بہت ضروری ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"تم اپنے آپ کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو ——— ؟ کیا ہم ناکارہ لوگ ہیں" ——— جولیا نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو ——— ٹھیک ہے ——— میں یہیں سوتا ہوں ——— تم دونوں ٹارگٹس تباہ کر دو ——— پھر مجھے اٹھا لینا اور ہم ہنستے گاتے واپس چلے جائیں گے" ——— عمران نے فوراً ہی ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ" ——— جولیا سے اور تو کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ ہنکارہ بھر کر رہ گئی۔

"الوناف! ——— اب تم ظاہر تو نہیں ہو سکتے ——— اس لئے تم ایسا کرو کہ اپنے عقابوں کو لے کر پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دو۔ جس وقت ایٹمی بجلی گھر تباہ ہو ——— ساتھ ہی پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ ہو جائے اس طرح سب لوگ یقیناً بُری طرح الجھ جائیں گے ——— اور اس وقت لیبارٹری اڑانا آسان ہو جائے گا" ——— عمران نے الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں تیار ہوں" ——— الوناف نے جوشیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ——— پلاننگ کر لیں تاکہ سب کام صحیح طریقے سے سرانجام پا سکے" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے کاغذ اٹھا کر پلاننگ شروع کر دی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے اور ایٹمی لیبارٹری اور ایٹمی بجلی گھر پر حملے کے متعلق تفصیلی پلاننگ تیار کر لی۔

"الوناف ——— تمہاری تفصیلات کے مطابق ایٹمک ریسرچ لیبارٹری پر روزانہ ایک ہیلی کاپٹر غذا کے پیکٹ پھینکنے جاتا ہے" ——— عمران نے الوناف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! ——— روزانہ شام کو ایک ہیلی کاپٹر یہ ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے" ——— الوناف نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ میک اپ کر کے باہر جاؤ اور اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا پتہ نکالو ——— صفدر ——— یا ——— کیپٹن شکیل ان میں سے جس کی جسامت بھی اس پائلٹ سے ملتی ہو ——— اس کا روپ دھارے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا پتہ چلاؤ کہ غذا کے پیکٹ کہاں بند ہوتے ہیں اور کتنے بڑے ہوتے ہیں ——— میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم سب غذا کے پیکٹوں میں بند ہو کر لیبارٹری کے اندر داخل ہوں مجھے یقین ہے کہ چونکہ نرسری اور لیبارٹری میں کئی سو افراد کام کرتے ہیں اس لئے غذا کی یہ پیٹیاں بہت بڑی بڑی ہوں گی" ——— عمران نے کہا۔

"اوہ گڈ آئیڈیا ——— مجھے معلوم ہے۔ یہ پانچ پیٹیاں ہوتی ہیں اور قد آدم سے بھی بڑی ہوتی ہیں ——— ہم آسانی سے اسلحہ سمیت ان پیٹیوں میں چھپ سکتے ہیں" ——— الوناف نے خوشی سے چہکتے ہوئے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے ——— تم آج یہ معلومات حاصل کرو ——— کل میں ایٹمی بجلی گھر کی خبر لیتا ہوں اور کل رات ہی ہم ایٹمی لیبارٹری پر دھاوا بول دیں گے ——— جس وقت ہم ایٹمی لیبارٹری پر دھاوا بولیں اسی وقت عقاب پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دیں" ——— عمران نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر بجلی گھر" ۔۔۔ ؟ الوناف نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ۔۔۔ وہ میرا کام ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اگر آپ پُراعتماد ہیں تو پھر ٹھیک ہے" ۔۔۔ الوناف نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم ہمیں آج یہ سامان مہیا کر دو" ۔۔۔ عمران نے کاغذ پر سامان کی لسٹ بناتے ہوئے کہا۔

"بہتر ۔۔۔ سامان مل جائے گا ۔۔۔ میرے ذمہ اور کوئی کام" ۔۔۔ ؟ الوناف نے کہا۔

"ایٹمی بجلی گھر کے سوڈزائم شعبے کا انچارج کون ہے ۔۔۔ کہاں رہتا ہے ۔۔۔ ؟ اور اس کے متعلق تمام تفصیلات مجھے ایک گھنٹے میں چاہئیں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"مل جائیں گی ۔۔۔ میں ابھی عقاب نمبر چار کے ذمہ لگا دیتا ہوں۔ وہ معلوم کر لے گا" ۔۔۔ الوناف نے کہا۔

"تم یہ معلومات حاصل کرو ۔۔۔ جب تک میں سامان کی لسٹ بنا لوں"۔ عمران نے کہا اور الوناف سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ دونوں پریذیڈنٹ ہاؤس کے خاص کمرے میں کرسیوں پر منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ صدر مملکت نے فوری طور پر انہیں بلایا تھا اور وہ دونوں جانتے تھے کہ صدر کی ڈانٹ پھٹکار سننی پڑے گی مگر وہ مجبور تھے۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور صدر مملکت کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ دونوں ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔

"تشریف رکھیئے" ۔۔۔ صدر مملکت نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سامنے رکھی ہوئی اونچی پشت والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں بھی بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھ گئے۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مجرموں کو پناہ دینے والے کسی مقامی آدمی کو پکڑ لیا تھا ۔۔۔ مگر مجرموں نے جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر پر دھاوا بول کر اسے چھڑا لیا ۔۔۔ اور نہ صرف اسے چھڑا لیا بلکہ

جی۔ پی۔ فائیو کے ستر آدمی ہلاک اور بے شمار زخمی کر دیتے —— اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ جب مجرم واپس جا رہے تھے تو ان کا ٹکراؤ ریڈ آرمی سے ہوا —— مگر وہ نکل جانے میں کامیاب رہے" —— صدر مملکت نے چبا چبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔ ان کی تیز نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ کی اطلاع بالکل درست ہے جناب" —— کرنل ڈیوڈ نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ایسا کیوں ہو رہا ہے —— ؟ کیا آپ سب نااہل اور نکمے ہیں —— آپ کی صلاحیتوں اور کارکردگی کی پوری دنیا میں دھوم تھی مگر ان چار پانچ غیر ملکی مجرموں کے سامنے آپ حقیر چوہوں کی طرح بے بس نظر آتے ہیں —— وہ جب چاہتے ہیں —— جہاں چاہتے ہیں وار کر دیتے ہیں اور ہم صرف ناکامی پر زخم چاٹتے رہ جاتے ہیں —— آخر یہ مجرم کیوں ناقابل تسخیر بن گئے —— صدر مملکت نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! —— یہ مجرم عام مجرموں کی طرح نہیں ہیں —— یہ مجرم بے حد ذہین —— چالاک —— عیار —— دلیر —— اور بے باک ہیں یہ اس پہلو پر وار کرتے ہیں جو ہمارا کمزور پہلو ہوتا ہے" —— کرنل ہیرنچ نے کہا۔

"سنو کرنل! —— میں نے تمہیں اس لئے ریڈ آرمی کا سربراہ نہیں بنایا کہ تمہارے منہ سے مجرموں کے قصیدے سنتا رہوں —— اگر تمام خوبیاں مجرموں میں ہی موجود ہیں تو پھر ہم تھالی میں رکھ کر انہیں پورا ملک

پیش کر دیں —— میں ان مجرموں کی مسخ شدہ لاشیں چاہتا ہوں۔ ان کے کٹے ہوئے سر چاہتا ہوں —— ان کے بندھے ہوئے ہاتھ چاہتا ہوں —— میں مجرموں کی لاشوں میں ہزاروں کی تعداد میں گولیوں کے سوراخ چاہتا ہوں —— سمجھے تم" —— صدر مملکت نے چیختے ہوئے کہا۔

"ہم کوشش کر رہے ہیں جناب" —— ان دونوں نے بڑے مردہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم لوگ بے بس ہو گئے ہو تو پیچھے ہٹ جاؤ —— تمہاری جگہ میں دوسرے لوگوں کو لے آتا ہوں —— ہم نے پوری دنیا سے ٹکر لے رکھی ہے اور آج تک پوری دنیا پر ہماری دلیری جرأت اور بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے —— مگر آج یہ حال ہے کہ چار پانچ آدمی ہمارے ملک میں ہی ہمیں تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں اور ہم بے بسی سے ان کا تماشہ دیکھ رہے ہیں —— اور نہ صرف تماشہ دیکھ رہے ہیں بلکہ الٹا ان کے قصیدے گا رہے ہیں" —— صدر مملکت نے چیختے ہوئے کہا۔

"جناب! —— آپ ہمیں کچھ مہلت دیں —— ہم مجرموں کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کریں گے —— اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو پھر ہم اپنے استعفے پیش کر دیں گے" —— کرنل ڈیوڈ نے بجھے بجھے سے لہجے میں جواب دیا۔

"استعفے! —— تمہارا مطلب ہے کہ مجرم جب پورے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چل دیں تو تم استعفے لیکر آ جاؤ —— میں تمہارے

استعفوں کو چاٹوں گا —— مجھے مجرموں کی لاشیں چاہئیں۔ استعفے نہیں چاہئیں —— میں تمہیں صرف ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اگر ایک ہفتے کے اندر تم نے مجرموں کو زندہ —— یا —— مُردہ گرفتار نہ کیا تو پھر مجمع عام کے سامنے تم دونوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا سمجھے —— ایک ہفتہ کی مہلت ہے —— یا مجرموں کو مار ڈالو۔ یا خود مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ —— اور اب تم جا سکتے ہو —— گٹ آؤٹ "—— صدر مملکت کے منہ سے غصے کی شدت سے جھاگ نکلنے لگے۔

اور وہ دونوں تیزی سے اٹھ کر مڑے اور پھر کمرے سے باہر نکل گئے۔ شدید ترین بے عزتی سے ان دونوں کا رواں رواں لرز رہا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آج ہی مر چکے ہوں۔

"کرنل ڈیوڈ! —— تمہارے ذہن میں مجرموں کی گرفتاری کا کوئی لائحہ عمل ہے" —— کار میں بیٹھتے ہوئے کرنل ہیمرخ نے پوچھا۔

"میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا —— آخر اتنی بڑی آبادی میں مجرموں کو کہاں سے ڈھونڈیں —— اب ہم ایک ایک مکان کی تلاشی لینے سے تو رہے —— اور اگر ہم ایسا کریں بھی تو پورے تل ابیب کی تلاشی میں سالوں لگ جائیں گے —— جب کہ مہلت صرف ایک ہفتہ کی ہے" —— کرنل ڈیوڈ نے بجھے سے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ کم بخت اپنا کوئی سراغ بھی نہیں چھوڑتے —— خدا خدا کر کے ایک سراغ ہاتھ لگا تھا —— وہ بھی غائب ہو گیا" —— کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"ارے مجھے تو خیال ہی نہیں رہا —— ہاں! ایک سراغ اب بھی ہے" اچانک کرنل ڈیوڈ کے چہرے پر سرخی آ گئی۔

"وہ کیا —— ؟" کرنل ہیمرخ نے چونک کر پوچھا۔

"الونافہ کو بلیو روم میں لے جا کر جب کرسی پر بٹھایا گیا تھا تو تشدد کے لئے اس کی قمیض اتار لی گئی تھی —— وہ قمیض اب بھی شاید بلیو روم میں موجود ہو —— اگر وہ قمیض مل جائے تو ہم سراغرساں کتوں کی مدد سے الونافہ کا سراغ لگا لیں گے" —— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ! —— ویری گڈ! —— اگر قمیض مل جائے تو الونافہ کی گرفتاری یقینی ہو جائے گی —— اور الونافہ کی گرفتاری کے بعد مجرموں کا ہاتھ آنا بھی یقینی ہو جائے گا" —— کرنل ہیمرخ بھی خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں یقیناً" —— کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔ اب ان دونوں کے چہروں پر سرخی آ گئی تھی اور آنکھیں چمک اٹھی تھیں ان کی کار انتہائی تیز رفتاری سے جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا اور پَو پھٹنے میں کچھ دیر رہتی تھی کہ عمران پشت پر ایک بیگ باندھے یعقوب کالونی کی ایک کوٹھی کی عقبی دیوار کے ساتھ سمٹا ہوا کھڑا تھا۔ یہ ایٹمی بجلی گھر کے سوپر ڈائریکٹر شعبے کے سربراہ مارک نوکم کی کوٹھی تھی۔ الزنافہ عمران کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔

عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر کوٹھی کی عقبی دیوار پر چھلانگ لگا دی۔ پہلے ہی جمپ میں اس کے ہاتھ دیوار کے سرے پر ٹک گئے اور دوسرے لمحے عمران ہاتھوں کے بل اٹھتا ہوا دیوار پر پہنچ گیا۔

کوٹھی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عمران دیوار پر لیٹا ہوا اندر کی آہٹ لیتا رہا۔ اور جلد ہی اُسے اطمینان ہو گیا کہ اندر پہرے دار کتے موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ اس نے اندر چھلانگ لگا دی۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور عمران تیزی سے قدِ آدم باڑ کے پیچھے دبک گیا۔ چند لمحوں تک وہ کسی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر شاید کوٹھی میں کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ اس لئے

کوئی نہ آیا تو عمران اٹھا اور پھر دبے قدموں چلتا ہوا تیزی سے کوٹھی کی اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

جلد ہی وہ عمارت کی سائیڈ سے ہوتا ہوا سامنے کے رُخ پر پہنچ گیا۔ اس نے کوٹھی کے پھاٹک کے قریب چوکیدار کی کوٹھڑی دیکھی جس کی بتی جل رہی تھی۔ چوکیدار شاید اندر سو رہا تھا۔

عمران دبے قدموں برآمدے سے ہوتا ہوا سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مختلف کمرے دیکھنے کے بعد وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں نیلا بلب جل رہا تھا۔

عمران نے دروازے کو ہلکا سا دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور پھر جب عمران نے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔ کیونکہ سامنے ہی بیڈ پر مارک نوکم اطمینان بھری نیند سویا ہوا تھا الزنافہ نے مارک نوکم کی ایک تصویر بھی مہیا کر دی تھی۔ یہ تصویر ایٹمی بجلی گھر کے افتتاح کے موقع پر کھینچی تھی۔ الزنافہ پبلک لائبریری سے وہ اخبار اڑا لایا تھا اس لئے عمران کو اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اخبار میں چھپی ہوئی تصویر سے ہی عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ مارک نوکم کا قد و قامت عمران جیسا ہے اس لئے عمران اور بھی زیادہ مطمئن تھا اور جب الزنافہ نے اسے بتایا تھا کہ مارک نوکم نے شادی نہیں کی اور وہ کوٹھی میں صرف ملازموں کے ساتھ رہتا ہے تو عمران کو اپنی خوش بختی پر ناز سا ہونے لگا۔ قدرت خود بخود آسانیاں فراہم کر رہی تھی۔

عمران نے اندر داخل ہو کر آہستہ سے دروازہ بند کیا اور پھر جیب سے

ایک چھوٹا سا ریوالور نکالا اور اس کی نال کا رخ سوئے ہوئے مارک فوکم کی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔

ریوالور کی نال سے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکلی اور سیدھی مارک فوکم کے چہرے سے ٹکرائی۔ مارک فوکم نے ایک لمحے کے لئے چہرے کو ادھر ادھر کیا مگر دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔ بیہوش کر دینے والی زود اثر گیس نے ایک لمحے میں اپنا کام کر لیا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے لپشت پر موجود کھڑکی کھول دی تاکہ گیس کا اثر کمرے میں باقی نہ رہے۔

چند لمحوں بعد عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بڑی پھرتی سے بیہوش پڑے ہوئے مارک فوکم کے جسم سے لباس اتارنا شروع کر دیا۔ اپنا لباس اتار کر اس نے ایک الماری میں رکھا اور مارک فوکم کا اترا ہوا شب خوابی کا لباس خود پہن لیا۔ پھر اس نے خوابگاہ کی کارنس پر پڑی ہوئی مارک فوکم کی فریم شدہ تصویر اٹھائی اور غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے اپنا بیگ کھولا اور پھر تصویر کو سامنے رکھ کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے چہرے پر مارک فوکم کا میک اپ شروع کر دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد جب اس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس کی آنکھوں میں اطمینان کے تاثرات جھلک اٹھے۔ اب انتہائی نزدیک سے بھی کوئی اس کے میک اپ کو چیک نہ کر سکتا تھا

میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک سرنج اور ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور سرنج میں دوا بھر کر وہ غسل خانے سے باہر آگیا۔ بستر پر بیہوش پڑے ہوئے مارک فوکم کے عریاں

بازو میں اس نے بڑی پھرتی سے انجکشن لگایا اور پھر سرنج کو ساتھ والی میز پر رکھ کر اس نے مارک فوکم کو اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر واپس غسل خانے میں لے آیا۔ غسل خانے کی دیوار کے ساتھ اسے بٹھا کر اس نے مارک فوکم کی ناک سے ایک شیشی لگا دی۔ یہ شیشی بھی اس کے بیگ میں موجود تھی۔

شیشی میں موجود گیس جیسے ہی مارک فوکم کی ناک میں گھسی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ عمران دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مارک فوکم نے آنکھیں کھول دیں مگر اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک مفقود تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ لاشعوری کیفیت میں ہو۔ یہ اس انجکشن کا اثر تھا جو عمران نے مارک فوکم کو لگایا تھا۔

"مارک فوکم! ــــ میری آنکھوں میں دیکھو" ــــ عمران نے دبے مگر انتہائی سرد لہجے میں کہا اور مارک فوکم نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"تم میرے سوالوں کے جواب بالکل درست دو گے" ــــ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ــــ میں تمہارے سوالوں کے درست جواب دوں گا" ــــ مارک فوکم نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے وہ کسی کنوئیں کی تہہ میں بیٹھا بول رہا ہو۔

"تمہارا نام کیا ہے" ــــ ؟ عمران نے پوچھا۔

"مارک فوکم" ــــ مارک فوکم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارا عہدہ کیا ہے" ــــ ؟ عمران نے پوچھا۔

"میں ایٹمک بجلی گھر یہ، سوڈزائم شعبے کا انچارج ہوں" ــــ مارک فوکم

نے جواب دیا۔

پھر عمران مسلسل سوال کرتا چلا گیا۔ اور مارک نوکم جواب دیتا گیا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں عمران نے مارک نوکم سے ہر وہ تفصیل پوچھ لی جس کی مارک نوکم کے روپ دھارنے پر اُسے ضرورت پڑ سکتی تھی۔ خاص طور پر اٹیمک بجلی گھر میں اس کی مصروفیات ——— اس کی عادات ——— اندازِ گفتگو ——— اپنے ماتحتوں اور افسروں سے اس کا رویہ ——— اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات ——— اور اٹیمک بجلی گھر میں داخل ہوتے وقت سیکورٹی چیکنگ کی تفصیلات۔

"ٹھیک ہے مارک نوکم! ——— اب تم شام کے آٹھ بجے تک ہوش میں نہیں آؤ گے ——— شام کے آٹھ بجتے ہی تم خود بخود ہوش میں آجاؤ گے اور اس کے ساتھ ہی تمہیں اس دوران کی کوئی تفصیل یاد نہیں رہے گی"۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور مارک نوکم نے سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ وہ ہپناٹزم کے قوی سجیشن کے تحت دوبارہ بیہوش ہو چکا تھا اور عمران جانتا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت شام آٹھ بجے سے پہلے اسے ہوش میں نہیں لا سکتی۔

عمران نے مارک نوکم کے بیہوش ہوتے ہی اُسے دوبارہ اٹھایا اور اُسے غسل خانے سے باہر نکال کر کپڑوں کی الماری میں لٹا دیا۔ الماری کی چوڑائی لمبائی اتنی تھی کہ مارک نوکم اس میں اطمینان سے سیٹ ہو گیا۔ اب سامنے لٹکے ہوئے کپڑوں کو ہٹائے بغیر اُسے چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔

الماری بند کر کے عمران نے غسل خانے سے اپنا بیگ اٹھایا اور اُسے بھی

الماری میں ایک طرف رکھ دیا۔

ساتھ والی میز پر پڑی ہوئی سرنج بھی اس نے بیگ میں ڈال دی تھی۔ پھر اس نے تنقیدی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور ہر طرف سے مطمئن ہو کر وہ مارک نوکم کی جگہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس نے ہاتھ پر بندھی ہوئی مارک نوکم کی گھڑی پر نظر ڈالی اور اس نے بیڈ کے کونے میں لگے ہوئے کال بیل کے بٹن کو دبا دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد ایک ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں عمران کو سلام کیا اور پھر ساتھ والی میز پر چائے رکھ دی اور خود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کی تیز نظریں ملازم پر جمی ہوئی تھیں۔ مگر ملازم نے الماری کھولنے کی بجائے اس کے نیچے سے بوٹ نکالے اور انہیں لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے اطمینان کی طویل سانس لی اور چائے کا کپ اٹھا کر پینا شروع کر دیا۔ پھر جب اس نے آخری گھونٹ لیا تو ملازم اندر داخل ہوا۔ اس نے بوٹ پالش کر دیئے تھے۔

"صاحب! ——— یونیفارم نکال دوں" ——— ؟ ملازم نے پوچھا۔

"رہنے دو ——— میں خود ہی نکال لوں گا ——— تم ناشتے کا بندوبست کرو" ——— عمران نے مارک نوکم کے لہجے میں ملازم سے مخاطب ہو کر کہا اور ملازم سر جھکا کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

ملازم کے جانے کے بعد عمران پھرتی سے اٹھا اور الماری کھول اس نے الماری میں سے لٹکی ہوئی مخصوص یونیفارم نکالی اور غسل خانے میں گھس گیا۔

الماری سے عمران نے اپنے لباس میں موجود وہ مخصوص جیکٹ بھی نکال لی جو وہ پہن کر آیا تھا۔ پھر غسل خانے میں جا کر اس نے پانی کھول دیا تاکہ اگر ملازم اندر آئے تو اسے یہی معلوم ہو کر مارک فوکم غسل کرنے میں مصروف ہے۔ اس نے شب خوابی کا لبادہ اتار کر ایک طرف رکھا اور پھر یونیفارم کی پتلون پہن لی۔ پھر اس نے وہ مخصوص جیکٹ پہنی اور بیگ میں سے دو پتلی پتلی چپٹیاں نکال کر اس نے جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں ڈال لیں۔

یہ جیکٹ مخصوص انداز میں تیار کی گئی تھی اور اس کے کپڑے میں ایسے ریشے استعمال کئے گئے تھے جو گائیگر وغیرہ کی ریز کو روک دیتے تھے اس طرح جیکٹ کی جیبوں میں موجود ہر شے چیکنگ سے محفوظ ہو جاتی تھی۔ یہ جیکٹ خصوصی طور پر اسمگلروں کے لئے بنائی گئی تھی اور بہت زیادہ قیمتی تھی۔ ابوناف نے عمران کے کہنے پر اسے مہیا کر دی تھی۔

جیکٹ کے اوپر عمران نے یونیفارم کی قمیض اور کوٹ پہنا اور پھر مخصوص قسم کی ٹائی لگا کر وہ اب پوری طرح مارک فوکم بن گیا تھا۔

کوٹ کی جیب میں مارک فوکم کا شناختی کارڈ اور وہ خصوصی پاس موجود تھا جس پر بجلی گھر میں داخل ہونے اور باہر آنے کے اوقات لکھے ہوئے تھے۔ اور ہر روز ایک مخصوص مشین سے اسے پنچ کیا جاتا تھا۔ اس پاس کے بغیر کوئی شخص بجلی گھر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ چاہے وہ صدر مملکت ہی کیوں نہ ہو۔

لوٹ پہننے کے بعد عمران نے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا ریوالور نکال کر جیکٹ کی جیب میں رکھا۔ مگر دوسرے لمحے اسے ایک خیال آیا اور اس

[illegible]یض کے بٹن کھولے اور ریوالور کو کوٹ کی جیب سے نکال کر جیکٹ کی جیب میں منتقل کر دیا۔ قمیض کے بٹن بند کر کے اس نے آخری بار اپنے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر مطمئن ہو کر وہ بیگ اور شب خوابی کا لباس اٹھا کر غسل خانے سے باہر آ گیا۔ اس نے الماری کھول کر بیگ کو میلے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے چھپا دیا۔ اور شب خوابی کا لباس بھی اس نے الماری میں پھینکا اور پھر الماری کا ایک پٹ ذرا سا کھلا چھوڑ دیا تاکہ اندر بے ہوش پڑے ہوئے مارک فوکم کو تازہ ہوا میسر آتی رہے۔

پھر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔

اسی لمحے ملازم سامنے سے آتا نظر آیا۔

"ناشتہ تیار ہے جناب"۔۔۔۔ ملازم نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ دیکھو ۔۔۔۔ کمرے کو مقفل کر کے چابی مجھے لا دو۔ کمرے میں اہم دستاویزات موجود ہیں اس لئے جب تک میں نہ آ جاؤں اسے کھولنا نہیں"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور ملازم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے جیب سے ایک چابی نکالی اور دروازے کو مقفل کر کے چابی عمران کی طرف بڑھا دی۔

عمران نے چابی جیب میں ڈالی اور پھر ملازم کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ روم ہال میں آ گیا۔ یہاں میز پر ناشتہ چن دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی آج کا اخبار موجود تھا عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی اخبار اٹھا لیا اور ملازم نے چائے بنانی شروع کر دی۔

عمران نے اخبار کی سرخیوں پر نظریں دوڑانے کے ساتھ ساتھ ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔ اخبار عام سی خبروں سے بھرا ہوا تھا اور کہیں بھی ایسی کوئی خبر

نہیں تھی جس سے معلوم ہوتا کہ جی. پی. فائیو کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ ہوا ہے۔ عمران سمجھ گیا کہ اس ملک میں اخباروں پر سخت قسم کا سنسر نافذ ہے۔

اس نے اطمینان سے ناشتہ مکمل کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ملازم نے ایک ہینڈ بیگ لا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور عمران ہینڈ بیگ سنبھالے باہر پورچ میں آگیا۔

یہاں باوردی ڈرائیور موجود تھا اور پورچ میں ایک نئی سیاہ رنگ کی کار بھی کھڑی تھی۔

ڈرائیور نے ہاتھ بڑھا کر بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کو سلام کیا اور پھر آگے بڑھ کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ عمران بیگ سمیت پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔

چند لمحوں بعد کار انتہائی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی سڑک پر نکل آئی۔ ڈرائیور نے اس کا رخ ایٹمک بجلی گھر کی طرف موڑ دیا اور عمران کار کی پشت سے ٹیک لگا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

اب تک تو حالات اس کے پلان کے مطابق پیش آ رہے تھے اور عمران کو یقین تھا کہ وہ اپنا مشن آسانی سے پورا کرلے گا۔ اس کی جیکٹ کی جیبوں میں پڑی ہوئی چپٹیاں انتہائی طاقتور اور خوفناک جدید قسم کے بم تھے جنہیں اس نے سوڈزائم شعبے کی ایک مخصوص مشین میں فٹ کرنے تھے۔ یہ وائرلیس بم تھے اور عمران کا پروگرام یہ تھا کہ بم فٹ کرلے کے بعد وہ شام کو چھٹی کر کے جب واپس مارک فوکم کی کوٹھی میں آئے گا تو یہاں آ کر وہ ایک بم کو اڑانے والا بٹن دبا دے گا۔ اس مخصوص مشین کا ایک حصہ دھماکے سے اڑ جائے گا۔ اس حصے سے نکلنے والی مخصوص بھاری گیس

پورے بجلی گھر میں پلک جھپکنے میں پھیل جائے گی پھر وہ دوسرا بم اڑا دیگا اور اس مخصوص تابکاری گیس کو آگ لگ جائے گی اور پورا ایٹمک بجلی گھر بھک سے اڑ جائے گا۔

یہ مخصوص گیس چونکہ صرف سوڈزائم شعبے کی اس مخصوص مشین میں ہوتی ہے اس لئے عمران نے اسی شعبے کا ہی انتخاب کیا تھا۔ صرف یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس کے ذریعے وہ آسانی سے پورے ایٹمی بجلی گھر کو اڑا سکتا تھا۔ عمران کو جدید ترین ایٹمک ریسرچ کے متعلق بھی خاصی وسیع معلومات تھیں یہی وجہ تھی کہ وہ اس مخصوص تابکار گیس کی کارکردگی اور اہمیت سے واقف تھا اور اس نے اتنی آسانی سے اس گیس کے ذریعے پورے ایٹمی بجلی گھر کو اڑانے کا کامیاب پلان بنا لیا تھا۔ اور اس مخصوص مشین تک پہنچنے کے لئے ہی اس نے مارک فوکم کا روپ دھارا تھا۔

کار انتہائی تیز رفتاری سے ایٹمی بجلی گھر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی اور پھر شہر سے نکلنے کے بعد اسے دور سے ہی ایٹمی بجلی گھر کی وسیع و عریض تنصیبات نظر آنی شروع ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی کار بجلی گھر کے ایک مخصوص دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔ یہ دروازہ صرف افسروں کے لئے مخصوص تھا۔

ڈرائیور نے نیچے اتر کر پھرتی سے دروازہ کھولا اور عمران ہینڈ بیگ سنبھالے باہر آگیا۔

دروازے کے سامنے دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ ان دونوں نے عمران کو سلام کیا اور عمران نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ایک مسلح گارڈ نے کارڈ لے کر قریب ہی نصب ایک بڑی سی مشین کے خانے میں

ڈال دیا۔

مشین میں گھرر گھرر کی آواز سنائی دی اور پھر ایک سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے خانے سے کارڈ باہر آگیا۔ اور سبز بلب بجھ گیا۔ مشین نے کارڈ کے اصلی ہونے کی گواہی دے دی تھی۔

گارڈ نے کارڈ عمران کی طرف بڑھایا اور مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹ گیا۔ سامنے سٹیل کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا جس کے درمیان میں ایک پتلا سا خلا نظر آ رہا تھا۔ چونکہ عمران مارک فوکر سے پہلے ہی حفاظتی اقدامات کے متعلق تمام تفصیلات معلوم کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے اطمینان سے کارڈ جیب میں ڈالا اور پھر پاس نکال کر اس نے دروازے میں بنے ہوئے خلا میں ڈال دیا۔

چند لمحوں بعد کارڈ واپس باہر آگیا۔ اس پر آج کی تاریخ اور وقت پنچ ہو چکا تھا۔

عمران نے جیسے ہی کارڈ کھینچا، دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ عمران ہینڈ بیگ اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔

یہ فولاد کی بنی ہوئی ایک سرنگ نما راہداری تھی جس میں جگہ جگہ مختلف رنگوں کے بلب جل رہے تھے۔ عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا جس کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب تھی۔ اس مشین کے اوپر ایک پلیٹ فارم سا بنا ہوا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہینڈ بیگ اس کے اوپر رکھ دیا۔

ہینڈ بیگ کا وزن مشین پر پڑتے ہی اس کی سامنے والی سطح پر لگے ہوئے

مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اور چند لمحوں بعد ہی مشین بند ہو گئی۔

عمران نے ہینڈ بیگ اٹھالیا اور اس کے ساتھ ہی سامنے والا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور عمران اطمینان کی سانس لے کر دروازے سے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ حفاظتی انتظامات کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سرنگ نما راہداری سے گزرتے ہوئے اس کے تمام جسم کی خود بخود چیکنگ ہو گئی تھی اگر اس نے مخصوص جیکٹ نہ پہن رکھی ہوتی تو ریوالور اور بم آشکار ہو جاتے اور سرنگ کے دروازے کسی حالت میں بھی نہ کھلتے۔

دروازے کی دوسری طرف مختلف گاڑیاں موجود تھیں۔ جیسے ہی عمران دروازے سے نکلا ایک گاڑی تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آگئی اس گاڑی کی نمبر پلیٹ پر سوڈزائم شعبے کا مخصوص نشان موجود تھا۔ عمران نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ہینڈ بیگ سمیت پچھلی نشست پر بیٹھ گیا کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

عمران بڑی دلچسپی سے ایٹمی بجلی گھر کی تنصیبات کو دیکھتا رہا۔ واقعی بہت عظیم الشان اور انتہائی جدید قسم کا بجلی گھر تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اس بجلی گھر کے قیام میں حکومت اسرائیل اور پوری دنیا کے یہودیوں کی خطیر رقم صرف ہوئی ہوگی۔

تھوڑی دیر بعد کار سوڈزائم شعبے کے گیٹ پر پہنچ گئی اور عمران کار سے اتر کر دربانوں کے سلام وصول کرتا ہوا اپنے دفتر میں پہنچ گیا۔ دفتر بے حد وسیع و عریض اور شاندار تھا۔

عمران نے مارک فوکم کی طرح پہلے اطمینان سے سیکرٹری کو بلا کر شعبے کے متعلق ڈاک کے جوابات لکھائے اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اسے اپنے شعبہ کا پہلا تفصیلی راؤنڈ لگانا تھا تاکہ وہ چیک کر سکے کہ تمام مشینیں صحیح کام کر رہی ہیں اور انہیں آپریٹ کرنے والے اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر پہنچ گئے ہیں۔

شعبے کا اسسٹنٹ عمران کے ہمراہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ جہاں انتہائی جدید مشینری کا جال سا بچھا ہوا تھا۔ تقریباً تین چوتھائی مشینیں آٹومیٹک تھیں۔ باقی مشینوں کو مخصوص وردیوں میں ملبوس آپریٹر آپریٹ کر رہے تھے۔

عمران ایک ایک مشین کے قریب رک کر اس کی کارکردگی چیک کرتا رہا اور پھر وہ اس مشین کے پاس پہنچ گیا جس میں وہ انتہائی خطرناک مخصوص تابکاری گیس موجود تھی۔ یہ آٹومیٹک مشین تھی اور کافی بڑی تھی۔ اس مشین کے گرد لوہے کی چادروں سے دیواریں بنا دی گئی تھیں۔ اور یہ دیواریں مشین سے نکلنے والی تابکاری گیس کی انتہائی معمولی سی مقدار کو بھی باہر پھیلنے سے روکتی تھیں۔

"مسٹر راجر۔۔۔ چیف فورمین کو بلاؤ" ــــــ عمران نے قریب کھڑے اسسٹنٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا نام اُسے مارک فوکم پہلے ہی بتا چکا تھا۔

"بہتر جناب" ــــــ راجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی عمران نے پھرتی سے قمیض کے بٹن کھولے اور

جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے وہ خطرناک بم نکال لیے۔ اس نے انتہائی پھرتی سے مشین کی ایک سائیڈ میں بنے ہوئے پتلے پتلے خانوں میں ایک بم اندر ڈال دیا۔ بم چونکہ ان خانوں سے بھی چھوٹا اور چپٹا تھا اس لئے وہ خانوں کے اندر چھپ گیا۔

عمران نے مشین کی دوسری طرف بنے ہوئے اسی قسم کے خانوں میں دوسرا بم چھپایا اور پھر اس نے دوبارہ تیزی سے قمیض کے بٹن بند کئے ای لمحے دروازہ کھلا اور راجر کے ہمراہ ایک ادھیڑ شخص اندر داخل ہوا۔

"یس سر" ــــــ راجر کے ساتھ آنے والے نے جو یقیناً چیف فورمین تھا بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"ایچ۔ ٹو۔ زیرو۔ تھری مائنس ایچ فور کی مقدار تو تسلی بخش ہے" ــــــ عمران نے چیف فورمین سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ اس مخصوص تابکاری گیس کا سائنسی نام تھا۔ اور عام طور پر یہی زیر استعمال رہتا تھا۔

"یس سر ــــــ میں نے کل ہی اسے تفصیلی طور پر چیک کیا تھا۔ اس کی رپورٹ آج آپ کے پاس پہنچ جائے گی" ــــــ چیف فورمین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے" ــــــ عمران نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ اسی طرح اطمینان سے تمام مشینوں کو چیک کر کے جب وہ دوبارہ اپنے دفتر میں پہنچا تو اسے یہاں آئے دو گھنٹے گزر چکے تھے عمران کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ مگر اُسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ابھی سے گھر سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے مشکوک قرار دیا جائے اس لئے وہ دفتری کارروائی میں مصروف ہو گیا۔

عمران مارک نوکم کے رُوپ میں جیسے ہی کوٹھی سے باہر نکلا۔ ملازم چند لمحے تو خاموشی کھڑا اکارکو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی الجھن تھی۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ مگر اس گڑبڑ کا کوئی سرا اس کے ذہن کی گرفت میں نہ آ رہا تھا۔ بظاہر تو ہر چیز معمول کے مطابق تھی مگر نجانے اس کے ذہن میں کیوں ایک ہلکی سی کھٹک موجود تھی۔ وہ مارک نوکم کے پاس گزشتہ دس سالوں سے ملازم تھا اور مارک نوکم کا کوئی راز اس سے چھپا ہوا نہ تھا۔ آج پہلا دن تھا کہ مارک نوکم کے دفتر جانے کے بعد اسے نامعلوم سا احساس ہو رہا تھا۔

وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ اُسے دوپہر کا کھانا تیار کرنا تھا۔ کیونکہ مارک نوکم دوپہر کا کھانا گھر آ کر کھاتا تھا۔ اور رات کو ہی مارک نوکم نے اُسے آج کے دوپہر کے کھانے کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔ اُسے معلوم تھا کہ مارک نوکم

کھانے کے معاملے میں انتہائی نفیس ذوق کا مالک تھا۔ اس لئے کھانا تیار کرتے وقت وہ پوری توجہ سے کام کرتا تھا تاکہ مارک نوکم کو کسی شکایت کا موقع نہ مل سکے۔

وہ تقریباً دو گھنٹوں تک مسلسل باورچی خانے میں کام کرتا رہا۔ مگر آج اس کا ذہن کھانے کی تیاری کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو سکا۔ رہ رہ کر کوئی بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ مگر یہ بات اس کے لاشعور میں تھی اور شعور میں نہ آنے کی وجہ سے کوئی واضح صورت اختیار نہ کر رہی تھی۔

کھانے کی تیاری کے ساتھ ساتھ وہ اس بارے میں سوچ بچار کرتا رہا اور پھر اچانک ایک خیال برق کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں چمکا اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے گیس کے چولہے کا بٹن آف کیا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا مارک نوکم کی خواب گاہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔

وہ جلد ہی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے تیزی سے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا اور پھر جیسے ہی اس نے دروازے کو دھکیلا دروازہ یوں کھلتا چلا گیا جیسے اُسے کبھی مقفل ہی نہ کیا گیا ہو۔ اور یہی بات اس کے لاشعور میں کھٹک رہی تھی کہ دروازے کا تالا گزشتہ کئی دنوں سے خراب ہو گیا تھا اور مارک نوکم نے کئی بار اُسے تالا ٹھیک کرانے کے لئے کہا تھا مگر وہ مصروفیات کی وجہ سے بھول جاتا تھا۔ کل دفتر سے واپس آنے پر مارک نوکم اس بات پر اس سے ناراض بھی ہوا تھا اور اس نے اُسے حکم دیا تھا کہ صبح جب دفتر جائے تو وہ پہلی فرصت میں تالا ٹھیک کرائے

اور آج صبح مارک نوکم نے اُسے یوں دروازہ مقفل کرنے کا حکم دیا تھا جیسے اُسے تالے کی خرابی کا علم ہی نہ ہو اور لاشعوری طور پر اس نے بعض تالے میں چابی گھما کر مارک نوکم کو دے دی تھی اور مارک نوکم نے بڑے اطمینان سے چابی جیب میں ڈال لی تھی۔

یہ سب کچھ ایک میکانکی عمل کے تحت ہوا۔ اور اب اُسے یاد آیا کہ تالا خراب ہے اور مارک نوکم کبھی اُسے اس طرح خراب تالے کو مقفل کرنے کا حکم نہ دیتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چابی لے کر جانے والا اصلی مارک نوکم نہیں ہو سکتا۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔

ملازم نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر تیز نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ مگر کمرے کی ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ وہاں بھی اُسے کوئی مشکوک بات نظر نہ آئی۔

اُسی لمحے اُسے خیال آیا کہ آج مارک نوکم نے اُسے الماری سے یونیفارم نکالنے سے منع کر دیا تھا۔ ایسا کبھی کبھی ہی ہوتا تھا حالانکہ عموماً وہ یونیفارم خود نکال کر مارک نوکم کو دیتا تھا۔

وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کا ایک پٹ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ یہ خلافِ معمول بات تھی۔ کیونکہ مارک نوکم اس قسم کی لاپرواہی کا عادی نہ تھا۔ اس نے پھرتی سے الماری کے دونوں پٹ کھولے اور تیز نظروں سے الماری کا جائزہ لیا۔

الماری کے نچلے حصے میں موجود میلے کپڑوں کا ڈھیر قدرے بے ترتیب سا تھا اس نے میلے کپڑے تیزی سے ہٹانے شروع کر دیئے اور پھر چند لمحوں بعد اس

کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں کیونکہ ڈھیر کے پیچھے اسے عریاں ہوا مارک نوکم نظر آ گیا۔ اس نے تیزی سے باقی کپڑے بھی ہٹائے اور پھر اُسے ایک عجیب سا بیگ بھی ان کپڑوں کے نیچے موجود نظر آ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مارک نوکم کے سینے پر رکھا اور اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ وہ زندہ تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے مارک نوکم کو باہر گھسیٹا اور اُسے بستر پر ڈال کر ہوش میں لے آنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اس کی آنکھیں نہ کھلیں تو وہ تیزی سے قریب پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھا وہ ایٹمی بجلی گھر میں مارک نوکم کی اہمیت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اب تو صاف ظاہر تھا کہ جو شخص مارک نوکم کا روپ دھار کر بجلی گھر گیا ہے اس کے ارادے اچھے نہیں ہو سکتے۔

اس نے بڑی پھرتی سے نمبر گھمائے۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس ——— پی۔ اے ٹو سیکورٹی ڈائریکٹر سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"میں سوئزنائم شعبے کے انچارج مارک نوکم کا ملازم آرتھر بول رہا ہوں۔ برائے کرم سیکورٹی ڈائریکٹر سے میری فوری بات کرائیں" ——— آرتھر نے تیز لہجے میں کہا۔

"مگر تم ان سے کیا بات کرنا چاہتے ہو ——— کہیں تم نے غلطی سے نمبر تو نہیں ملا دیا ——— تم مارک نوکم صاحب سے بات کیوں نہیں کرتے" ——— پی۔ اے نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"مسٹر پی۔ اے ——— ایک انتہائی اہم بات کرنی ہے جو بجلی گھر کے مفاد میں ہے ——— اس لئے دیر مت کرو ——— ایسا نہ ہو کہ بعد میں ہم سب پچھتاتے

رہ جائیں" ـــــ آرتھر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا ایک منٹ ہولڈ کرو" ـــــ پی۔ اے نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

"یس ـــ کون بول رہا ہے" ـــ ؟ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"جناب ! ـــ میں مسٹر مارک فوکم کا ذاتی ملازم ان کی کوٹھی سے بول رہا ہوں ـــ میرا نام آرتھر ہے" ـــ آرتھر نے تیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر ـــــ" سیکورٹی ڈائریکٹر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ! ـــ جو مارک فوکم آج بجلی گھر میں پہنچا ہے وہ نقلی ہے۔ اصلی مارک فوکم اس وقت کوٹھی میں میرے سامنے بیہوش پڑے ہوئے ہیں" آرتھر نے تیز اور ہیجانی لہجے میں کہا۔

"کک ـــ کیا ـــ ؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو ـــ ؟ کیا تم پاگل ہو گئے ہو" ـــ ؟ سیکورٹی ڈائریکٹر نے پھٹی ہوئی آواز اور شدید حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب" ـــــ آرتھر نے جواب دیا۔

"اوہ ! ـــ تم ایسا کرو کہ فوراً جی۔ پی۔ فائیو ہیڈکوارٹر ٹیلیفون کرو۔ انہیں تمام تفصیلات بتا دینا ـــــ میں بھی ان سے بات کرتا ہوں ـــ ان کے یہاں آنے کے بعد میں کوئی قدم اٹھاؤں گا" ـــــ سیکورٹی ڈائریکٹر نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی آرتھر نے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

آرتھر نے کریڈل دبایا اور پھر اس نے ڈائریکٹری اٹھائی اور جی۔ پی۔ فائیو

ی ہیڈکوارٹر کا نمبر ڈھونڈا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو ـــ جی۔ پی۔ فائیو ہیڈکوارٹر" ـــ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"میں کسی بڑے افسر سے بات کرنا چاہتا ہوں ـــ ایٹمی بجلی گھر کے متعلق ایک اہم ترین بات ہے ـــ جلدی ملاؤ" ـــ آرتھر نے لہجے کو پُراسرار بناتے ہوئے کہا۔ اسے اس وقت اپنی زبردست اہمیت کا احساس ہو رہا تھا۔

"اوہ ! ـــ آپ کون ہیں ـــ ؟ کہاں سے بول رہے ہیں" ـــ ؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں لیقتوب کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۱۲ سے بول رہا ہوں ـــ یہ کوٹھی بجلی گھر کے شعبہ سوڈزائم کے انچارج مارک فوکم کی ہے" ـــ آرتھر نے کہا۔

"اوہ ! ـــ ایک لمحہ توقف کیجئے ـــ میں آپ کی بات جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے کراتا ہوں" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور ایک لمحے بعد کلک کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مارک فوکم ! ـــ میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ـــ کیا بات ہے" ـــ ؟ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی شاید آپریٹر نے یہی سمجھا تھا کہ کوٹھی سے مارک فوکم بذات خود بول رہا ہے۔

"جناب ! ـــ میں مارک فوکم نہیں ـــ بلکہ ان کا ملازم آرتھر بول رہا ہوں ـــ مارک فوکم کی جگہ آج صبح کوئی نقلی آدمی ایٹمی بجلی گھر میں چلا گیا ہے۔ مارک فوکم کو اس نے بیہوش کر کے کپڑوں کی الماری میں ڈال دیا تھا۔

میں نے ابھی انہیں ڈھونڈا ہے ــــ پھر میں نے ایٹمی بجلی گھر کے سیکورٹی ڈائریکٹر سے بات کی تو انہوں نے آپ کو فون کرنے کے لئے کہا اور کہا کہ آپ کے وہاں پہنچنے تک وہ نقلی مارک نوکم کو قابو میں رکھیں گے" ــــ آرتھر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ــــ اصلی مارک نوکم کہاں ہے" ــــ ؟ کرنل ڈیوڈ کی تیز آواز سنائی دی۔

"وہ اس وقت بیہوش پڑے ہوئے ہیں ــــ یہیں کوٹھی میں" ــــ آرتھر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ــــ ہم آرہے ہیں" ــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

آرتھر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرم نے کتنی بھرپور نقل کی ہے کہ وہ آخر تک اُسے نہ پہچان سکا۔ اگر یہ تالے والا چکر نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی بھی مجرم کا سراغ نہ لگا سکتا۔ یہی سوچتا ہوا وہ باہر پھاٹک کی طرف چل پڑا۔ تاکہ آنے والوں کے لئے گیٹ کھول سکے۔

مارک نوکم کے ساتھ وہ اکیلا ہی رہتا تھا اور اس کے تمام کام سرانجام دیتا تھا جب کہ کار ڈرائیور صرف مارک نوکم کو بجلی گھر لے جانے اور لے آنے پر تعینات تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر مجرم نے مارک نوکم کا روپ کیوں دھارا! بہت سوچ بچار کے باوجود یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ اور پھر ابھی وہ گیٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ کئی کاروں کی بریکیں چرچرانے کی

آوازیں سنائی دیں اور آرتھر نے لپک کر پھاٹک کھول دیا۔ اور کاریں تیزی سے کوٹھی میں داخل ہو گئیں۔

یہ چار کاریں تھیں اور ان پر جی۔ پی۔ فائیو کا مخصوص نشان موجود تھا۔

عمران دفتری کاغذات میں الجھا ہوا تھا کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ یہ پہلا ٹیلیفون تھا۔ اس لئے عمران ایک لمحے کے لئے چونکا اور پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ــ مارک نوکم" ــــ عمران نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"سر! ــ میں سیکورٹی ڈائریکٹر کا پی۔ اے بول رہا ہوں ــ مجھے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کرنا چاہیئے تھا ــــ مگر ابھی ابھی آپ کے ملازم آرتھر نے فون کیا ہے ــــ میں نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی مگر وہ بضد تھا کہ سیکورٹی ڈائریکٹر سے بات کرے گا ــــ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو بتا دوں" ــــ پی۔ اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ــــ وہ پاگل ہے ــــ اُسے یوں ہی ٹیلیفون کرنے اور اہم شخصیتوں سے بات کرنے کا شوق ہے ــــ اور وہ من گھڑت اور سنسنی خیز

باتیں کر کے لطف حاصل کرتا ہے ۔۔۔۔۔ میں اسے ڈانٹوں گا ۔۔۔ اچھا شکریہ۔
عمران نے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

دوسرے لمحے وہ کرسی چھوڑ چکا تھا۔ وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا تھا کہ ملازم نے اصلی مارک نوکر ڈھونڈ نکالا ہوگا اور اب جی۔ پی۔ فائیو اور بجلی گھر کے سیکورٹی گارڈ بھوکے کتوں کی طرح اس پر جھپٹنے کے لئے پر تول رہے ہوں گے۔

وہ تیزی سے دفتر سے باہر نکلا اور پھر اس راہداری میں بڑھتا چلا گیا جس میں اسسٹنٹ راجر کا دفتر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس صرف چند لمحے ہیں اور وہ ایک مضبوط جال میں پھنس گیا ہے۔ ایٹمی بجلی گھر سے بغیر اجازت باہر جانا ناممکن تھا اور عمران سمجھتا تھا کہ بجلی گھر سے باہر نکلنا صرف اس کی ذہانت اور خوش قسمتی پر منحصر ہوگا۔

جلد ہی وہ راجر کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ راجر کا دفتر ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھا اور صبح ہی عمران دیکھ چکا تھا کہ راجر کا قد و قامت تقریباً اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو راجر جو میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے کیونکہ آج سے پہلے باس کبھی خود اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔

"مسٹر راجر! ۔۔۔۔ جلدی سے دروازہ بند کر دو ۔۔۔ ایک اہم بات ہے"۔
عمران نے کہا

اور راجر چونک کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے لاک کیا تو اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور راجر کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹ گیا۔ عمران کی جچی تلی ضرب نے ایک لمحہ میں راجر کو دنیا و مافیہا سے لاتعلق کر دیا۔ لڑکھڑا کر گرتے ہوئے راجر کو عمران نے دونوں

ہاتھوں سے سنبھالا اور پھر تیزی سے اُسے گھسیٹ کر ملحقہ غسل خانے میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیزی سے چل رہے تھے۔

عمران نے چند ہی لمحوں میں راجر کا لباس اتار لیا اور پھر اپنا لباس سوائے جیکٹ کے اتار دیا۔ جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے اس نے مختلف قسم کی شیشیاں نکالیں اور تیزی سے پہلا میک اپ اتار کر راجر کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اُسے میک اپ کرنے میں صرف پانچ منٹ لگے۔ پانچ منٹ بعد وہ مکمل طور پر راجر کے میک اپ میں آ گیا۔ اس نے راجر کا لباس پہنا اور پھر اپنی یونیفارم راجر کو پہنا کر اس نے بڑی تیزی سے راجر کے چہرے پر مارک نوکر کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کام میں بھی اُسے صرف پانچ منٹ ہی لگے

میک اپ کرنے کے بعد عمران نے بیہوش راجر کی گردن پر دونوں ہاتھ جمائے اور اس کے ہاتھ دبتے ہی چلے گئے۔

راجر چند لمحوں کے لئے کسمسایا مگر عمران کے ہاتھ کسی زنبور کی طرح راجر کی گردن دباتے ہی چلے گئے۔ اور اس نے ہاتھ اس وقت ہٹائے جب راجر کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمران نے راجر کے مرتے ہی اس کی لاش فرش پر رکھی اور پھر دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ عمران نے راجر کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اُسے اٹھایا اور پھر تیزی سے راہداری میں آ گیا۔ اب اس کا رخ تیزی سے اپنے دفتر کی طرف تھا۔ اس سارے آپریشن میں اُسے زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگے تھے۔ اور اسے یقین تھا کہ بس چند لمحوں بعد ہی اس کے دفتر پر دھاوا بول دیا جائے گا اُسے

معلوم تھا کہ سکیورٹی ڈائریکٹر۔ جی۔ پی۔ فائیو کے اعلیٰ افسران کی آمد سے پہلے
اس کے دفتر میں نہ آئے گا۔ کیونکہ مارک نوکم اہم ترین حیثیت رکھتا تھا اور
سکیورٹی ڈائریکٹر صرف ملازم کی رپورٹ پر فوری ایکشن نہ لے گا۔
راجر کو لئے وہ تیزی سے دفتر میں داخل ہوا اور اس نے اُسے مارک
کی کرسی پر بٹھایا اور تیزی سے خود دفتر سے باہر آگیا۔ اب وہ انتہائی تیزی
سے راجر کے دفتر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اور پھر جب وہ راجر کی کرسی
پر بیٹھا تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس کی پیش بینی کام
آگئی تھی کہ وہ جیکٹ کی جیبوں میں میک اپ کا سامان ساتھ لے کر آیا تھا۔
عمران کی عادت تھی کہ وہ ہر اقدام کرتے وقت آئندہ پیش آنے والے حالات
کے متعلق سوچ بچار کر لیا کرتا تھا۔
ابھی اُسے راجر کی کرسی پر بیٹھے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ راہداری میں
دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر دو مسلح سکیورٹی گارڈ
تیزی سے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔
عمران نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر گارڈوں کو دیکھ کر اس کے چہرے
پر حیرت کے آثار ابھر آئے۔
"کیا بات ہے" ——— ؟ عمران نے راجر کے لہجے میں پوچھا۔
"آپ باس کے کمرے میں چلیں ——— سکیورٹی ڈائریکٹر وہاں موجود
ہیں" ——— گارڈوں نے کہا۔
"اوہ سکیورٹی ڈائریکٹر ——— مگر کیوں" ——— ؟ عمران نے بے ساختہ
چونکنے کی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"جلدی چلیں" ——— گارڈ نے کچھ بتانے کی بجائے تیز لہجے میں کہا اور

عمران سر جھٹک کر کمرے سے باہر نکل آیا۔
چند ہی لمحوں میں وہ گارڈوں کے آگے آگے چلتا ہوا مارک نوکم کے
کمرے میں پہنچ گیا۔
کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔
عمران نے ریڈ آرمی کے کرنل ہمیرج اور جی۔ پی۔ فائیو کے کرنل ڈیوڈ کو
بھی وہاں موجود پایا۔ ان دونوں کے علاوہ چار پانچ دوسرے افراد بھی
وہاں موجود تھے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہ سبھی گھر کے آفیسر ہوں گے۔ کرسی
پر مارک نوکم کی لاش ابھی تک موجود تھی۔
"مسٹر راجر! ——— آج مارک نوکم کی مصروفیات کیا تھیں؟" ——— ایک
شخص نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
"مصروفیات! ——— مگر باس کو کیا ہوا" ——— ؟ عمران نے حیرت زدہ
ہوتے ہوئے کہا۔
"یہ مر چکا ہے ——— اس کا گلا گھونٹ کر اسے ختم کیا گیا ہے" ——— اسی
شخص نے جواب دیا۔
"اوہ مگر ———" راجر نے کچھ کہنا چاہا۔
"جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ ——— اور سنو! ——— یہ سبھی گھر کی بقا کا مسئلہ
ہے اس لئے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے" ——— اسی شخص
نے سخت لہجے میں کہا۔
"جناب! ——— مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ حسب معمول
میں نے باس کے ساتھ پورے شعبے کا راؤنڈ لگایا اور پھر باس کو دفتر چھوڑ
کر میں اپنے دفتر چلا گیا ——— اور اب آپ کے بلانے پر یہاں آیا ہوں"۔

عمران نے جواب دیا۔

"کیا مارک فوکم نے کسی مشین کو چھیڑا تھا" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— وہ بس چند لمحوں کے لئے ہر مشین کے پاس رکتے اور کارکردگی کو نظروں ہی نظروں میں چیک کر کے آگے بڑھ جاتے تھے۔ انہوں نے کسی مشین کو انگلی تک نہیں لگائی" ——— عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ روزانہ ایسا ہی کرتے تھے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے دوسرا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ——— روزانہ" ——— عمران نے جواب دیا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے ——— مجرم اب بھی بجلی گھر میں موجود ہے اور یہ لاش اس مجرم کی نہیں ہے" ——— کرنل ہیرخ نے پہلی بار زبان کھولی۔

"مجرم ———" عمران نے یوں چونک کر کہا جیسے اُسے یہ بات سُن کر حیرانی ہوئی ہو۔

"مسٹر راجر! ——— تم اس شعبے کے اسسٹنٹ ہو ——— اس لئے بہتر ہے کہ تم پوری بات سُن لو ——— آج مارک فوکم کی جگہ ان کے میک اَپ میں کوئی مجرم یہاں آیا ——— اور جب ہمیں ان کے نقلی ہونے کی اطلاع ملی تو ہم یہاں آ گئے۔ مگر یہاں یہ مُردہ پائے گئے ——— اب ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے آپ تو اپنا گلا نہیں دبایا" ——— اُسی شخص نے جس نے پہلے راجر سے سوال کیا تھا تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— یہ بات تو درست ہے ——— مگر مجرم کہاں گیا۔ بجلی گھر سے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ باہر جانے والے دروازے پہلے کھلتے ہی نہیں" ——— راجر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یہی تو پوائنٹ ہے ——— مجرم اس وقت بھی بجلی گھر میں موجود ہے۔ پھر ہم اُسے پکڑ ہی لیں گے ——— ہم پورے بجلی گھر کی تلاشی لیں گے ایک ایک آدمی کا چہرہ چیک کریں گے ——— مگر سوال یہ ہے کہ آخر مجرم مارک فوکم کے روپ میں یہاں کیا کرنے آیا تھا ——— ؟ اور مارک فوکم کے یہاں آنے سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس شعبے میں کوئی گڑبڑ کرنا چاہتا تھا" ——— اسی شخص نے کہا۔

"جناب! ——— میرے سامنے تو کچھ نہیں ہوا ——— آپ شعبے میں دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے بعد میں دوبارہ وہاں گیا ہو" ——— عمران نے کہا۔

"وہ ہم معلوم کر چکے ہیں ——— مجرم وہاں دوبارہ نہیں گیا" ——— اسی شخص نے کہا۔

"پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں" ——— عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ——— ہمیں پوری توجہ مجرم کو پکڑنے میں صرف کرنی چاہیئے اگر وہ ہاتھ آ گیا تو پھر اس سے اصل حقیقت اگلوائی جا سکتی ہے" کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس لاش کا میک اَپ صاف کرنا چاہیئے میرا خیال ہے کہ اس کا اصل چہرہ سامنے آتے ہی ہم مجرم کو پکڑ لیں گے کیونکہ ظاہر ہے مجرم نے اس کے اصل چہرے پر مارک فوکم کا میک اَپ کر کے خود مارک فوکم کا روپ دھارا ہو گا" ——— کرنل ہیرخ نے کہا اور سب اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ یہ واقعی نادر پوائنٹ تھا۔

اور پھر سیکورٹی ڈائریکٹر نے گارڈ کو ایمبولینس لانے کے لئے کہا اور

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کیونکہ اُسے علم تھا کہ جو سپیشل میک اپ اس نے اپنے اور راجر کے چہرے پر کیا ہے اس کا توڑ ان میں سے کسی کے بس کا بھی نہیں۔

عمران نے یہ سب کچھ سوچ کر ہی قدم اٹھایا تھا۔ اگر میک اپ اتنی آسانی سے اتر جاتا تو یقیناً اس سے بڑا احمق کوئی نہ ہوتا۔ کیونکہ میک اپ صاف ہوتے ہی راجر کا چہرہ سامنے آ جاتا اور پھر اس کی گرفتاری تو ظاہر ہی تھی۔

چنانچہ وہی ہوا۔ سیکورٹی ڈائریکٹر کی زبردست کوششوں کے باوجود راجر کے چہرے سے مارک فوکم کا میک اپ صاف نہ ہوا۔

"کمال ہے ——— یہ کس قسم کا میک اپ ہے" ——— ؟ کرنل ہیمرخ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اسے ہیڈ کوارٹر لے جائیں ——— وہاں کے ماہرین ہی اس خاص قسم کے میک اپ کو دور کر سکیں گے" ——— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"مگر جناب! ——— چھٹی ہونے کا وقت قریب ہے ——— اور ہم پورے بجلی گھر کے ملازمین کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکتے" ——— سیکورٹی ڈائریکٹر نے کہا۔

"کتنا وقت رہتا ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے ——— اس کے بعد دوسری شفٹ کام کرنے آ جائے گی" ——— سیکورٹی ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کرنل ڈیوڈ! ——— آپ اس لاش کو لے جائیں۔ میں گیٹوں پر میک اپ صاف کرنے کا فرض ادا کرتا ہوں" ——— کرنل ہیمرخ

نے کہا۔

"مگر کرنل ہیمرخ! ——— جب اس لاش کا میک اپ صاف نہیں ہو رہا تو پھر آخر مجرم کا میک اپ کیسے یہاں صاف ہو سکے گا" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ہاں! ——— یہ بات تو ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجرم اتنی جلدی اس شعبے سے باہر نہیں جا سکے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس شعبے کے ہر فرد کو روک لیا جائے" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"سارے شعبے کو روکنے کی بجائے کیوں نہ ہم صرف ان افراد کو روک لیں جن کا قد و قامت مارک فوکم سے ملتا جلتا ہو" ——— سیکورٹی ڈائریکٹر نے تجویز پیش کی۔

"اوہ! ——— ویری گڈ ——— یہ ٹھیک رہے گا ——— اس طرح کام آسان ہو جائے گا" ——— کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— مسٹر راجر! ——— تم ایسا کرو کہ مارک فوکم کے قد و قامت سے ملتے جلتے سب لوگوں کو ریسٹ ہال میں جمع ہونے کا حکم دے دو۔ اور دیکھو ——— کوئی ایسا شخص نہ رہ جائے جو اس سے ملتا جلتا ہو" ——— سیکورٹی ڈائریکٹر نے راجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر جناب! ——— اور اگر آپ کہیں تو میں خصوصی طور پر شعبے کی تمام مشینوں کو چیک کر لوں تاکہ اگر مجرم نے کوئی گڑبڑ کی ہو تو پتہ چل جائے" ——— عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"ہاں! ——— یہ ٹھیک ہے ——— مگر تمام کام انتہائی ہوشیاری سے

ہونا چاہیئے"۔۔۔۔۔ سیکورٹی ڈائریکٹر نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس نے بڑی فرض شناسی کا مظاہرہ کیا اور چیف فورمین کے ساتھ مل کر تمام مشینوں کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ مگر ظاہر ہے مشینوں کو باہر سے دیکھ کر کوئی گڑبڑ چیک نہ کی جاسکتی تھی اور اتنی پیچیدہ مشینری کا کھولنا ناممکن تھا اس لئے تھوڑی دیر بعد اس نے او کے رپورٹ سیکورٹی ڈائریکٹر کو پہنچا دی اور پھر پورے شعبے میں سے دس افراد کو اس نے کرش ہال میں اکٹھا کیا۔ اُسے انسانی فطرت کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ سامنے کی چیز کو انسان ہمیشہ نظر انداز کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ اُسے یقین تھا کہ سیکورٹی ڈائریکٹر اس کی ذات کو نظر انداز کر دے گا۔ اور باقی لوگوں کو چیک کریگا اُسے یہ خیال ہرگز نہ آئے گا کہ خود راجر کا قد و قامت بھی مارک ٹوکم سے ملتا جلتا ہے۔

چنانچہ وہی ہوا۔ ان دس افراد کو تفصیلی طور پر چیک کیا گیا مگر نتیجہ صفر تھا۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہمبرج راجر کی لاش لے کر جا چکے تھے اور پھر آدھے گھنٹے بعد وہاں سے مایوس کن رپورٹ مل گئی۔ جی۔ پی۔ فائیو کے ماہرین بھی اس میک اپ کو صاف نہ کر سکے تھے۔ اور وہ کر بھی نہ سکتے تھے کیونکہ یہ عمران کا اپنا تیار کردہ میک اپ تھا اور عمران نے اس میک اپ کے فارمولے کو بھی انسانی نفسیات کو سامنے رکھ کر ہی بنایا تھا۔

یہ میک اپ صرف سادہ پانی سے صاف کیا جاسکتا تھا جبکہ اُسے معلوم تھا کہ ماہرین دنیا بھر کے کیمیکلز تو اسے صاف کرنے کے لئے آزمائیں

سادہ پانی سے صاف کرنے کا کسی کو خیال تک نہ آئے گا۔

رنل ڈیوڈ کے حکم پر پوری شفٹ میں سے مارک ٹوکم کے قد و قامت سے لتے افراد کو روک کر مختلف گاڑیوں میں جی۔ پی۔ فائیو ہیڈکوارٹر بھجوا دیا ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ تھی اور وہ اس قسم کے اقدامات پر ت حیران تھے مگر چونکہ حکم جی۔ پی۔ فائیو کا تھا اس لئے وہ سب ش تھے۔

ان افراد کے جانے کے بعد باقی شفٹ کو جانے کی اجازت دے ئی اور اس طرح عمران کو بھی چھٹی مل گئی اور وہ راجر کے میک اپ میں ے اطمینان سے بجلی گھر سے باہر آگیا۔ جہاں اس کی مخصوص کار اور ڈرائیور کا منتظر تھا۔ گو عمران اُسے نہ پہچانتا تھا مگر کار کی نمبر پلیٹ پر اس کا ر لکھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے کار میں بیٹھ گیا۔ اور ڈرائیور نے ی آگے بڑھا دی۔

"ین مارکیٹ میں مجھے چھوڑ کر تم کوٹھی چلے جانا ۔۔۔۔ میں نے ایک ست سے ملنا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران مین مارکیٹ میں کار سے اترا اور جب ڈرائیور گاڑی کر چلا گیا تو وہ ایک ریسٹورنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ریسٹورنٹ کے برآمدے میں بنے ہوئے ٹوائلٹ میں گھس کر اس نے بڑے اطمینان سے پانی سے چہرے بالوں کا رنگ صاف کیا اور پھر تولیے سے منہ پونچھ کر وہ باہر نکلا اور پھر ایک ی میڈ ملبوسات کے سٹور میں گھس گیا۔ وہاں اس نے ایک عام سا سوٹ دا۔ اور پھر وہ اس سٹور کے ٹرائی روم میں داخل ہو گیا۔ راجر کے کوٹ

میں موجود رقم اس کے کام آ رہی تھی۔

ڈرائی روم میں یونیفارم بدل کر اس نے وہ سوٹ پہنا اور پھر اس یونیفارم کو لفافے میں ڈال کر وہ سٹور سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے لفافہ ایک بہت بڑے کوڑے کے ڈرم میں اچھال دیا۔

چند لمحوں بعد وہ اطمینان سے ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنے اڈے کی طرف جا رہا تھا۔

عمران کو معلوم تھا کہ اب اٹیمی بجلی گھر کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اڈے میں وائرلیس آپریشن مشین موجود تھی جہاں سے وہ بڑے اطمینان سے بجلی گھر کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک سکتا ہے۔

الونافہ عمران کو یعقوب کالونی ہائی مارک نوکر کی کوٹھی کے قریب چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس وقت وہ میک اپ میں تھا اور جس کار میں سوار تھا وہ کسی پروفیسر لیکی کے نام سے رجسٹر تھی۔ الونافہ چونکہ گوریلا گروپ کا انچارج تھا اس لیے حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے کئی اڈے بنا رکھے ہوتے تھے اور پروفیسر لیکی بھی اس کی اپنی ذات ہی کا دوسرا نام تھا۔ پروفیسر لیکی کی کوٹھی میں اس کے ملازم موجود رہتے۔ الونافہ کبھی کبھی اس میک اپ میں چند دن گزارتا۔ ملازموں کو یہی معلوم تھا کہ پروفیسر لیکی جڑی بوٹیوں کا ماہر ہے اور نادر و نایاب جڑی بوٹیوں کی تلاش میں اکثر گھر سے باہر رہتا ہے۔ کار بھی پروفیسر لیکی کے نام رجسٹر تھی اس لیے وہ پروفیسر لیکی کی شخصیت دھار کر مطمئن ہو چکا تھا۔ وہ اس جگہ کا پتہ چلا چکا تھا جہاں اٹیمی لیبارٹری کے لیے غذا کی پیٹیاں تیار کی جاتی تھیں اور پائلٹ کا پتہ بھی اس نے نکال لیا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کیپٹن شکیل پائلٹ کے قد و قامت پر بالکل فٹ بیٹھتا تھا اس لیے اس نے کیپٹن شکیل کو اپنی کوٹھی پر بلا لیا تھا تاکہ عمران کو چھوڑنے کے بعد وہ کیپٹن شکیل کے ساتھ اس پائلٹ کے فلیٹ میں پہنچ جائے پائلٹ کنوارا تھا اور اکیلا فلیٹ میں رہتا تھا۔

کوٹھی میں پہنچ کر جب وہ کار سے اترا تو ملازم نے اسے کیپٹن شکیل کی آمد کے متعلق بتایا۔ ابوناقہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ جہاں کیپٹن شکیل ایک صوفے پر بیٹھا ایک رسالے کے مطالعے میں مصروف تھا۔

" آؤ کیپٹن چلیں ——— کیا تم پوری طرح تیار ہو کر آئے ہو"
ابوناقہ نے کہا۔

" ہاں "——— کیپٹن شکیل نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ صوفے کے ساتھ پڑا ہوا ہینڈ بیگ اس نے اٹھا لیا۔ اور پھر ابوناقہ کے پیچھے چلتا ہوا وہ کار میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار پامٹ کی رہائش گاہ کی طرف اڑی چلی جارہی تھی۔ ابوناقہ کی معلومات کے مطابق اس وقت پامٹ اپنے فلیٹ میں بیٹھا ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد ابوناقہ نے کار ایک ہوٹل کی پارکنگ میں روکی اور پھر دونوں اس میں سے اتر کر تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جس کی دوسری منزل پر پامٹ کا فلیٹ تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ فلیٹ کے دروازے پر پہنچے تو راہداری خالی پڑی تھی۔

ابوناقہ نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ابوناقہ اور کیپٹن شکیل پامٹ کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے

" کک ——— کیا "——— پامٹ نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" جی۔پی۔فائیو "——— ابوناقہ نے سخت لہجے میں کہا اور پامٹ خاموش ہو گیا۔ کیونکہ جی۔پی۔فائیو کا نام ہی سب کے لئے ہوا تھا۔

" ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس کون آنے والا ہے "——— ابوناقہ

نے سخت لہجے میں پوچھا۔

" میرے پاس ——— میرے پاس تو کسی نے نہیں آنا ——— میں یہاں اکیلا رہتا ہوں ——— حال ہی میں مجھے سپیشل ڈیوٹی پر بلوایا گیا ہے"
پامٹ نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" سنو مسٹر کیگن ——— ہمیں معلوم ہے کہ تم ہیلی کاپٹر پر غذا کی پیٹیاں لکڑی نرسری پر پھینکتے ہو ——— یہی تمہاری سپیشل ڈیوٹی ہے۔ ٹھیک ہے"
ابوناقہ نے کہا۔

" ہاں ٹھیک ہے ——— مگر"..... پامٹ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

" ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارا تعلق کسی گوریلا گروپ سے ہے ——— ہم یہی بات چیک کرنے کے لئے آئے ہیں ——— اور تم جانتے ہو کہ اس وقت تمہاری زندگی اور موت کا انحصار ہماری رپورٹ پر ہے "——— ابوناقہ نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

" بالکل غلط ہے ——— میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے ——— میرا ریکارڈ بالکل صاف ہے "——— پامٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" تم اپنے تمام معمولات تفصیل سے بتاؤ ——— ہم یہ اندازہ کریں گے کہ تمہارا اگر کسی سے رابطہ ہے تو وہ کہاں تم سے ملتا ہے ——— ظاہر ہے اس فلیٹ میں وہ نہیں آتا ——— کیونکہ اس فلیٹ کی باقاعدہ نگرانی ہوتی ہے اور تمہارا ٹیلیفون بھی ٹیپ کیا جاتا ہے "——— ابوناقہ نے کہا۔

" اوہ ——— مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا ہوتا ہے ——— بہرحال جیسا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں غذا کی ایک کھیپ صبح دس بجے پھینکتا ہوں اور

دوسری کھیپ شام سات بجے ـــــ اس کے بعد میں اسی فلیٹ پر رہتا ہوں۔ کہیں نہیں جاتا ـــــ دونوں اوقات میں سرکاری کار مجھے لینے آتی ہے اور میں ہوائی اڈے سے ہیلی کاپٹر لے کر سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے لان میں جاتا ہوں جہاں سے غذا کی پانچ پیٹیاں جال میں باندھ کر لاتا ہوں اور پھر انہیں نرسری پر پھینک کر واپس ہوائی اڈے پر پہنچتا ہوں ـــــ وہاں سے سرکاری کار مجھے فلیٹ پر چھوڑ جاتی ہے اور بس" پائلٹ کیگن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس دوران کوڈ کیا استعمال ہوتا ہے" ـــــ ابونافہ نے پوچھا۔

"کوڈ ـــ کیسا کوڈ ـــ کوئی کوڈ نہیں ہے" ـــ پائلٹ نے چونک کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ہم مطمئن ہیں" ـــــ ابونافہ نے کہا اور پائلٹ کا تنا ہوا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ مگر دوسرے لمحے ابونافہ کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ریوالور چمک رہا تھا

پھر اس سے پہلے کہ پائلٹ سنبھلتا ـــــ ریوالور سے ایک شعلہ سا لپکا اور گولی ٹھیک پائلٹ کے دل میں پیوست ہو گئی ـــ کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے گرتے ہوئے پائلٹ کو سنبھالا اور اسے گھسیٹ کر غسل خانے میں لے گیا۔ پائلٹ ختم ہو چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے بیگ کھولا اور اس میں سے میک اپ کا سامان نکال لیا۔ جب کہ ابونافہ فلیٹ سے باہر آگیا تاکہ اگر کوئی آ بھی جائے تو اسے روک سکے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کیپٹن شکیل جب باہر نکلا تو وہ مکمل طور پر پائلٹ کے

روپ میں تھا۔ ابونافہ کے چہرے پر تحسین کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"کیسا رہا" ـــــ کیپٹن شکیل نے پائلٹ کے لہجے میں کہا۔

"بالکل ٹھیک! ـــ لہجہ بھی پائلٹ جیسا ہے ـــ واقعی تم لوگ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو" ـــــ ابونافہ نے تحسین آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم بھی بے حد ذہین ہو ابونافہ! ـــــ جس طرح تم نے پائلٹ سے تمام تفصیلات اگلوائی ہیں ـــ وہ قابل داد ہیں" ـــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور ابونافہ خوش ہو گیا۔

"آؤ اب اسے ٹھکانے لگا لیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا اور ابونافہ نے سر ہلا دیا اور وہ دونوں غسل خانے میں گھس گئے۔

کیپٹن شکیل نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی مگر انتہائی تیز کلہاڑی اور دو تیز دھار چھریاں نکال لیں۔ اور پھر ایک چھری کیپٹن شکیل اور دوسری ابونافہ نے سنبھالی اور پائلٹ کی لاش کی بوٹیاں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ کسی ماہر قصاب کی طرح لاش کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کرنے میں مصروف تھے۔ ہڈیاں انہوں نے کلہاڑی سے توڑ ڈالیں اور پھر آدھے گھنٹے بعد غسل خانے کے فرش پر انسانی بوٹیوں کا ایک ڈھیر موجود تھا۔

کیپٹن شکیل نے اٹھ کر غسل خانے میں موجود گٹر کا ڈھکن ہٹایا اور پھر بوٹیاں گھسیٹ گھسیٹ کر اس نے گٹر میں ڈالنی شروع کر دیں۔ آہستہ آہستہ ڈھیر چھوٹا ہوتا چلا گیا اور پھر ایک وقت آیا کہ غسل خانے کے فرش پر صرف خون ہی خون تھا۔ بوٹیاں یا دوسرے لفظوں میں پائلٹ غائب ہو چکا تھا۔ کیپٹن شکیل نے پانی کا ڈبہ اٹھایا اور پھر فرش دھونا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد فرش بالکل صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کیپٹن شکیل نے گٹر میں کافی پانی بہایا اور پھر گٹر کا ڈھکن دوبارہ اس کے منہ پر جما دیا۔

اب غسل خانہ آئینے کی طرح صاف ہو چکا تھا۔

"اچھا اب مجھے اجازت! ——— میں نے سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں بھی کام کرنا ہے" ——— ابوناذ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— سب کام مکمل ہونے پر تم مجھے فون کرو گے ——— اور سوری رانگ نمبر کہنے کی بجائے پلیز رانگ نمبر کہہ دینا ——— میں سمجھ جاؤں گا۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا ——— باقی تفصیلات تو تمہیں معلوم ہی ہیں" ——— ابوناذ نے کہا۔

"ہاں ——— باقی مجھے معلوم ہے ——— تم فکر نہ کرو" ——— کیپٹن شکیل نے کہا

اور پھر ابوناذ کیپٹن شکیل کا بیگ اٹھا کر فلیٹ کے دروازے سے باہر نکل گیا اور کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر ٹی۔ وی دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجرم ابھی کوئی گڑبڑ نہ کر سکا تھا ——— اور صرف اس نے نکل جانے میں ہی عافیت سمجھی ——— ورنہ اب تک بجلی گھر میں ہونے والی کسی نہ کسی گڑبڑ کا علم ہو جاتا" ——— کرنل ڈیوڈ نے تھکن سے بھرپور لہجے میں کرنل ہیرخ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! ——— معلوم ایسا ہی ہوتا ہے ——— مگر میں حیران ہوں کہ آخر یہ میک اپ کس قسم کا ہے کہ کسی صورت صاف ہی ہونے میں نہیں آرہا" کرنل ہیرخ نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل ڈیوڈ کچھ کہتا، اچانک ایک آدمی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"جناب! ——— لاش کا میک اپ صاف ہو گیا ہے" ——— اس نے جوشیلے اور ہیجانی لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ——— میک اپ صاف ہو گیا ——— مگر کیسے" ——— وہ

دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس جناب! — اتفاق ہی ایسا ہو گیا — سادہ پانی کے چھینٹے جیسے ہی لاش کے چہرے پر پڑے، میک اَپ صاف ہونے لگا — اور پھر پتہ چلا کر یہ میک اَپ تو سادے پانی سے صاف ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم کیمیکلز کے پیچھے پڑے رہے" — آنے والے نے جواب دیا۔

"اوہ ویری بیڈ! — اگر ہمیں اسی وقت پتہ چل جاتا تو ہم مجرم کو آسانی سے پکڑ لیتے" — کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہمیرخ نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے کمرے سے نکل کر آپریشن روم کی طرف بھاگنے لگے۔

آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی جیسے ہی ان کی نظریں سامنے پڑی لاش کے چہرے پر پڑیں وہ یوں ٹھٹک کر رک گئے جیسے ان کے جسموں سے روح پرواز کر گئی ہو۔

آپریشن روم کی ٹیبل پر مارک فوکم کے اسسٹنٹ راجر کی لاش ان کی کارکردگی اور ذہانت کا منہ چڑا رہی تھی۔ اور ان کے ذہنوں میں وہ منظر گھوم گیا جب راجر مشینوں کو چیک کر رہا تھا۔ اور مارک فوکم کے قد و قامت والے افراد کو اکٹھا کر رہا تھا۔

"اُف! — کتنا بڑا ڈاج دیا ہے مجرم نے" — کرنل ڈیوڈ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — واقعی مجرم خطرناک حد تک ذہین ہے — بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے — وہ تو نکل گیا اور ہم جھک مارتے رہ گئے" — کرنل ہمیرخ نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کاش! یہ میک اَپ وہیں صاف ہو جاتا تو —" کرنل ڈیوڈ نے

حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے کرنل! — وہ الوناف والا کام تو ہم بھول ہی گئے — یہاں آتے ہی اس بجلی گھر کے چکر میں پڑ گئے — کہاں ہے الوناف کی قمیض"؟ کرنل ہمیرخ نے اچانک یاد آنے پر کہا۔

"اوہ! — واقعی ہمارے دماغ اور اعصاب جواب دے گئے ہیں" — کرنل ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑ کر تیزی سے آپریشن روم سے نکلا اور پھر بھاگتا ہوا بلیو روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیو روم کے دروازے پر پہنچ کر اسے خیال آیا کہ اب تک قمیض وہاں پڑی تو نہیں ہو گی — وہ اگر ہو گی تو کسی سٹور میں ہو گی۔ چنانچہ وہ بھاگتے بھاگتے رکا اور پھر واپس آنے لگا۔

"کیا ہوا" — ؟ کرنل ہمیرخ جو اس کی پیروی کر رہا تھا، رکتے ہوئے پوچھا۔

"میرے ساتھ آؤ" — کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے انٹر کام پر الوناف کی قمیض ڈھونڈ کر لے آنے کا حکم دیا۔

"اب قمیض کے بعد پروگرام کیا بنے گا" — ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"میں اپنی ریڈ آرمی اور تم اپنے دس مسلح آدمیوں کو ساتھ لے کر چلو — ہمیں کتے کے ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا — کیونکہ ہم اب کسی قسم کا رسک نہیں اٹھا سکتے" — کرنل ہمیرخ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — ایک ٹرینر کتے کو لے کر چلے گا — جبکہ ہم کار دل میں اس کی نگرانی کریں گے" — کرنل ڈیوڈ نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے

ہوتے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ کرنل ہیرنخ کوئی جواب دیتا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی ایک دھاری دار قمیض اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں قمیض ان کے سامنے میز پر رکھ دی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی قمیض ہے جو البنافہ نے پہن رکھی تھی؟" کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"یس سر ____ وہی قمیض ہے ____ اس کے ساتھ لگی ہوئی چٹ پر پوری تفصیل موجود ہے" ____ قمیض لے آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ! ____ تم جا سکتے ہو" ____ کرنل ڈیوڈ نے قمیض اٹھا کر اس پر لگی ہوئی چٹ پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا اور قمیض لے آنے والا سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے چٹ پر لکھی ہوئی تمام تفصیل پڑھی اور پھر قمیض کرنل ہیرنخ کی طرف کھسکاتے ہوئے اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ نمبر گھماتے ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو نمبر الیون ! ____ اس وقت ہمارے پاس سب سے تیز اور ہوشیار جاسوس کتا کون سا ہے" ____ ؟ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"سر ! ____ بوبی نام کا کتا بے حد ہوشیار اور تیز ہے" ____ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ____ اُسے ٹرینر کے ساتھ میرے پاس بھیج دو ____ جلدی" کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ میں ریڈ آرمی کے کارکنوں کو طلب کر لوں ____ تاکہ ہم ازجلد اس کام کی طرف توجہ کر سکیں" ____ کرنل ہیرنخ نے کہا اور اس ٹیلیفون اپنی طرف کھسکا لیا۔

کرنل ڈیوڈ نے سر ہلاتے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا اور دس مسلح افراد دہین کاروں کو تیار رہنے کا حکم دینے میں مصروف ہو گیا۔

کرنل ہیرنخ نے بھی تین کاروں اور ریڈ آرمی کے کارکنوں کو ہیڈ کوارٹر ہی طلب کر لیا۔

"میرا خیال ہے کہ کام خاصا طویل ثابت ہو گا ____ اس وقت بنانے برانہ کہاں ہو" ____ کرنل ہیرنخ نے کہا۔

"ہاں دیکھو ! ____ بہرحال اب ہمارے پاس یہی کلیو باقی رہ جاتا ہے" ____ ل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں ایک بڑے سے کتے ل زنجیر سنبھالے کمرے میں داخل ہوا۔ نوجوان نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے ؤدبانہ انداز میں جھک کر سلام کیا۔

"تمہارا نام ____ ؟" کرنل ڈیوڈ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"رانسکو جناب" ____ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے ہا۔

"دیکھو رانسکو ! ____ انتہائی اہم اور انتہائی خطرناک مجرم کو تلاش کرنا ہے۔ ہمارے پاس اس مجرم کی قمیض موجود ہے ____ کیا بوبی یہ کام کرے گا" ____ ؟ ل ڈیوڈ نے کہا۔

"بوبی ہاآل میں سے بھی مجرم کو کھینچ لینے کا ماہر ہے ____ آپ بے فکر

رہیں جناب "۔۔۔۔ راسکو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ اگر تمہارے کتے نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو تمہیں نقد انعام کے ساتھ ساتھ گریڈ میں بھی ترقی دی جائے گی "۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"تھینک یو سر ۔۔۔۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں "۔۔۔۔ راسکو نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ مجرم کی قمیض ہے ۔۔۔۔ ہم چھ کاروں میں تمہاری نگرانی کریں گے تمہیں خود بھی بے حد ہوشیار اور محتاط رہنا ہوگا "۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب "۔۔۔۔ راسکو نے آگے بڑھکر ابوناف کی قمیض لیتے ہوئے کہا۔

"اب تم پورچ میں پہنچ جاؤ ۔۔۔۔ ہم وہیں پہنچ رہے ہیں "۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور راسکو قمیض اٹھائے کتے کو گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران جب اپنے اڈے پر پہنچا تو ابوناف وہاں موجود تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی ابوناف اور عمران کے ساتھی اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

"کیا رہا پرنس "۔۔۔۔ ؟ ابوناف نے بے چین نظروں سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیا بجلی گھر تباہ ہو گیا "۔۔۔۔ ؟ ابوناف نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھئی ! ۔۔۔۔ ابھی تو فیوز اڑا ہے ۔۔۔۔ تباہی تو بعد میں ہوگی۔ کیپٹن شکیل کہاں ہے "۔۔۔۔ ؟ عمران نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پائنٹ کا میک اپ کر چکا ہے ۔۔۔۔ اور مشن کی تکمیل کے لئے اشارے کا منتظر ہے "۔۔۔۔ ابوناف نے جواب دیا۔

"ہوں ! ۔۔۔۔ نغذا کی پیٹیوں کے بارے میں کیا پیش رفت ہوئی "۔۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"میرے آدمی سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں متعلقہ آدمیوں کی جگہ سنبھال چکے ہیں — میں ابھی وہیں سے واپس آ رہا ہوں" — ابوناف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ — کھیپ کس وقت جائے گی" —؟ عمران نے تحسین آمیز نظروں سے ابوناف کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھیپ شام کو سات بجے جاتی ہے — ابھی چار گھنٹے باقی ہیں — میرے پروگرام کے مطابق آپ لوگ ساڑھے چھ بجے سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں پہنچ جائیں — تاکہ سات بجے والی کھیپ میں غذا کی بجائے آپ کو بھیجا جا سکے" — ابوناف نے جواب دیا۔

"پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کی کیا پوزیشن ہے" —؟ عمران نے پوچھا۔

"اس کے متعلق تو ابھی تک کوئی پلان نہیں بنایا گیا — جیسے آپ کہیں"۔ ابوناف نے جواب دیا۔

"ہاں! — اس کے متعلق پلاننگ کرنی ہو گی — لیبارٹری کی تباہی کے بعد ہمارا مشن ختم ہو جائے گا — اور پھر ہمیں اس ملک سے نکلنا بھی ہے — اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ اگر ہم کوئی تیز رفتار جنگی جیٹ جہاز حاصل کر لیں تو جلد از جلد اسرائیل سے نکل سکتے ہیں" — عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب! — جیسے ہی یہ علم ہو گیا کہ ہم اس جہاز میں ہیں اسرائیلی فضائیہ حرکت میں آ جائے گی اور پھر ہمارا نکل جانا ناممکن ہو جائے گا۔ ابوناف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"بھئی اسی لئے تو تمہیں پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرنے کے لئے کہہ رہا ں — تمہارا مشن یہ ہو گا کہ تم صدر کو اغوا کر لو — ہم صدر کو یرغمال طور پر اپنے ہمراہ لے جائیں گے — اس طرح فضائیہ بے بس ہو جائے گ" — عمران نے جواب دیا۔

"ویری گڈ آئیڈیا — شاندار — صدر کی جہاز میں موجودگی سے فضائیہ بس ہو جائے گی اور ہم بڑی آسانی سے قریبی ملک میں پہنچ جائیں گے" — ابناف نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ابوناف! — اسرائیل کے پاس کتنے فلسطینی گوریلے قید ہیں" —؟ ران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"چالیس کے قریب اہم آدمی ہیں" — ابوناف نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں! — کیا آپ جیل پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں" —؟ باناف نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! — بھلا ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے — ہم صدر کی رہائی کے بدلے میں اپنے چالیس آدمی طلب کر لیں گے اور اسرائیل کو ہمارا یہ طالبہ ماننا ہی پڑے گا" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ہاں واقعی! — مگر میرا خیال ہے کہ اگر ہم صدر کو ہلاک کر دیں تو بین الاقوامی طور پر اسرائیل پر ہماری برتری قائم ہو جائے گی" — ابوناف نے کہا۔

"نہیں ابوناف! — اس طرح بہت سی بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو

جائیں گی اور ہم اس سے کوئی حقیقی مفاد بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ اسرائیل والے کسی اور کو صدر بنا دیں گے ـــــــ یہاں آدمیوں کی کیا کمی ہے۔ البتہ صدر کے بدلے میں اگر ہم چالیس تربیت یافتہ افراد کو رہا کرا لیں تو یہ ہمارے حق میں بے حد فائدہ مند ہو گا ـــــــ یہی چالیس آدمی بعد میں اسرائیل کو زبردست زک پہنچا سکتے ہیں" ـــــــ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے" ـــــــ ابو نافہ نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تو اب پروگرام اچھی طرح سمجھ لو ـــــــ کیپٹن شکیل اس بار ہمارے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر وہیں اتار دیگا ـــــــ وہ ہیلی کاپٹر میں خرابی کا بہانہ بنا سکتا ہے ـــــــ مشن میں کامیابی کے بعد ہم اسی ہیلی کاپٹر میں ہوائی اڈے پہنچ جائیں گے ـــــــ ادھر جس وقت ہیلی کاپٹر ہمیں لے کر لیبارٹری کی طرف جاتے ـــــــ تم نے اپنے ساتھیوں سمیت پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر دینا ہے ـــــــ اور اسی وقت میں ایٹمی بجلی گھر کو بھی اڑا دونگا اس سے یہ فائدہ ہو جائے گا کہ جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی ان دو ٹارگٹس پر مصروف ہو جائے گی ـــــــ تم نے پریذیڈنٹ ہاؤس پر خاصی دیر حملہ جاری رکھنا ہے ـــــــ البتہ پریذیڈنٹ کو پہلے ہی ہلے میں یرغمال بنا لینا ہے۔ پھر تم پریذیڈنٹ کو ہمراہ لے کر ہوائی اڈے پہنچ جانا اور وہاں ایک جیٹ جہاز پر قبضہ کر لینا ـــــــ ہم ہیلی کاپٹر پر وہیں پہنچ جائیں گے ـــــــ اور پھر ہم تمہارے ساتھ جیٹ میں آجائیں گے اور اسی جیٹ جہاز کے ساتھ ہم اسرائیل سے باہر نکل جائیں گے" ـــــــ عمران نے پروگرام کی تفصیل بتاتے ہوتے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ـــــــ یہ کام ہو جائے گا" ـــــــ ابو نافہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے! ـــــــ سامان پہنچ گیا ہے" ـــــــ ؟ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــــ آپ کا مطلوبہ تمام سامان سٹور میں موجود ہے" ـــــــ ابو نافہ نے جواب دیا۔

"او۔ کے! ـــــــ میرا خیال ہے کہ ہم چھ بجے تک فارغ ہیں ـــــــ چھ بجے ہم لوگ سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ جانے کے لئے تیار ہوں گے" ـــــــ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"او۔ کے! ـــــــ میں جا کر پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کا پروگرام سیٹ کرتا ہوں ـــــــ میں چھ بجے سے چند لمحے پہلے یہاں پہنچ جاؤں گا" ـــــــ ابو نافہ نے جواب دیا۔

اور عمران نے سر ہلا دیا۔

راسکو نے کرنل ڈیوڈ کا اشارہ ملتے ہی کتے کی زنجیر سنبھالی اور اُسے مخصوص آواز نکال کر ہیڈ کوارٹر سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ ابونافہ کی قمیض اس نے کتے کو اچھی طرح سنگھا دی تھی۔ بلکہ مزید تسلی کے لئے اس نے وہ قمیض کتے کے گلے میں باندھ دی تھی تاکہ کتا مسلسل اس کی بُو سونگھتا رہے۔

کتے اور راسکو کے باہر نکلتے ہی ہیڈ کوارٹر سے چھ کاریں باہر آ گئیں جن میں سے تین پر ریڈ آرمی کے مسلح ممبر کرنل ہیرخ سمیت اور تین کاروں میں جی۔ پی۔ فائیو کے دس آدمی کرنل ڈیوڈ کی رہنمائی میں سوار تھے۔

کتا ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلتے ہی تیزی سے ایک گلی میں گھستا چلا گیا۔ اور پھر گلی میں سے ہو کر وہ سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر چند لمحے وہ تھوتھنی اٹھا کر ہوا میں کچھ سونگھتا رہا۔ پھر اس کا رخ دائیں طرف ہو گیا۔ راسکو کتے کی زنجیر سنبھالے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جبکہ اس سے تھوڑی دور چھ کاریں آہستہ چل رہی تھیں۔ کاروں میں سوار سب افراد کی تیز نظریں کتے پر جمی ہوئی تھیں۔

مختلف سڑکوں پر پھرتے پھرتے انہیں تقریباً تین گھنٹوں سے زیادہ وقت گزر گیا۔ کتا کبھی کسی طرف نکل جاتا اور کبھی کسی طرف ـــــ یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ابونافہ کی بُو اُسے سارے شہر میں پھیلی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ بہرحال راسکو پُر امید تھا کہ بوبی آخر مجرم کا کھوج نکال لے گا۔

گھومتے گھومتے جب راسکو اور کتا ایک چوک پر پہنچے تو وہاں سُرخ بتی ہونے کی وجہ سے شمال جنوب ٹریفک رکا ہوا تھا۔ راسکو کتے کو سنبھال کر کھڑا ہو گیا۔

اسی لمحے ایک نیلے رنگ کی کار چوک پر آ کر رکی اور کتے نے ہڑبڑا کر اپنی تھوتھنی اٹھائی اور بے چین ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر اس نیلے رنگ کی کار کی طرف بڑھا۔ وہ پہلی بار بڑی طرح بھونک رہا تھا۔ راسکو اس کے پیچھے گھسٹتا ہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کاروں میں بیٹھے ہوئے افراد کی نظریں بھی کار پر جم گئیں۔ کتا نیلی کار کے قریب پہنچ کر اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان پر لپکنے لگا اور راسکو سمجھ گیا کہ یہی وہ مجرم ہے جس کی تلاش کے لئے وہ نکلے ہیں۔ اس لئے اس نے پھرتی سے جیب سے سیٹی نکال کر منہ میں دبائی اور بجانے لگا۔ یہ کاروں میں بیٹھے ہوئے افراد کے لئے کاشن تھا کہ کتے نے مجرم کا کھوج نکال لیا ہے۔

مگر اسی لمحے ٹریفک کھل گیا۔ اور نیلی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ مگر اب چھ کاریں اس کے تعاقب میں تھیں۔ کار میں بیٹھے ہوئے نوجوان کو بھی شاید اپنے تعاقب کا احساس ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس نے کار کی سپیڈ اچانک بڑھا دی تھی۔ اور پھر سڑک پر کاروں کی دوڑ شروع ہو گئی۔

سڑک پر بے پناہ ٹریفک کی وجہ سے نیلی کار کا تعاقب مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے کرنل ہیمرخ نے کاروں کے سائرن بجانے کا حکم دیدیا اور دوسرے لمحے فضا چھ کاروں سے بلند ہونے والے کرخت سائرنوں کی آوازوں سے گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی سڑک پر ٹریفک کائی کی طرح چھٹتی چلی گئی مگر نیلی کار کا ڈرائیور کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار اور چالاک ثابت ہو رہا تھا۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا مختلف گلیوں میں گھس جاتا اور وہاں سے پھر کسی سڑک پر نکل آتا۔ اس طرح کرنل ڈیوڈ کو اس کے تعاقب میں کافی مشکل پیش آ رہی تھی۔

ویسے کرنل ڈیوڈ اگر چاہتا تو گولیوں سے نیلی کار کو چھلنی کر دیتا۔ مگر وہ مجرم کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سے دوسرے مجرموں کا پتہ معلوم کیا جا سکے۔

"کرنل ڈیوڈ! ــــ تمہاری کار آگے ہے ــــ نیلی کار کے ٹائر برسٹ کر دو" ــــ کار ٹرانسمیٹر پر کرنل ہیمرخ کی آواز سنائی دی۔

"نہیں کرنل! ــــ مجرم اگر کار سے اتر کر بھاگ نکلا تو اس کا پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس وقت کتا ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اور پھر نجانے کتنا عرصہ اسے تلاش کرنے میں لگ جائے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اس وقت نیلی کار شہر کی سب سے بڑی شاہراہ پر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک وہ ایک تنگ سی گلی میں گھس گئی۔

کرنل ڈیوڈ نے، جو نیلی کار سے دو سو گز کے فاصلے پر تھا، بڑی پھرتی سے کار کو اسی گلی میں موڑا۔ مگر فوراً ہی اسے بریکیں لگانی پڑ گئیں۔ کیونکہ

ی آگے بند تھی اور نیلی کار وہاں موجود تھی۔

کار روک کر وہ سب تیزی سے باہر آ گئے۔ ان سب کے ہاتھوں یں سٹین گنیں موجود تھیں۔

مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑے۔ کیونکہ نیلی کار خالی تھی اور مجرم ائب ہو چکا تھا۔ چونکہ اس گلی میں کسی مکان کا دروازہ نہ تھا اس لئے ظاہر تھا کہ مجرم دیوار پھاند کر دوسری طرف نکل گیا ہے۔

"واپس چلو! ــــ مڑ کر ادھر جاؤ ــــ مجرم سامنے والی دیوار پھاند کر سنٹرل اغ میں چلا گیا ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور پیچھے آنے والی اریں انتہائی تیزی سے مڑیں اور اب ان کا رخ سنٹرل باغ کی طرف تھا۔

اب کرنل ڈیوڈ کی کار سب سے پیچھے تھی۔ کرنل ڈیوڈ کا چہرہ غصے سے رخ ہو رہا تھا۔ کیونکہ مجرم بظاہر ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ابونافہ تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اب کار میں بیٹھا واپس عمران کی طرف جا رہا تھا۔ تاکہ آپریشن شروع کیا جا سکے۔ وہ اپنے انتظامات سے بے حد مطمئن تھا اور اُسے یقین تھا کہ اس آپریشن کے مکمل ہونے کے بعد اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور اسرائیل آئندہ آنے والے کئی سالوں تک اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔

ابونافہ کا ارادہ یہی تھا کہ وہ پرنس اور اس کے ساتھیوں سمیت اسرائیل سے نکل جائے گا اور پھر ایک طویل عرصہ باہر گزار کر وہ دوبارہ اسرائیل آئے گا تاکہ اسرائیلی اُسے بھول جائیں۔ جب کہ اس کے ساتھی ابھی تک اسرائیلی حکام کی نظروں سے نیچے ہوتے تھے۔ اس لئے وہ یہاں کام کرتے رہیں گے۔

ابونافہ نے اپنے اسسٹنٹ عقاب نمبر ۲ کو اس بارے میں تفصیلی ہدایات دے دی تھیں۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملے کے بعد اس کے ساتھی فرار ہو جائیں گے اور وہ اکیلا ہی پریذیڈنٹ کو اغوا کر کے ہوائی اڈے

پہنچ جائے گا۔ اُسے یقین تھا کہ پریذیڈنٹ کی وجہ سے اسرائیلی درندے اس پر ہاتھ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور وہ ان کے ظالم ہاتھوں سے بچا رہے گا۔

یہی سوچتا ہوا جب وہ مین روڈ کے آخری چوک پر پہنچا تو ٹریفک بند ہو گیا۔ اور اس نے کار ٹریفک کراس کے قریب روک دی۔ اسی لمحے اس کی نظریں سڑک کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی پر پڑیں جس نے ایک بڑے سے جاسوس کتے کی زنجیر سنبھال رکھی تھی۔

ابھی ابونافہ کتے اور اس آدمی کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک کتا تیزی سے کار کی طرف لپکا اور پھر اچھل اچھل کر اس پر لپکنے لگا۔ اور اسی لمحے ابونافہ کی نظریں کتے کی گردن سے لپٹی ہوئی اپنی قمیص پر پڑیں اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں وہ سمجھ گیا کہ جاسوس کتے کے ذریعے اس کی تلاش کی جا رہی ہے اور کتے نے اسے تلاش بھی کر لیا ہے اس کے ساتھ ہی اُسے یقین تھا کہ جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی کے خوفناک لوگ کہیں قریب ہی موجود ہوں گے۔

ابونافہ نے بے چین نظروں سے ٹریفک سگنل کی طرف دیکھا اور پھر عین اسی لمحے ٹریفک سگنل پر سبز بتی جل اٹھی۔ ابونافہ نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی اور پھر اُسے ایک سیٹی کی آواز سنائی دی۔ مگر وہ انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتے چلا گیا۔ سڑک پر بے پناہ ٹریفک کی وجہ سے اُسے تیز رفتاری سے کار دوڑانے میں بڑی مشکل پیش آ رہی تھی کہ اچانک اس سے دو سو گز پیچھے پولیس کاروں کے سائرن گونج اٹھے اور اس کے ساتھ ہی سڑک پر موجود ٹریفک کائی کی طرح پھٹتی چلی گئی۔ اس سے جہاں تعاقب کرنے والوں کو فائدہ پہنچا۔ وہاں ابونافہ کی مشکل بھی آسان ہو گئی۔ اب وہ اطمینان سے کار کی رفتار

بڑھاتے چلا جا رہا تھا۔

دوسرے لمحے اس نے کار کو ایک گلی میں موڑا اور ایک بار پھر سڑک پر نکل آیا۔ مگر سائرن بجانے والی کاریں بھوتوں کی طرح اس کا پیچھا کر رہی تھیں اور ان کا درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔

البونافہ نے ایکسیلیٹر کو آخری حد تک دبا رکھا تھا اور اس کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اُڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر اچانک ایک تنگ سی گلی اس کی نظروں کے سامنے آگئی۔ اور ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد البونافہ نے کار اس گلی میں موڑ دی۔ مدتوں سے یہاں رہنے کی وجہ سے اُسے یہاں کی ہر سڑک اور ہر گلی کے متعلق اچھی طرح علم تھا۔ اس لئے اسے کار گلی میں موڑتے وقت معلوم تھا کہ یہ گلی بند ہے۔ اس کے آخر میں ایک چھوٹی سی دیوار ہے جس کے دوسری طرف سنٹرل باغ ہے اور البونافہ نے اب کار سے اترنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ کار میں بیٹھے بیٹھے وہ زیادہ عرصے تک تعاقب کرنے والوں سے نہیں بچ سکتا۔ اور پھر ایک کار ہو تو اُسے ڈاج دیا جا سکتا ہے مگر چھ کاروں کو ڈاج دینا ناممکن تھا۔

چنانچہ اس نے کار سے اتر کر بھاگنے کا فیصلہ کر کے ہی کار کو بند گلی میں موڑا تھا۔ اور کار گلی میں موڑتے ہی جیسے وہ گلی کے آخری سرے تک پہنچا اس نے پوری قوت سے بریک لگاتے اور دوسرے لمحے وہ کار سے باہر تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دیوار کے کنارے پر پہنچا اور پھر اس نے پوری قوت سے چھلانگ لگا دی۔ جوشش اور تیزی کی وجہ سے پہلی چھلانگ ہی کامیاب رہی اور وہ تقریباً اڑتا ہوا دیوار کے سرے پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ نیچے گرتے ہوئے اس نے دیوار کی دوسری

طرف گلی میں کار کے بریک چیخنے کی آوازیں سنیں۔

وہ نیچے گرتے ہی اٹھا اور اندھا دھند باغ کے گیٹ کی طرف بھاگنے لگا۔ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں اس کا تعاقب کرنے والے بھی اسی کی طرح دیوار پھاند کر اس کے پیچھے نہ آ جائیں۔

باغ میں اس وقت خاصی گہما گہمی تھی۔ اس لئے لوگوں میں آتے ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اب اس کا رخ باغ کے ٹوائلٹ کی طرف تھا۔ ٹوائلٹس کی طویل قطار میں سے ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ اس وقت یہی ایک ٹوائلٹ خالی ہے۔

البونافہ تیزی سے اس ٹوائلٹ میں گھستا چلا گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا کوٹ اتار کر اُسے الٹا اور پھر پہن لیا۔ وہ ہمیشہ ڈبل سلائی کا کوٹ پہنتا تھا تاکہ اُسے فوری طور پر بدلا جا سکے۔ اب کوٹ کا رنگ اور ڈیزائن بدل گیا تھا۔ اسی طرح اس نے ٹائی بھی الٹ کر باندھ لی۔ سر پہ الٹے سیدھے ہاتھ مار کر اس نے بالوں کو مختلف انداز میں سیٹ کر لیا اور پھر بڑے اطمینان سے ٹوائلٹ سے باہر آگیا۔

اب ہجوم میں مل کر وہ باغ کے صدر دروازے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اُسے یقین تھا کہ اب فوری طور پر اُسے پہچانا نہ جا سکے گا۔

جلد ہی وہ بڑی سڑک پر آگیا۔ اُسے معلوم تھا کہ تعاقب کرنے والے سیدھے یہیں آئیں گے۔ اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کس راستے سے آئیں گے اس لئے اس نے اپنا رُخ ان کی مخالف سمت میں کر لیا۔ اور پھر سڑک پار کر کے وہ ایک تنگ سی گلی میں گھستا چلا گیا۔

جیسے ہی وہ گلی کے سرے پر پہنچا۔ اس نے کاروں کو باغ کے دروازے

پر رکتے دیکھا اور وہ مسکراتا ہوا تیزی سے گلی میں گھستا چلا گیا۔ اُسے خوشی تھی کہ وہ تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دینے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

گلی کراس کر کے وہ جیسے ہی سڑک پر پہنچا، اس نے ایک طرف ہٹ کر خالی ٹیکسی کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔

مگر ابھی اُسے وہاں کھڑے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اُسے قریب ہی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر تیزی سے بھاگ پڑا کیونکہ اس کی نظریں قریب آتے ہوئے اس جاسوس کتے اور اس کے رکھوالے پر پڑ گئی تھیں۔ کتا اس سے خاصا قریب تھا اور وہ پوری طاقت سے اپنے رکھوالے کو گھسیٹ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ کتے نے اُسے پہچان لیا تھا۔

اور پھر کتے نے رکھوالے کے ہاتھ سے زنجیر چھڑا لی اور بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے البونافہ پر آ پڑا۔ کتے کے زوردار دھکے سے البونافہ زمین پر گر پڑا۔ اور کتے نے اس کی گردن کو اپنے جبڑے میں جکڑنے کے لئے اپنا خوفناک منہ اس کی گردن کی طرف بڑھایا۔

البونافہ نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے کتے کی پسلیوں پر ہوڈ کا وار کیا اور کتا چیختا ہوا سڑک پر جا گرا۔ مگر یہ البونافہ کی بدقسمتی تھی کہ کتے کی زنجیر البونافہ کی گردن میں لپٹ گئی اور کتے کے زور کی وجہ سے اس کا دم گھٹنے لگا۔

اُسی لمحے کتے کا رکھوالا بھی چیختا ہوا اس پر آ پڑا۔ وہ مجرم مجرم چیخ رہا تھا اور پھر اردگرد پھیلے ہوئے سپاہی اور عام لوگ دوڑ پڑے اور چند لمحوں بعد البونافہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔ جبکہ رکھوالے نے کتے کی زنجیر تھام کر اُسے ایک طرف گھسیٹ لیا۔

" آرام سے پکڑو! ـــــ میں کوئی بھاگ نہیں رہا " ـــــ البونافہ نے اپنے کھولتے ہوئے ذہن پر قابو پاتے ہوئے ان سپاہیوں سے کہا جو اُسے بُری طرح جکڑے ہوئے تھے۔

اور اس کے مطمئن لہجے کا سپاہیوں پر خوشگوار اثر پڑا اور انہوں نے گرفت ذرا ہلکی کر دی۔

دوسرے لمحے البونافہ نے اپنے جسم کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور اس نے ان دونوں سپاہیوں کو بُری طرح اچھال دیا جنہوں نے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ اور پھر غوطہ لگا کر وہ ہجوم کے درمیان سے بھاگتا چلا گیا۔ وہ ہر قیمت پر وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ پولیس اور اس کے ساتھی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے، اور اس اہم ترین مشن کا دارومدار اس کی ذات پر منحصر ہے۔ اگر وہ پکڑا گیا تو یہ مشن لازمی طور پر ناکام ہو جائے گا۔

ہجوم میں سے غوطہ لگا کر وہ تیزی سے بھاگا۔ مگر دوسرے لمحے اس کی پشت پر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور البونافہ منہ کے بل سڑک پر گر گیا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی پشت میں لوہے کی گرم سلاخ اتار دی ہو۔ یہ احساس بھی چند لمحے رہا۔ پھر اس کے دماغ پر تاریکیاں چھاتی چلی گئیں، اور وہ چند لمحے سڑک پر ہی ہاتھ پیر پٹخنے کے بعد بے حس و حرکت ہو گیا۔

جس سپاہی سے البونافہ نے اپنے آپ کو چھڑایا تھا۔ اس نے اٹھتے ہی ریوالور نکال کر اس پر گولی چلا دی تھی۔ اور یہ البونافہ کی بدقسمتی تھی کہ گولی پشت میں ایسی جگہ لگی کہ پشت میں گھس کر سیدھی دل میں ترازو ہو گئی۔ اور البونافہ کی روح چند ہی لمحوں میں قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کا تمام منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا کیونکہ البونافہ کے بغیر نہ ہی

وہ سنٹرل فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں جا کر غذا کی پیٹیوں میں بند ہو کر لیبارٹری میں پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کر کے صدر کو اغوا کیا جا سکتا تھا۔ یہ شائد ان سب کی بدقسمتی تھی کہ کتا اور اس کا رکھوالا کاروں کے جانے کے بعد واپس ہیڈ کوارٹر جاتے ہوئے اس سڑک پر آنکلے تھے جہاں الوناف باغ میں سے ہو کر پہنچا تھا اور کتے نے اُسے ایک بار پھر تلاش کر لیا تھا۔

چھ بجنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی اور عمران اور اس کے ساتھی کیل کانٹے سے لیس ہو کر الوناف کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، تاکہ مشن کی تکمیل کے لئے روانہ ہو سکیں۔

عمران اپنے ساتھیوں کو لیبارٹری میں کئے جانے والے اقدامات کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ ایٹمی لیبارٹری تھی اور ہو سکتا ہے وہاں ایٹمی مادے اور ایٹم بم تک موجود ہوں اور ذرا سی غفلت سے ان کی اپنی جانیں بھی خطرے میں پڑ سکتی تھیں کہ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور نوجوان بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے

پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"بب — باس — باس مارا گیا" — اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا — ؟ کون مارا گیا" — وہ سب چونک کر کھڑے ہو گئے۔

"باس کو قتل کر دیا گیا — اس کی لاش تیرھویں شاہراہ پر پڑی ہے مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے" — نوجوان نے بوکھلائے ہوئے اور لرزدہ لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو — ؟ کون باس مارا گیا ہے" — ؟ عمران نے جھنجھلا کر کہا۔

"الوناف — اسے جاسوس کتے کے ذریعے پکڑا گیا — اور پھر ایک سپاہی نے اس کی پشت پر گولی مار دی" — نوجوان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدا! — یہ کیا ہوا — ؟ اب اس کے بغیر آپریشن کیسے ہو گا؟" عمران نے کہا اور پھر مایوسی کے عالم میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران کے ساتھیوں کے چہروں پر بھی مایوسی امڈ آئی۔

"ہمارا ایک ساتھی ابھی اس راستے سے گزرا تو وہاں جی۔ پی۔ فائیو اور سپاہیوں کا جمگھٹا تھا۔ اس نے خود الوناف کی لاش دیکھی ہے — اس نے ابھی ابھی مجھے اطلاع دی ہے" — نوجوان نے کہا۔

"ہونہہ! — اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا رابطہ باقی عقابوں سے ہے" ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں جناب! — ان سے صرف باس کا رابطہ تھا — ہمیں تو معلوم

ہی نہیں کہ وہ کون ہیں ـــــ اور ان سے رابطہ کیسے قائم کیا جاتا ہے" ـــــ؟ نوجوان نے جو اس اڈے کا انچارج تھا، مایوس سے لہجے میں جواب دیا۔

"اب کیا ہوگا عمران صاحب" ـــــ؟ صفدر نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"بچہ پیدا ہوگا ـــــ بہرحال یہ نہیں بتا سکتا کہ لڑکا ہوگا کہ لڑکی" ـــــ عمران نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا۔ اچانک اور خوفناک جھٹکے سے پیدا ہونے والی مایوسی کو وہ ذہن سے جھٹک چکا تھا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ـــــ بھلا یہ مذاق کا موقع ہے" ـــــ جولیا نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مذاق کا نہیں ـــــ بلکہ عبرت کا موقع ہے ـــــ زندگی میں پہلی بار میں نے ایک دوسرے شخص پر بھروسہ کر لیا تھا اور نتیجہ ظاہر ہو گیا" ـــــ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ ـــــ اور الوبانڈ کے متعلق مزید تفصیلات حاصل کرو" ـــــ عمران نے خبر لے آنے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور نوجوان سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سنو! ـــــ عمران نے زندگی میں کبھی شکست تسلیم نہیں کی ـــــ ہم اپنے پلان پر ضرور عمل کریں گے ـــــ مگر وقتی طور پر اس میں تبدیلی کرنا پڑے گی" ـــــ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

"اب میں اکیلا کیپٹن شکیل کے ساتھ لیبارٹری پر دھاوا بولوں گا ـــــ اور تم لوگ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرو گے ـــــ اور وہاں سے صدر کو اغوا کر کے

ہوائی اڈے پر لے آؤ گے ـــــ میں کیپٹن شکیل کے ساتھ اس ہوائی اڈے پر پہنچ جاؤں گا ـــــ اور پھر ہم صدر کو یرغمال بنا کر اسرائیل سے نکل جائیں گے" ـــــ عمران نے نیا پروگرام بناتے ہوئے کہا۔

"مگر ہمیں تو پریذیڈنٹ ہاؤس کے متعلق کچھ معلوم نہیں" ـــــ جولیا نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا ـــــ یہ تمہاری صلاحیتوں کے لئے چیلنج ہے ـــــ جو دل چاہے کرو ـــــ بہرحال تمہیں یہ مشن سر انجام دینا ہے ـــــ چاہے تمہاری جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور صفدر اور جولیا نے سر جھکا لیا۔

"تمہارے پاس ضروری اسلحہ موجود ہے ـــــ یہاں سے ایک کار لے کر پریذیڈنٹ ہاؤس جاؤ ـــــ اور اپنا مشن مکمل کرو ـــــ تمہیں موقع محل دیکھ کر ہر قسم کے اقدام کی اجازت ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

اور پھر عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ بڑی پھرتی سے اس نے اس پر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔ جلد ہی دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

"کیپٹن شکیل سپیکنگ"۔

"کیپٹن شکیل! ـــــ میں عمران بول رہا ہوں ـــــ الوبانڈ مارا گیا ہے اس لئے فوری طور پر پلان میں تبدیلی کر دی گئی ہے ـــــ اب میں اور تم ہیلی کاپٹر کے ذریعے لیبارٹری پر دھاوا بولیں گے ـــــ جبکہ صفدر، جولیا اور جوزف پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کریں گے ـــــ تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا فلیٹ کہاں ہے" ـــــ اور؟ عمران نے تیز لہجے میں اسے بدلی ہوئی صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے عمران صاحب ! ـــــ میرا فلیٹ مین روڈ کے تیسرے چوراہے سے دائیں طرف نکلنے والی سڑک پر ہے ـــــ فلیٹ جس بلڈنگ میں ہے اس کے سامنے سڑک پار پرڈشلم ہوٹل ہے ۔ فلیٹ کا نمبر ایک سو تیرہ ہے ۔ اوور " ـــــ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل نے جواب دیا ۔

" او کے ـــــ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں ـــــ اوور اینڈ آل " ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا ۔

" اسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہمارا رابطہ قائم رہے گا ـــــ تمام کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا ہے ـــــ ذرا سی غفلت اور لاپرواہی ہم سب کے لئے تباہ کن ثابت ہوگی ـــــ خدا حافظ " ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا ۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا تیزی سے کیپٹن شکیل کے فلیٹ کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا ۔

کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہمیرخ کی کاریں ایک طویل چکر کاٹ کر جیسے ہی باغ کے دروازے پر پہنچیں ، وہ تیزی سے کاروں سے اتر کر ارد گرد پھیلتے چلے گئے ۔ کرنل ڈیوڈ اور میجر ہیرس تیزی سے باغ میں گھسے اور وہاں موجود ہجوم میں البرٹانہ کو تلاش کرنے لگے ۔

" میرا خیال ہے کہ مجرم فوراً ہی یہاں سے نکل گیا ہوگا ـــــ اب اتنا باغ میں تلاش بے سود ہے " ـــــ میجر ہیرس نے کہا ۔

" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجرم ہمارے اسی خیال سے فائدہ اٹھائے کہ ہم یہی سوچتے رہ جائیں کہ وہ فوراً ہی یہاں سے نکل گیا ہوگا ـــــ اور وہ ہمارے چلے جانے تک باغ کے کسی کونے میں چھپا رہے " ـــــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور میجر ہیرس نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلا دیا ۔

وہ ہر ممکن تیزی سے باغ کے تمام کونے کھدروں کو کھنگالتے پھر رہے تھے اور پھر ان کا رخ فوائنٹس کی طرف ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک سپاہی دوڑتا

"جناب! ـــ یہ کتا کم سے کم ہمیں اس اڈے پر تو لے جاسکتا ہے جہاں مجرم رہتا ہے ـــ اگر ہمیں مجرم کا اڈہ مل جائے تو شاید ہم باقی مجرموں کو پکڑ سکیں" ـــ میجر پیرس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ـــ ؟ کیا کتا اڈے کی نشاندہی کر سکتا ہے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں جناب! ـــ کتا ایسا کر سکتا ہے" ـــ کتے کے رکھوالے نے آگے بڑھ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر میرا منہ کھڑے کیوں تک رہے ہو ـــ جلدی کرو ـــ ہمیں اس اڈے تک لے جاؤ" ـــ کرنل ڈیوڈ نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

کتے کا رکھوالا تیزی سے پلٹا اور پھر اس نے سڑک کے کنارے پر رکھی ہوئی ابونافہ کی لاش کے پیر سے جوتا اتار لیا۔ اس نے ایک مخصوص آواز نکالتے ہوئے جوتے کا تلا کتے کو سنگھایا، اور جب کتے نے سر ہلا دیا تو اس نے کتے کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"جلدی کرو ـــ کاریں یہیں لے آؤ ـــ ہم کتے کے ساتھ جائیں گے" کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور چند آدمی تیزی سے کاروں کی طرف دوڑ پڑے۔

"یہ جوتے کے ذریعے کیسے اڈے کو تلاش کریگا" ـــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے رکھوالے سے مخاطب ہو کر پوچھا جس نے اب کتے کی زنجیر کھینچ کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔

"جناب! ـــ جوتے کے تلے میں مخصوص مٹی کی خوشبو ہوتی ہے۔ مجرم عام طور پر کار میں سوار رہتا ہے ـــ اس لئے ظاہر ہے کہ جوتے کے تلے میں

صرف اس جگہ کی مٹی لگی ہوئی ہوگی جہاں مجرم رہتا ہے اور کتا اس مٹی کو تلاش کرے گا" ـــ رکھوالے نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ آئیڈیا" ـــ کرنل ڈیوڈ نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا اب اس کے دل میں امید کی کرن جاگ اٹھی تھی کہ وہ مجرموں کے اڈے کو تلاش کر لیں گے۔

تھوڑی دیر بعد کاریں وہاں پہنچ گئیں اور پھر وہ کتے کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا چلا جارہا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اچانک کتا ایک مضافاتی سڑک پر پہنچ گیا اور پھر اچانک کتے نے اپنا رخ پلٹا اور تیزی سے زنجیر کو کھینچتا ہوا ایک سرخ رنگ کی کوٹھی کے پھاٹک کی طرف جوشیلے انداز میں لپکنے لگا۔ وہ اپنے حلق سے عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا۔

کتے کے رکھوالے نے کتے کے حلق سے برآمد ہونے والی مخصوص آوازیں سنتے ہی اپنا ہاتھ فضا میں اٹھا کر زور زور سے لہرایا اور اس سے تھوڑی دور پیچھے آنے والی کاریں تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئیں۔

"کیا بات ہے" ـــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر تیز لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ـــ یہ سرخ رنگ کی کوٹھی مجرموں کا اڈہ ہے" ـــ رکھوالے نے جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے" ـــ ؟ کرنل ڈیوڈ نے پھرتی سے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں جناب! ـــــ یہی کوٹھی ہے" ـــــ رکھوالے نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

اور پھر کرنل ڈیوڈ نے تیزی سے ہاتھ ہلایا اور تمام کاروں میں سے مسلح افراد ابل پڑے۔

"کوٹھی کے چاروں طرف پھیل جاؤ ـــــ اور ڈائریکٹ ایکشن لو" ـ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور مسلح افراد تیزی سے کوٹھی کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ البتہ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ وہیں کھڑے رہے۔

میجر ہیرس اور اس کے ساتھی کوٹھی کے پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے اور پھر چند لمحوں بعد کوٹھی کی اندرونی فضا گولیوں اور بموں کے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ فائرنگ دو اطراف سے ہو رہی تھی۔

"کتے نے بالکل صحیح ٹریس کیا ہے ـــــ یہی مجرموں کا اڈہ ہے" ـ کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ـــــ مگر مسئلہ یہ ہے کہ مجرم بھی کوٹھی کے اندر ہوں" ـــــ کرنل ہیمرخ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"دیکھو کیا ہوتا ہے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد فائرنگ کی آوازیں رک گئیں اور فضا میں سناٹا سا چھا گیا۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر ارد گرد کے لوگ وہاں اکٹھے ہونے لگے مگر جیسے ہی انہوں نے کاروں پر جی۔ پی۔ فائیو کے مخصوص نشان دیکھے۔ وہ تیزی سے واپس چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد کوٹھی کا پھاٹک کھل گیا اور میجر ہیرس کی شکل نظر آئی۔

"آیئے جناب" ـــــ میجر ہیرس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا ـــــ مجرم مل گئے" ـــــ؟ کرنل ڈیوڈ اور کرنل ہیمرخ نے بیک وقت قدم آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"غیر ملکی مجرم تو یہاں موجود نہیں ہیں ـــــ البتہ مقامی لوگ موجود ہیں ـــــ اور اسلحہ کا بے پناہ ذخیرہ بھی تہہ خانوں میں ہے ـــــ سوائے ایک کے باقی تمام مجرم مارے گئے ہیں" ـــــ میجر ہیرس نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــــ چلو وہی بتائے گا کہ باقی مجرم کہاں ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔ کوٹھی میں ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں سے بھی کئی زخمی ہو چکے تھے۔

وہ کوٹھی کے اندرونی کمرے میں گئے تو انہوں نے ایک نوجوان کو سپاہیوں کی گرفت میں دیکھا۔ یہ مقامی نوجوان تھا اور اس کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

"یہی زندہ پکڑا گیا ہے جناب" ـــــ میجر ہیرس نے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس سے باقی مجرموں کا پتہ پوچھو ـــــ اگر یہ نہ بتائے تو اس کی بوٹی بوٹی علیحدہ کر دو" ـــــ کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا اور میجر ہیرس نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔

"اسے زمین پر لٹا دو" ـــــ میجر ہیرس نے ان سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا جنہوں نے اس نوجوان کو پکڑا ہوا تھا۔

یہ وہی اڈہ تھا جہاں عمران اور اس کے ساتھی رہتے تھے اور یہ نوجوان اس اڈے کا انچارج تھا۔ یہ تو عمران اور اس کے ساتھیوں کی خوش قسمتی

تھی کر وہ الوناقہ کی موت کی خبر سنکر وہاں رکے نہیں تھے بلکہ مشن پر نکل کھڑے ہوئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ ان کا بھی یہاں سے نکلنا مشکل ہو جاتا۔

سپاہیوں نے نوجوان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح پٹخا جیسے قصائی بکری کو ذبح کرنے سے پہلے زمین پر پٹختے ہیں۔ اور میجر ہیرس خنجر سنبھالے تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے نوجوان کی دائیں آنکھ خنجر کی نوک سے باہر اچھال دی۔ اور کمرہ نوجوان کے حلق سے نکلنے والی دردناک چیخ سے گونج اٹھا۔

"بتاؤ غیر ملکی مجرم کہاں ہیں ——— ورنہ دوسری آنکھ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے" ——— میجر ہیرس نے سرد لہجے میں کہا۔

"بب ——— بتاتا ہوں ——— خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو ——— پپ ——— پانی" نوجوان نے کراہتے ہوئے کہا۔

"جلدی بتاؤ ——— پانی وانی کی بات نہ کرو ——— جلدی بتاؤ" ——— میجر ہیرس نے غراتے ہوئے کہا۔

"وہ تھوڑی دیر پہلے یہاں سے گئے ہیں ——— انہوں نے پریذیڈنٹ ہاؤس اور ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کرنا ہے" ——— انچارج نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ——— ان کی تعداد کتنی ہے" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"وہ پانچ ہیں ——— ان میں ایک لڑکی بھی ہے ——— انچارج نے جواب دیا۔

"حملے کی تفصیل کیا ہے" ——— ؟ کرنل ہیمرخ نے پوچھا۔

"یہ مجھے نہیں معلوم ——— پہلے تو یہ پروگرام تھا کہ مجرم ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کریں ——— اور الوناقہ پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرے ——— مگر الوناقہ کی اچانک موت کی وجہ سے یہ پلان ختم کر دیا گیا ——— اور اب ان کے سربراہ پرنس نے نیا پروگرام بنایا ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے" ——— انچارج نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— او بڑا خطرناک پروگرام ہے ——— ہمیں فوراً ایکشن لینا چاہیئے ——— اور کیا جانتے ہو ——— الوناقہ کے باقی ساتھی کون ہیں اور کہاں ہیں" ——— ؟ کرنل ڈیوڈ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ——— میں تو یہاں اڈے پر رہتا ہوں" ——— انچارج نے جواب دیا۔

"ختم کر دو اسے ——— مزید وقت ضائع مت کرو ——— ہمیں فوراً ہی ایٹمی لیبارٹری اور پریذیڈنٹ ہاؤس کا دفاع کرنا چاہیئے" ——— کرنل ہیمرخ نے بے چین لہجے میں کہا اور اس کا اشارہ ملتے ہی میجر ہیرس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر پوری قوت سے انچارج کے دل میں جھونک دیا اور انچارج نے چند ہی لمحوں میں دم توڑ دیا۔

"کرنل ڈیوڈ! ——— تم اپنے آدمی لیکر پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف جاؤ۔ اور میں اپنے ممبروں سمیت ایٹمی لیبارٹری کا رخ کرتا ہوں" ——— کرنل ہیمرخ نے کہا اور کرنل ڈیوڈ نے سر ہلایا اور پھر تیزی سے مین گیٹ کی طرف بھاگ پڑا۔

عمران یروشلم ہوٹل کے سامنے جاکر ٹیکسی سے اتر گیا۔ اور پھر اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی پھر اس نے سڑک پار کی اور پھر اس عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے ایک فلیٹ میں کیپٹن شکیل پائلٹ کے روپ میں موجود تھا۔

اور پھر چند لمحوں بعد وہ فلیٹ نمبر ۳۱۱ پر دستک دے رہا تھا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور عمران اندر گھستا چلا گیا۔

"عمران صاحب! — الزبا فہ کیسے مارا گیا" —— کیپٹن شکیل نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس موت آگئی تھی اس کی" —— عمران نے سادہ لہجے میں کہا اور پھر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"اب پروگرام سن لو! — میں سرکاری کار — میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا —— تم ڈرائیور کو ٹانگ میں درد کا بہانہ بنا کر مجبور کر دینا کہ وہ گاڑی

ہیلی کاپٹر کے قریب لے جائے —— پھر میں ہیلی کاپٹر میں چھپ جاؤں گا اور تم ہیلی کاپٹر لے اڑنا —— نقشے میں لیبارٹری کی جگہ تو تم نے دیکھ ہی لی ہے —— وہاں تم غذا کی پیٹیاں پھینک کر ہیلی کاپٹر کو دو تین چکر دینا۔ اور بعد میں اس بہانے سے کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی نقص پڑ گیا ہے۔ ہیلی کاپٹر وہیں اتار دینا —— اس کے بعد ہم لیبارٹری میں گھس جائیں گے۔ اور پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا" —— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے — میں سمجھ گیا ہوں —— مگر لیبارٹری میں ہم کیسے گھسیں گے" —— ؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"یہ وہاں پہنچ کر دیکھیں گے —— میں اب فلیٹ سے باہر چھپ جاتا ہوں تاکہ جیسے ہی ڈرائیور تمہیں بلانے کے لئے اوپر آئے میں کار کی پچھلی نشست میں دبک جاؤں" —— عمران نے کہا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو اٹھائے فلیٹ سے باہر آ گیا۔

سیڑھیاں اتر کر وہ فلیٹ کے دروازے کے پاس ایک ستون دار کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کونہ بالکل الگ تھلگ تھا اس لئے عمران کو دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہ تھا۔

اور پھر اسے وہاں کھڑے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک نیلی کار عمارت کے پورچ میں آ کر رکی اور دروازہ کھول کر ایک نوجوان نیچے اترا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔

عمران سمجھ گیا کہ یہی کار کیپٹن شکیل کو لے جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنا بیگ سنبھالے آڑ سے نکلا اور بڑے مطمئن قدم اٹھاتا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور بیگ اندر رکھ کر وہ دونوں نشستوں

کی درمیانی جگہ میں سمٹ کر لیٹ گیا۔ دروازہ اس نے بند کر لیا۔ گو سڑک پر لوگ آجا رہے تھے مگر عمران سمجھتا تھا کہ کوئی شخص فوجی کار کی وجہ سے زیادہ متوجہ نہ ہوگا۔

ابھی اُسے وہاں لیٹے چند ہی منٹ ہوتے ہوں گے کہ قدموں کی آوازیں اُبھریں اور پھر پچھلی نشست کا دروازہ کھلا اور کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں پیر عمران کی پشت پر رکھ دیئے اور کار ایک جھٹکے سے مڑی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔

"آپ کی ٹانگ کو کیا ہوا جناب" ــــ ؟ ڈرائیور نے مؤدبانہ مگر تشویش زدہ لہجے میں کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

"بس اچانک درد اٹھا ہے ــــ واپسی پر ڈاکٹر کو دکھاؤں گا" ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔

"میں نہیں چاہتا کہ کسی کو ابھی میری ٹانگ کے درد کا پتہ چلے۔ اس لئے تم کار ہیلی کاپٹر کے قریب لے جا کر کھڑی کرنا" ــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں جناب ــــ آپ بے فکر رہیں" ــــ ڈرائیور نے جواب دیا اور کیپٹن شکیل مطمئن ہو گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے مسلسل سفر کے بعد کار ایک جگہ رکی اور ڈرائیور نے کسی کو کوڈ بتایا اور پھر کار آگے بڑھ گئی۔ اور پھر تقریباً دو منٹ بعد کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

"سنو! ــــ تم ذرا اتر کر ہیلی کاپٹر کی دوسری طرف کے ہیلی پیڈ کے جوڑ چیک کر لو ــــ اگر میں خود گیا تو پتہ چل جائے گا کہ میری ٹانگ میں درد ہے" ــــ کیپٹن

شکیل نے کہا۔

"بہتر جناب! ــــ مجھے آپ کی خدمت کر کے خوشی ہوگی ــــ میری ترقی کی رپورٹ بھی تو آپ ہی نے دینی ہے" ــــ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ــــ میں دوستوں کا دوست ہوں" ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس نے جان بوجھ کر کار کا دروازہ کھلا رکھا۔

"عمران صاحب! ــــ نکل آئیں" ــــ ایک لمحے بعد کیپٹن شکیل کی دبی آواز سنائی دی اور عمران پھرتی سے باہر آ گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ بیگ اٹھائے ہیلی کاپٹر کے کھلے دروازے میں گھستا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے ڈرائیور واپس آ گیا۔

"ٹھیک ہے جناب! ــــ میں نے اچھی طرح چیک کر لئے ہیں۔ جوڑ ٹھیک ہیں" ــــ ڈرائیور نے کہا۔

"شکریہ دوست" ــــ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر خود بھی پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

"عمران صاحب! ــــ وڈ ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے ــــ ؟ مجھے تو نہیں معلوم" ــــ کیپٹن شکیل نے اچانک کہا۔

"تمہیں ابوالہ نے تفصیل نہیں بتائی تھی" ــــ ؟ عمران نے چونک کر

پوچھا۔

"نہیں! ۔۔۔ اور مجھے بھی پوچھنے کا خیال نہیں رہا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! ۔۔۔ یہ بہت بڑی غلطی تھی ۔۔۔ سارا منصوبہ ہی چوپٹ ہو کر رہ جاتا ۔۔۔ شمال مشرق بائیس ڈگری پر تین سو چار فیدم پر تم نے اترنا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اگر منصوبہ نہ بدل جاتا ۔۔۔ اور آپ ساتھ نہ ہوتے تو واقعی کباڑہ ہو گیا تھا" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے مطلوبہ ٹارگٹ کی طرف ہیلی کاپٹر کا رخ موڑ دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا شروع کر دیا اور عمران ہیلی کاپٹر کی پچھلی سمت میں دبک گیا۔

"کوشش کرنا کہ کوئی ہیلی کاپٹر میں داخل نہ ہو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر نیچے اتار دیا۔

یہ ایک وسیع و عریض لان تھا جس کے درمیان بنے ہوئے سبزہ زار پر اس نے کاپٹر اتارا تھا۔

جیسے ہی ہیلی کاپٹر نیچے اترا، ایک آدمی تیزی سے ہیلی کاپٹر کے قریب آیا۔

"مال تیار ہے جناب! ۔۔۔ میں ہک لگا دیتا ہوں" ۔۔۔ اس آدمی نے قریب آ کر کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

غذا کی پیٹیاں ایک بہت بڑے اور مضبوط جال میں بندھی ہوئی تھیں۔ جس کا ہک ہیلی کاپٹر کے نیچے لگا دیا جاتا تھا۔ جسے ہیلی کاپٹر کے اندر سے بٹن دبا کر کھولا جا سکتا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی اس آدمی نے اوکے کا اشارہ کیا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ اونچا اٹھتا چلا گیا۔

کافی بلندی پر پہنچ کر کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کا رخ لیبارٹری کی طرف کر دیا۔ اور عمران بھی پچھلی نشست سے نکل کر ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ ایٹمی بجلی گھر کا تختہ کر دیا جائے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو کھولنے لگا۔ بیگ میں سے اس نے وائرلیس آپریشن مشین نکالی اور پھر اس کا ایک بٹن آن کر کے اس نے پوری قوت سے مشین کے اوپر لگے ہوئے ہینڈل کو نیچے دبا دیا۔ بٹن دبنے سے ایک بلب جل اٹھا تھا جو ہینڈل کے دبتے ہی بجھ گیا۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد اس نے ایک اور بٹن دبا دیا اور اب ایک سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔

"لو بھئی ایٹمی بجلی گھر صاحب! ۔۔۔ تم تو چھٹی کرو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے ہینڈل کو ایک بار پھر دبا دیا اور سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا۔ اور عمران نے مشین ایک طرف رکھ دی۔

دوسرے لمحے عمران کو ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے جنوب کی طرف آگ کی دیوار آسمان تک بلند ہوتی دکھائی دی۔ اور پھر خوفناک دھماکوں کی مدھم آوازیں

ان کے کانوں تک پہنچنے لگیں۔

"ہم ٹارگٹ پر آپہنچے ہیں ——— نیچے سے کاشن دیا جارہا ہے"——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— بلندی کم کرو اور ٹھیک جگہ پر پیٹیاں پھینک دو"——— عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنی شروع کر دی۔ اور عمران کھڑکی سے نیچے جھانکنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"ہک کھول دو"

کیپٹن شکیل نے ہاتھ بڑھا کر ایک ہینڈل کھینچ لیا۔ ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور جال میں بندھی ہوئی پیٹیاں تیزی سے زمین کی طرف گرنے لگیں۔ جال کے ساتھ ہی ایک چھتری بندھی ہوئی تھی جو ہک کھلتے ہی کھل گئی تھی اور اس چھتری کی وجہ سے پیٹیاں اب آہستہ آہستہ نیچے گرتی جا رہی تھیں۔

"ہیلی کاپٹر کو فضا میں چکر دینا شروع کر دو"——— عمران نے کہا اور پھر کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کو ایک دائرے کی صورت میں چلانا شروع کر دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد اچانک ایک آواز مائیک سے ابھری۔

"ہیلو پائلٹ! ——— لیبارٹری کنٹرول سپیکنگ۔ اوور"۔

"تم اب ٹیکنیکل خرابی کا عذر کرنا"——— عمران نے دبے لہجے میں کہا۔

"یس ——— پائلٹ سپیکنگ۔ اوور"——— کیپٹن شکیل نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا بات ہے ——— ؟ تم واپس کیوں نہیں گئے۔ اوور"——— ؟ دوسری طرف سے پوچھنے والے کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"جناب! ——— ہیلی کاپٹر کا ٹرننگ راڈ خراب ہو گیا ہے ——— میں اسے

ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اوور"——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— کیا خرابی زیادہ ہے۔ اوور"——— ؟ اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں تشویش نمایاں تھی۔

"جی ہاں! ——— معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ——— اسے پوری طرح ٹھیک کرنے کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ اوور"——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تو پھر جلدی کرو ——— ہیلی کاپٹر زیرو کے درمیان اتار لو ——— ایسا نہ ہو کہ ہیلی کاپٹر فضا میں ہی پھٹ جائے ——— یہاں میں آدمی بھیج دوں گا۔ وہ تمہارے ساتھ مل کر خرابی دور کر دے گا۔ اوور"——— دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

"ٹھیک ہے سر! ——— میں ہیلی کاپٹر اتار رہا ہوں۔ اوور"——— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہاں! ——— اتار لو ——— ہم انٹی ریز کا دائرہ وقتی طور پر ختم کر رہے ہیں۔ جلدی کرو۔ اوور"——— دوسری طرف سے کہا گیا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنی شروع کر دی۔

عمران نے اپنا بیگ ہیلی کاپٹر کی پچھلی سمت ایک کونے میں رکھا اور خود ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے ہٹ کر ذرا پیچھے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر لمحہ بہ لمحہ نیچے ہوتا چلا جا رہا تھا۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کی چار دیواری خاصی بلند تھی اور اس کی حفاظت کے لئے جدید ترین الیکٹرونک حفاظتی نظام کا سہارا لیا گیا تھا۔ پریذیڈنٹ ہاؤس کے صدر دروازے پر مسلح فوجیوں کی ایک پوری گارڈ موجود تھی۔ وہ سب لوگ بےحد چوکنے معلوم ہو رہے تھے۔

ایک سیاہ رنگ کی لیموسین کار صدر دروازے پر آکر رکی اور ایک مسلح گارڈ تیزی سے ڈرائیور کی طرف بڑھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر موجود تھا جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر جولیا اور پچھلی نشست پر جوزف اکڑا بیٹھا تھا۔

- مسٹر پریذیڈنٹ سے ہماری ملاقات طے ہے ـــــ ہمارا تعلق نیویارک کے اخبار ہیرالڈ سے ہے" ـــــ صفدر نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر گارڈ کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ ٹھیک ہے ـــــ یہ لیجئے ریڈ پاس ـــــ جناب صدر آپ کے منتظر ہیں" ـــــ گارڈ نے کہا اور ایک سرخ رنگ کا کارڈ صفدر کی طرف

بڑھا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گیٹ کھول دیا گیا۔ اور پھر صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

اب یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے آس پاس حفاظتی نظام کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے کہ یہی کار ان کے قریب آکر رکی تھی اور ڈرائیور نے ان سے صدر دروازے کا راستہ پوچھا تھا۔ اور پھر صفدر نے بڑی ہوشیاری سے معلوم کر لیا کہ وہ نیویارک کے مشہور اخبار ہیرالڈ کے خصوصی نمائندہ ہیں اور صدر کا انٹرویو اور اس کی فلم بنانے آئے ہیں اور ان کا وقت طے ہے جس جگہ وہ موجود تھے وہ چونکہ پریذیڈنٹ ہاؤس کی عقبی سمت تھی اس لئے صفدر نے بڑی پھرتی سے ڈرائیور کو نیچے گھسیٹ لیا اور جوزف اور جولیا بھی حرکت میں آگئے۔ اور نتیجہ ظاہر تھا کہ چند لمحوں بعد وہ تینوں ایک قد آدم باڑ کے پیچھے بیہوش پڑے ہوئے تھے اور ان کی جگہ ان تینوں نے لے لی تھی۔ صفدر چونکہ ان کی تلاشی لینا نہ بھولا تھا اس لئے ہیرالڈ کا کارڈ اور ملاقات کا کارڈ اسے مل گیا۔ اور اسی کارڈ کی وجہ سے وہ اس خصوصی الیکٹرونک نظام سے ٹکرائے بغیر اندر داخل ہو چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے کار پورچ میں روکی اور پھر بیگ اٹھائے نیچے اتر آئے۔ ایک باوردی ملازم نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں ایک نزدیکی کمرے میں لے گیا۔ جہاں ان کے بیگ چیک کئے گئے۔ مگر ظاہر ہے وہ بیگ اب سادہ قسم کے بیگ تو نہ تھے کہ ان میں خصوصی طور پر چھپایا ہوا خوفناک اور جدید قسم کا اسلحہ ظاہر ہو جاتا۔ چند لمحوں بعد انہیں اوکے کا کارڈ دے دیا گیا۔

وہ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد ایک راہداری میں پہنچے جہاں ان

کی ایک بار پھر تلاشی لی گئی اور تلاشی سے مطمئن ہونے کے بعد انہیں ایک دروازے پر پہنچا دیا گیا۔ دروازے کے باہر دو مسلح گارڈ موجود تھے۔ انہوں نے تمام کارڈ چیک کئے اور پھر ایک انٹرکام نما آلے کا بٹن دبا کر اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہیرالڈ اخبار کے تین نمائندے دروازے پر موجود ہیں ۔۔۔ تمام کارڈ او۔ کے ہیں"۔

"ٹھیک ہے جناب"۔۔۔ گارڈ نے کہا اور انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ملاقات صرف پندرہ منٹ جاری رہے گی"۔۔۔ گارڈ نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"ہاں!۔۔۔ ہمیں معلوم ہے"۔۔۔ صفدر نے روکھے لہجے میں جواب دیا اور گارڈ نے سر ہلاتے ہوئے ایک بٹن دبایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔

صفدر سب سے پہلے کمرے میں داخل ہوا۔ جولیا اور جوزف نے اس کی پیروی کی۔ ان کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

انہوں نے اپنے آپ کو ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود پایا جس کے درمیان میں ایک بڑی سی مخصوص ساخت کی کرسی موجود تھی جس کے سامنے ایک چھوٹی سی فرش تک بند میز تھی اور تین کرسیاں میز سے کچھ فاصلے پر موجود تھیں۔ کمرے کے اندر ایک باوردی ملازم موجود تھا

"آپ تشریف رکھیں ۔۔۔ صاحب صدر ابھی آنے والے ہیں"۔۔۔ باوردی ملازم نے مودبانہ لہجے میں کہا اور وہ تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

چند لمحے بعد کمرے کے شمالی کونے کا ایک دروازہ کھلا اور طویل القامت صدر مملکت اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

وہ تینوں احتراماً کھڑے ہو گئے۔ صدر نے انہیں خوش آمدید کہا اور پھر خود مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جناب صدر!۔۔۔ سب سے پہلے ہم آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ہمیں اپنا قیمتی وقت دیا"۔۔۔ صفدر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا

"شکریہ!۔۔۔ مجھے آپ جیسے موقر اخبار سے تعاون کر کے خوشی ہوتی ہے"۔ صاحب صدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے ایک باوردی بیرے نے مشروب کے تین گلاس لا کر ان کے سامنے میز پر رکھ دیئے اور خود تیزی سے پیچھے مڑ گیا

"جناب صدر!۔۔۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل کے شمالی حصے کا پل اور ڈیم کو جن مجرموں نے اڑایا تھا وہ کسی غیر ملک سے تعلق رکھتے تھے"۔۔۔ صفدر نے کہا

"اوہ!۔۔۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی واضح رپورٹ نہیں ملی ۔۔۔ جی۔ پی فائیو تفتیش کر رہی ہے"۔۔۔ صاحب صدر نے اپنے چہرے پر اچانک ابھر آنے والے تاثرات کو بڑی خوبی سے چھپاتے ہوئے کہا۔

اور عین اسی لمحے اچانک کمرے میں جلنے والے بلب ایک جھماکے سے بجھے۔ مگر دوسرے لمحے وہ دوبارہ جل اٹھے۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر کچھ کہتا۔ اچانک ایک مترنم سی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور صدر مملکت نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے میز کا کونہ خود بخود کھل گیا اور ایک تختہ سا باہر آ گیا جس پر سرخ رنگ کا ایک ٹیلیفون پڑا ہوا تھا۔ صدر مملکت نے رسیور اٹھا لیا۔

"جناب!۔۔۔ ایٹمی بجلی گھر تباہ ہو گیا ہے ۔۔۔ آٹومیٹک جنریٹر اس

وقت کام کر رہا ہے" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو" ـــــ؟ صدر مملکت بُری طرح اچھل پڑے۔

"سر! ـــــ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ـــــ ٹھہریئے سر! ـــــ ایک ضروری کال آئی ہے ـــــ ایک منٹ سر" ـــــ دوسری طرف سے بولنے والا ایک لمحے کے لئے رک گیا۔

صفدر نے معنی خیز نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"سر! ـــــ جی۔ پی۔ فائیو کے کرنل ڈیوڈ یہاں پہنچ چکے ہیں ـــــ وہ آپ سے براہ راست بات کرنا چاہتے ہیں" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ملا دو" ـــــ صدر نے پریشان لہجے میں کہا۔

"سر! ـــــ میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ـــــ غیر ملکی مجرم پریذیڈنٹ ہاؤس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں ـــــ آپ فوری طور پر تمام ملاقاتیں منسوخ کر دیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ کی آواز ابھری۔

"اوہ مگر ـــــ" صدر نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"سر! ـــــ مجرم بے حد خطرناک ہیں ـــــ ہو سکتا ہے وہ آپ کو نقصان پہنچائیں" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــــ" صدر مملکت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"مجھے افسوس ہے ـــــ" صدر نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑے۔ کیونکہ صفدر کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا جوزف اور جولیا بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں دستی بم موجود تھے جن کی پنوں پر ان کی انگلیاں تھیں۔

"مجھے بھی افسوس ہے ـــــ مگر ذرا سی غلط حرکت ـــــ" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

مگر اسی لمحے صدر مملکت نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن انگلی سے دبا دیا اور صفدر کے فقرہ پورا ہونے سے پہلے ایک دھماکہ سا ہوا اور صدر مملکت کرسی سمیت پلک جھپکنے میں غائب ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور تین مسلح افراد مشین گنیں سنبھالے اندر داخل ہوئے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ان پر فائر کرتے۔ جوزف نے بڑی پھرتی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا بم ان کی طرف اچھال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور ان تینوں کے پرخچے اڑ گئے۔

اسی لمحے کرسی دوبارہ نمودار ہو گئی۔

صفدر تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور پھر تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرے پاس آؤ ـــــ جلدی کرو" ـــــ صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور وہ دونوں چھلانگ لگا کر کرسی کے پاس پہنچ گئے۔ صفدر نے پھرتی سے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے چار فٹ کا ایک قطعہ جس پر وہ کرسی فٹ تھی، گولی کی رفتار سے زمین میں اترتا چلا گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ اور صفدر اچھل کر نیچے اتر آیا۔ ان دونوں نے بھی وہ جگہ چھوڑ دی اور کرسی واپس اوپر جانے لگی۔

صفدر نے اس دروازے کی طرف چھلانگ لگائی جس پر پڑا ہوا پردہ ابھی تک ہل رہا تھا۔ جوزف اور جولیا اس کے پیچھے تھے۔

دروازے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آ گئے جس کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس دروازے کے پاس پہنچے۔ دروازہ

بند تھا۔

صفدر نے دوڑتے ہوئے پوری قوت سے دروازے پر کندھے کی ٹکر ماری اور دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخ بلند ہوئی۔ کوئی شخص اچھل کر فرش پر گرا تھا اور صفدر نے دیکھ لیا تھا کہ وہ خود صدر مملکت تھے۔

صفدر نے چھلانگ لگائی اور فرش سے اٹھتے ہوئے صدر مملکت کو چھاپ لیا۔

"کک ـــ کون ہو تم ـــــــ ؟" صدر مملکت کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔

"مسٹر صدر! ـــ اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے ـــ ورنہ میرے بازو کا ایک ہی جھٹکا تمہاری گردن توڑ دیگا" ـــ صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے صدر کو ایک جھٹکے سے کھڑا کیا اور اس کے دونوں بازو پشت پر موڑ کر ایک ہتھکڑی ہاتھوں میں ڈال دی۔

اسی لمحے راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جوزف اور جولیا جو دروازے کے اندر موجود تھے چونک پڑے۔ اور پھر جولیا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا دستی بم تیزی سے باہر راہداری میں اچھال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور راہداری انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔

صفدر نے صدر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا کر جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال کو صدر کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

"انٹرکام کے ذریعے اپنے آدمیوں کو صورت حال بتاؤ ـــ اور انہیں بتاؤ کہ وہ کوئی حرکت نہ کریں" ـــ صفدر نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام پر لگا ہوا اکلوتا بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ـــ پریذیڈنٹ سپیکنگ ـــ مجرموں نے مجھ پر قابو پالیا ہے۔ تم لوگ کوئی حرکت نہ کرو ـــ ورنہ وہ مجھے ہلاک کر دیں گے" ـــ صدر نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، صفدر نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔

"اب باہر نکلو ـــ اور دیکھو! ـــ ہم نے تو بہر حال مرنا ہی ہے۔ مگر ہم مرنے سے پہلے تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے ـــ اس لئے بہتر یہی ہے کہ جیسے ہم کہتے جائیں ـــ ویسے کرتے جاؤ ـــ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے مکمل تعاون کیا تو تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہ ہوگا" ـــ صفدر نے سرد لہجے میں صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صدر صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

دوسرے لمحے صفدر نے اُسے دروازے سے باہر دھکیل دیا اور وہ تینوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔

کرنل ہیمرخ اپنے ساتھیوں سمیت کوٹھی سے نکلا تو اس کا چہرہ سُتا ہوا تھا۔ آنکھوں سے وحشت اور الجھن جھلک رہی تھی۔

جس کار میں کرنل ہیمرخ موجود تھا اُسے میجر ہیرس ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کا رُخ اٹیک لیبارٹری کی طرف تھا اور میجر ہیرس لحہ بہ لمحہ رفتار تیز کرتا چلا جا رہا تھا۔

جب آدھا فاصلہ طے ہو گیا تو کرنل ہیمرخ نے پھرتی سے جیب سے ایک چھوٹا سا بکس نکالا اور پھر اس پر لگی ہوئی ناب تیزی سے گھمانی شروع کر دی جلد ہی بکس پر لگا ہوا ایک بلب جل اٹھا۔

"ہیلو۔ ہیلو — کرنل ہیمرخ آف ریڈ آرمی سپیکنگ اوور" — کرنل ہیمرخ نے چیخ کر کہا۔

"لیس — اے۔ آر۔ ایل فرام دس اینڈ اوور" — دوسری طرف سے بولنے والے نے اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کا مخفف استعمال کرتے ہوئے کہا۔

"سنو! — اپنے سیکورٹی انچارج کرنل مارگ سے فوراً میری بات کراؤ ایمرجنسی۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

"او۔ کے! — وَن منٹ ہولڈ آن۔ اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ہیمرخ نے دوسرے ہاتھ کی انگلی دانتوں کے درمیان رکھکر چبانی شروع کر دی۔ یہ اس کے انتہائی اعصابی تناؤ کو ظاہر کرتی تھی۔

"یس — کرنل مارگ سپیکنگ اوور" — ایک لمحے بعد دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"کرنل ہیمرخ فرام دس اینڈ میں لیبارٹری میں اپنے ساتھیوں سمیت آ رہا ہوں — کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مجرم اٹیمک لیبارٹری پر حملہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"اوہ! — آپ ضرور آ جائیں — مگر یہاں مجرموں کی دال نہیں گل سکتی۔ ہم پوری طرح چوکنے ہیں۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل مارگ کی قدرے طنزیہ آواز سنائی دی۔

"مجرم بے حد چالاک — عیار — اور انتہائی خطرناک ہیں — وہ بیک وقت پریذیڈنٹ ہاؤس اور ایٹمی لیبارٹری پر حملہ کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں اور اپنے اڈوں سے چل پڑے ہیں — اس لئے تمہیں پوری طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اوور" — کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"ٹھیک ہے — ہم پوری طرح ہوشیار ہیں — ویسے آپ آ جائیں اوور" — کرنل مارگ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اور کرنل ہیمرخ نے بٹن آف کر کے ڈبہ جیب میں ڈال لیا۔

میجر ہیرس کار کو اُڑائے لئے جا رہا تھا اس وقت وہ ایک چھوٹی سی

ٹیلہ نما پہاڑی کی چوٹی پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا ایک ممبر چیخ پڑا۔

"آگ — بھیانک آگ۔"

اور پھر سب نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ دوسرے لمحے میجر ہیرس نے بے اختیار بریک پر پورا دباؤ ڈال دیا اور کار ایک لمحے کے لئے لہرائی مگر دوسرے لمحے سڑک کے کنارے رک گئی۔ پیچھے آنے والی دونوں کاریں بھی رک گئیں اور وہ سب تیزی سے باہر آ گئے۔ ان کی نظریں شمال مشرق کی طرف جمی ہوئی تھیں جہاں آگ کا سمندر بہہ رہا تھا۔

"اوہ — ایٹمی بجلی گھر تباہ کر دیا گیا ہے" — کرنل ہیرخ نے چیختے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک خوفناک دھماکوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور دھماکوں کی خوفناک لہریں ان کے جسموں سے ٹکرائیں۔

"لیٹ جاؤ — لیٹ جاؤ" — کرنل ہیرخ نے چیخ کر کہا اور وہ سب پھرتی سے زمین پر لیٹتے چلے گئے۔

دھماکوں میں ہر لمحہ شدت پیدا ہوتی چلی جا رہی تھی اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ پہاڑی پر موجود ان کی کاریں کھلونوں کی طرح اڑتی ہوئی پہاڑی سے نیچے جا گریں اور یہی حشر ان کاروں کا بھی ہوا جو اس پہاڑی پر چڑھ رہی تھیں۔ وہ ان لہروں کی براہ راست زد میں آ گئی تھیں۔ ہر طرف چیخ و پکار سی مچ گئی۔ اور پورے شہر پر یکدم تاریکی کی یلغار ہو گئی۔

تقریباً دس منٹ تک مسلسل خوفناک دھماکے ہونے کے بعد ان کی شدت

میں کمی آتی چلی گئی۔ البتہ آگ کے شعلے پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو چکے تھے۔

"پورا بجلی گھر اُڑ گیا — سینکڑوں آدمی مارے گئے ہوں گے — کاش! میں ان مجرموں کا زخرہ چبا سکوں" — کرنل ہیرخ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے اور وحشت سے بگڑ گیا تھا۔

"کہیں ہیں ڈاج تو نہیں دیا گیا — مجرم بجلی گھر پر حملہ کرنے گئے ہوں اور ہمیں دوسری راہ پر ڈال دیا گیا ہو" — میجر ہیرس نے کہا۔

"نہیں! — مجرم خود اندر رہ کر اتنی خوفناک آگ نہیں لگا سکتے۔ یہ آگ وائرلیس بموں سے لگائی گئی ہے — یہ اسی مجرم کا کارنامہ ہے جس نے مارک فوکم کا روپ دھارا — اور میجر راجر کا میک اپ کر کے نکل بھاگا" — کرنل ہیرخ نے کہا۔

"اب کیا ہو گا کرنل — ؟ پورے شہر کو یہی بجلی گھر بجلی سپلائی کرتا تھا" — ایک اور ممبر نے کہا۔

"اوہ! — بڑی خوفناک واردات ہے — عظیم اسرائیل کو پہنچنے والا یہ سب سے زبردست دھچکا ہے — اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجرموں نے ایسا کیوں کیا — وہ لیبارٹری پر حملہ کے وقت بجلی کا کنکشن ختم کر دینا چاہتے تھے تاکہ وہاں کا تمام سیکورٹی نظام فیل ہو جائے" — کرنل ہیرخ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — مگر لیبارٹری میں تو آٹومیٹک جنریٹر موجود ہے" — میجر ہیرس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت گھپ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے شہر میں ایک ٹیلا نما پہاڑی پر کھڑے تھے۔ سڑکوں پر صرف کاروں اور بسوں کی ہیڈ لائٹس روشن

تھیں یا پھر شمال مشرق کی طرف آگ کا ایک سمندر دھک رہا تھا جس نے اردگرد کے ماحول کو خوفناک انداز میں روشن کر رکھا تھا اور پھر شہر میں کہیں کہیں ٹمٹماتے ہوئے بلب روشن ہونے لگے۔

"اوہ! ــــ انتظامیہ نے ایمرجنسی بجلی گھروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے ــــ آؤ اب پولیس کاریں حاصل کرنا پڑیں گی ــــ ہمیں ذرا لیبارٹری پہنچنا ہے" ــــ کرنل ہیرخ نے کہا اور وہ سب تیزی سے پہاڑی سے نیچے اترتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد نیچے سڑک پر کرنل ہیرخ نے پولیس کاروں کے انچارج کو اپنا مخصوص کارڈ دکھا کر تین کاریں حاصل کر لیں اور وہ سب تیزی سے ایٹمی لیبارٹری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے پیڈز نرسری کے اندر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے پلیٹ فارم پر جمے۔ سٹین گن بردار مسلح سپاہیوں نے ہیلی کاپٹر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔

کیپٹن شکیل نے بڑے اطمینان سے ہیلی کاپٹر کا انجن بند کیا اور پھر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

"وہ مکینک کہاں ہے جس نے میرے ساتھ مل کر خرابی دور کرنی ہے"؟ کیپٹن شکیل نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"چند لمحے انتظار کیجئے ــــ ابھی آ رہا ہے" ــــ ایک سپاہی نے مؤدبانہ مگر سخت لہجے میں جواب دیا۔

اور کیپٹن شکیل دروازے سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب عمران کا آئندہ اقدام کیا ہو گا ــــ؟ کیونکہ یہاں تو لوگ ضرورت سے زیادہ ہی چوکنے ہیں۔ اور جب تک لیبارٹری کے اندر نہ گھسا

جائے۔ لیبارٹری کی تباہی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

ابھی اُسے ہیلی کاپٹر سے باہر آتے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک نوجوان جس نے لیبارٹری کی مخصوص یونیفارم پہنی ہوئی تھی، ہاتھ میں بیگ اٹھائے تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"کیا خرابی ہے جناب ——؟" مکینک نے قریب آکر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹرننگ راڈ میں گڑبڑ ہے" —— کیپٹن شکیل نے قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ" —— مکینک نے کہا۔

اور اسی لمحے کیپٹن شکیل نے مڑ کر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا۔ مکینک نے پہلے بیگ اندر رکھا اور پھر اچھل کر ہیلی کاپٹر کے اندر داخل ہو گیا اسی لمحے کیپٹن شکیل کو ہلکی سی اوہ کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر اس کے پیچھے ہیلی کاپٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے مکینک کو عمران کے ہاتھوں میں جھولتا دیکھا تو اس نے پھرتی سے مڑ کر ہیلی کاپٹر کا دروازہ بند کر دیا۔

"تم اس کا بیگ کھول کر مرمت شروع کرو —— میں اپنی مرمت کرلوں" عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے مکینک کا بیگ کھولا اور پھر خواہ مخواہ کی کھٹ پٹ شروع کر دی۔

ادھر عمران کے ہاتھ بڑی پھرتی سے چل رہے تھے، اس نے مکینک کی یونیفارم اتار کر اپنے لباس کے اوپر پہن لی اور سر پر وہ مخصوص ہیلمٹ پہن لیا جس کا ایک لیبارٹری کے اندر پہننا ضروری تھا اور پھر

اس نے ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں پڑے ہوئے مکینک کی گردن پر دونوں ہاتھ جما دیئے اور اس وقت تک وہ دباتا چلا گیا جب تک کہ مکینک کی روح پرواز نہ کر گئی۔

پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیبوں سے میک اپ کی شیشیاں نکالیں اور اس کے ہاتھ اپنے چہرے پر چلنے لگ گئے ہیلی کاپٹر کے ایک بڑے ڈائل کے شیشے کو وہ شکل دیکھنے کے لئے استعمال کر رہا تھا اور تقریباً پانچ منٹ بعد وہ مکینک کی شکل و صورت اختیار کر چکا تھا۔ عمران نے ڈائل میں اپنی شکل دیکھ کر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا اور پھر اٹھ کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے مکینک کی لاش کو گھسیٹ کر ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں ڈالا۔

اور پھر ہیلی کاپٹر کا ایک پرزہ کھولا اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب میں اس پرزے کی مرمت کے بہانے اندر جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہرنا —— میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد واپس آجاؤں —— ویسے اگر مجھے ایک گھنٹے سے زیادہ دیر ہو جائے تو تم پرواز کر جانا۔ اس پرزے کے بغیر بھی ہیلی کاپٹر اڑ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے —— مگر آپ اکیلے" —— کیپٹن شکیل نے شنے لہجے میں کہا۔

مگر عمران نے اُسے جواب دینے کی بجائے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر نیچے آگیا۔ اس نے بیگ گھسیٹا اور پھر لیبارٹری کی طرف چل پڑا۔

"کیا بات ہے —— ٹھیک ہو گیا" —— ؟ ایک سپاہی نے آگے

بڑھ کر عمران کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! ــــ یہ پُرزہ کچھ زیادہ ہی خراب ہے ــــ اس لئے اسے اندر مشین پر ٹھیک کرنا ہوگا" ــــ عمران نے مکینک کے لہجے میں جواب دیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے اندر سے مکینک اور کیپٹن شکیل کی باتیں سن چکا تھا اس لئے مکینک کا لہجہ اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

"اوہ! ــــ میرے ساتھ آؤ ــــ میں پہلے کرنل مارگ سے بات کرلوں" سپاہی نے کہا اور پھر وہ عمران سے آگے آگے درختوں میں گھستا چلا گیا ــــ اور عمران دل ہی دل میں ہنستا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔ کیونکہ اُسے تو خود لیبارٹری کے اندر جانے کے لئے رہنمائی کی ضرورت تھی۔

کافی دور تک درختوں کے درمیان گزرنے کے بعد وہ سپاہی ایک جھاڑی کے قریب رک گیا۔ یہ جھاڑی خاصے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی تھی۔ سپاہی نے جھاڑی کے قریب جا کر اس کی ایک مخصوص ٹہنی کو پکڑ کر زور سے پہلے اپنی طرف کھینچا اور پھر اُسے دو تین بار مختلف سمتوں میں گھمایا۔ دوسرے لمحے سالم جھاڑی گھومنے والے تختے کی طرح ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔

اب جہاں جھاڑی تھی وہاں نیچے سیڑھیاں اترتی چلی گئیں اور ایک کافی وسیع قسم کی سرنگ تھی۔

سپاہی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ عمران بھی بڑے مطمئن انداز میں اس کے پیچھے تھا۔ اس بڑی سرنگ کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا۔ یہ کمرہ سٹیل کا بنا ہوا تھا۔ اور ہر طرف سے مکمل طور پر بند تھا۔ سپاہی نے سرنگ کی طرف سے آنے والے دروازے کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا تو کمرے میں مدھم سی روشنی ہو گئی۔

"ڈونالڈ جناب" ــــ روشنی ہوتے ہی سپاہی نے قدرے جھک کر کہا۔

"کیا بات ہے ڈونالڈ ۔۔۔۔ ؟ کیا ہیلی کاپٹر درست ہو گیا" ــــ ؟ کمرے میں ایک کرخت سی آواز گونج اٹھی۔

"جناب! ــــ ایک پرزہ ہیلی کاپٹر میں ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اُسے رائیڈنگ آپریٹ مشین پر درست کرنا ہوگا ۔۔۔۔ وہ پُرزہ میں ہمراہ لے آیا ہوں" ــــ ڈونالڈ کی بجائے عمران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ہاتھ اوپر کر دیا جس میں اس نے پُرزہ پکڑا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ــــ اندر آجاؤ" ــــ دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آواز سنائی دی اور سپاہی سر ہلا کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی کمرے کا اکلوتا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اور وہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح تیزی سے نیچے اترنا شروع ہو گیا۔

تقریباً دو منٹ تک لفٹ نیچے اترتی رہی۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے رک گئی اور لفٹ رکتے ہی وہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور عمران بیگ اٹھائے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ دوبارہ ایک ٹنل نما سرنگ میں موجود تھا جس کے درمیان میں عجیب و غریب ساخت کے بلب تیزی سے جل بجھ رہے تھے۔

عمران ان بلبوں کی ساخت دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ ان میں سے نکلنے والی مخصوص لہریں انسانی خیالات کو پڑھ سکتی ہیں۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

کیونکہ اس سرنگ سے گزرنے والے آدمی کے خیالات چیک کئے جا رہے تھے اور یہ چیکنگ کا جدید ترین نظام تھا۔ ظاہر ہے اس طرح آدمی لاشعوری طور پر عریاں ہو جاتا تھا۔ مگر عمران نے اپنے ذہن سے سب باتیں نکال کر پرزے کی مرمت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی وہ بڑے اطمینان سے قدم اٹھائے جا رہا تھا۔

جیسے ہی عمران سرنگ کے آخری سرے پر پہنچا۔ دیوار خود بخود ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ اور عمران نے اپنے آپ کو ایک بڑے ہال کمرہ میں موجود پایا۔

کمرے میں مختلف میزوں کے پیچھے مسلح باوردی سپاہی موجود تھے۔ کمرے کے شمالی کونے میں ایک اور کمرہ تھا جو اپنی ساخت سے ساؤنڈ پروف معلوم ہو رہا تھا۔ عمران ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ یہ کمرہ سیکورٹی چیف کرنل مارگ کا دفتر ہے اور یہیں سے اصل لیبارٹری کے اندر جانے کا راستہ ہوگا۔ اس لئے وہ مطمئن انداز میں اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور عمران اندر داخل ہو گیا۔

یہاں ایک چھوٹی سی میز کے پیچھے چیکدار آنکھوں اور انتہائی کرخت چہرے کا مالک ایک ادھیڑ عمر مگر انتہائی مضبوط جسم کا آدمی موجود تھا۔

"کونسا پرزہ ہے کاسٹن" ___ عمران کے اندر داخل ہوتے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے جو سیکورٹی چیف کرنل مارگ تھا کرخت لہجے میں پوچھا۔

"یہ جناب" ___ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرزہ بڑے مؤدبانہ

انداز میں اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

سیکورٹی چیف نے وہ چھوٹا سا پرزہ اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

"کیا خرابی ہے اس میں" ___ چند لمحوں بعد کرنل مارگ نے قدرے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب! ___ اس کی پن کا ڈیفرنشل اپ سیٹ ہو گیا ہے ___ اسے ایڈنگ آپریٹ مشین پر درست کرنا ہوگا" ___ عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اور یہ مشین کونسے شعبے میں ہے" ___ کرنل مارگ نے پوچھا۔

"جناب! ___ یہ مشین مین شعبے میں ہے" ___ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ___ مین شعبے میں تو پروفیسر ڈیکن داخلے کی کسی صورت میں اجازت نہیں دیگا" ___ کرنل مارگ نے چونکتے ہوئے کہا

"مجبوری ہے جناب! ___ صرف چند منٹ لگیں گے" ___ عمران نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا دیکھو! ___ میں کوشش کرتا ہوں" ___ کرنل مارگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا دوسرے لمحے میز کی ٹاپ ایک کونے سے ہٹتی چلی گئی۔ وہاں ایک مخصوص ساخت کا انٹرکام موجود تھا۔ کرنل مارگ نے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"یس" ___ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"پروفیسر! ___ میں کرنل مارگ بول رہا ہوں ___ ندا کے آنے والا

ہیلی کا پٹر اچانک خراب ہو گیا ہے ـــــ میں نے مشینی شعبے کے ماہر ترین کارکن کارسٹن کو اس کی مرمت کے لئے بھیجا ہے ـــ وہ ایک پرزہ لے آیا ہے ـــ اس کا کہنا ہے کہ مین شعبے میں رائیڈنگ آپریٹ مشین پر ہی پرزہ مرمت ہو سکتا ہے ـــ اگر آپ اجازت دیں تو" ـــ کرنل مارگ کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

" اوہ! ـــ ایسا نہیں ہو سکتا ـــ اس شعبے میں کسی غیر کا داخلہ ناممکن ہے" ـــ دوسری طرف سے پروفیسر نے انتہائی سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میں سمجھتا ہوں جناب! ـــ لیکن اگر ہیلی کاپٹر ٹھیک نہ ہوا تو غذائی سپلائی میں رکاوٹ مصیبت بن سکتی ہے ـــ یہ خصوصی ہیلی کاپٹر منگوایا گیا تھا۔ ـ دوسرا ہیلی کاپٹر آنے میں دو روز لگ سکتے ہیں۔ اس لئے مجبوری ہے ـــ کارسٹن قابل اعتماد آدمی ہے ـــ اور اگر آپ مزید حفاظت چاہتے ہیں تو میں خود اس کے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں" ـ ـ کرنل مارگ نے جواب دیا۔

" اوہ! ـ ـ تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" ـــ دوسری طرف سے پروفیسر نے کہا۔

اور پھر کرنل مارگ نے بٹن آف کر دیا اور پھر میز کے کنارے کا بٹن دبا کر ٹاپ برابر کر دی۔

" آؤ کارسٹن! ـــ کام بن گیا" ـــ مارگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی کرسی ایک طرف ہٹائی اور فرش پر زور زور سے تین بار مخصوص انداز میں پیر مارا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد فرش کا ایک

چوکور حصہ اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں کرنل مارگ نے اپنی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ عمران دل ہی دل میں اس انتظام پر ہنس پڑا کیونکہ بظاہر انتظام بے حد مکمل تھا مگر عمران سوچ رہا تھا کہ اگر کرنل مارگ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن کو جس کے لئے اتنا پیچیدہ دفاعی نظام بنایا گیا ہے خود ہی ساتھ لے جا رہا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟

اس چوکور ٹکڑے میں لوہے کی سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ پہلے کرنل مارگ نیچے اترا اور پھر اس کے پیچھے عمران بھی نیچے اتر گیا۔

اب وہ ایک بہت بڑے ہال میں تھے جہاں نازک اور انتہائی جدید مشینری موجود تھی اور سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اتنی جدید اور مکمل لیبارٹری دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ واقعی اسرائیل نے کثیر سرمایہ خرچ کر کے اس قدر جدید لیبارٹری قائم کی تھی۔

اس ہال سے گزر کر وہ ایک اور راہداری میں پہنچے اور پھر راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا جہاں باہر رکھے مائیک پر کرنل مارگ نے پروفیسر سے بات کی اور دروازہ کھل گیا۔ یہ پہلے سے بھی بڑا ہال تھا جس میں ایٹم بم اور میزائلوں پر جدید ترین ریسرچ کا کام ہو رہا تھا۔

عمران نے اندر داخل ہوتے ہی ایک کونے میں موجود وہ مخصوص مشین دیکھ لی جس کا نام اس نے لیا تھا۔ چنانچہ مارگ کو لئے ہوئے وہ اس مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ مشین بند تھی اور اس مشین کا مقصد فوری طور پر کسی نازک پرزے کی مرمت تھی اور یہ آٹومیٹک تھی اس لئے اس پر کوئی آپریٹر کام نہ کر رہا تھا۔

"کونسی مشین ہے" ——— ؟ مارگ نے پوچھا۔

"وہ سامنے کونے میں" ——— عمران نے جواب دیا اور مارگ اس مشین کی طرف چل پڑا۔ عمران اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

"چلو جلدی کرو ——— ہمیں فوراً واپس جانا ہے" ——— مارگ نے مشین کے قریب پہنچ کر کہا۔

"لائیے ——— وہ پرزہ دیجئے" ——— عمران نے مارگ کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا ...... پرزہ ——— وہ تو میں نے تمہیں واپس کر دیا تھا" ——— مارگ نے چونک کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں شبہ کی پرچھائیاں ابھر آئی تھیں۔

"نہیں جناب ——— وہ آپ کے پاس تھا ——— آپ اُسے دیکھ رہے تھے ——— شائد آپ کی جیب میں ہو" ——— عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

اور مارگ نے تیزی سے اپنی جیبیں چیک کرنی شروع کر دیں۔ مگر وہاں پرزہ ہوتا تو ملتا۔ پرزہ تو عمران وہیں میز کے کنارے پر رکھ آیا تھا۔

"تم دیکھو ——— شائد تمہاری جیب میں ہو" ——— مارگ نے کہا اور عمران نے اپنی جیبیں الٹ کر دکھا دیں۔

"وہ سر میز پر رہ گیا ہے ——— میں سمجھا کہ آپ اٹھا لائے ہیں آپ یہاں رکیں ——— میں لے آتا ہوں" ——— عمران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ——— تم یہیں ٹھہرو ——— مگر یہاں ستون کے پاس ——— میں خود لے آتا ہوں" ——— مارگ نے تیز لہجے میں کہا۔ یہ جواب عمران کی توقع

کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ عمران سیکورٹی انچارج ٹائپ کے لوگوں کی نفسیات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اگر عمران خود جانے کی بات نہ کرتا تو مارگ یقیناً اسے ہی بھیجتا۔

"ٹھیک ہے سر ——— جیسے آپ کی مرضی" ——— عمران نے جواب دیا اور دو قدم اٹھا کر ستون کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اور مارگ تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی مارگ دروازے میں غائب ہوا۔ عمران نے ادھر اُدھر دیکھا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ عمران نے پھرتی سے یونیفارم کے بٹن کھولے اور اندر جیکٹ تک ہاتھ لے گیا۔

چند لمحوں بعد جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں وہی چپٹا مگر مختصر سا وائرلیس بم موجود تھا۔ اس نے دو قدم مشین کی طرف اٹھائے اور پھر مشین کے نچلے حصے میں وہ بم ایک درز میں داخل کر دیا۔ انگلی کی ٹھوکر لگنے سے وہ بم اندر کھسک گیا۔ اب باہر سے وہ نظر نہ آرہا تھا۔ اور عمران چونکہ اس مشین کی ساخت جانتا تھا اس لئے اُسے معلوم تھا کہ اب بم محفوظ ہے۔ وہ واپس ستون کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے یونیفارم کے بٹن بند کر دیئے۔

تقریباً دس منٹ بعد مارگ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہ پرزہ موجود تھا۔ اس نے تیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا مگر عمران بڑے مطمئن انداز میں ستون کے قریب کھڑا تھا۔

"یہ لو ——— اور جلدی کرو ——— میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے؟" مارگ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"صرف دو منٹ کا کام ہے جناب" ——— عمران نے کہا اور مشین کی طرف بڑھ گیا۔

مارگ اس کے سر پر سوار تھا مگر عمران نے جو کام کرنا تھا۔ وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے بڑے مطمئن انداز میں مشین کو سٹارٹ کیا اور پھر اس پرزے کو بظاہر ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً دو منٹ بعد اس نے پرزے کو بغور دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

"یہ ٹھیک ہو گیا جناب" ——— عمران نے مشین کا بٹن آف کرتے ہوئے مارگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اتنی جلدی" ——— کرنل مارگ نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"یہ انتہائی جدید ترین مشین ہے جناب" ——— عمران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ——— آؤ میرے ساتھ" ——— مارگ نے کہا اور پھر وہ عمران کو اپنے ہمراہ لئے واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اسی راستے سے واپس جاتے ہوئے جب عمران اور کرنل مارگ سیکورٹی چیف کے کمرے میں پہنچے تو وہاں میجر ہیرس اور کرنل ہمیرنج موجود تھے۔

"اوہ کرنل ——— تم آ گئے" ——— مارگ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! ——— میرے باقی ساتھی باہر ہال میں ہیں ——— مگر یہ ہیلی کاپٹر نرسری میں کیوں موجود ہے ——— ؟" کرنل ہمیرنج نے بغور عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کرنل مارگ سے پوچھا۔

"ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران خرابی پیدا ہو گئی تھی ——— چنانچہ میں نے یہاں پائلٹ کو ہیلی کاپٹر اتارنے کی اجازت دے دی اور پھر لیبارٹری کا قابل اعتماد مکینک کارسٹن کو اس کی امداد کے لئے بھیجا گیا۔ کارسٹن نے چیک کیا تو ایک پرزہ خراب تھا ——— وہ پرزہ مین شعبے کی مشین پر ٹھیک ہو سکتا تھا ——— چنانچہ میں اس کے ساتھ گیا اور یہ پرزہ ٹھیک ہو گیا ہے ——— اب یہ جا کر وہ پرزہ فٹ کر دیگا اور پائلٹ پرواز کر جائے گا" ——— کرنل مارگ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جس قابل اعتماد کارکن کو تم نے بھیجا تھا وہی واپس آیا ہے ——— ؟" کرنل ہمیرنج کے لہجے میں شک کا عنصر نمایاں تھا۔

"کیا مطلب ——— ؟ کیا یہ کارسٹن نہیں ہے ——— ؟" کرنل مارگ نے چونک کر کہا۔

اور اسی لمحے میجر ہیرس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

عمران بڑے اطمینان سے کھڑا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ اس کا میک اپ چیک نہ کر سکیں گے۔ اس لئے لامحالہ انہیں یقین کرنا پڑے گا کہ وہی کارسٹن ہے۔

"ہو سکتا ہے نہ ہو ——— اس کے میک اپ میں مجرم ہو" ——— کرنل ہمیرنج نے سخت لہجے میں کہا۔

"مگر ———" کرنل مارگ نے کچھ کہنا چاہا۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ——— ہم اس کا میک اپ چیک کر لیتے ہیں

اگر یہ کارسٹن ہے تو ظاہر ہے اس کے چہرے پر کوئی میک اَپ نہ ہوگا۔ اور اگر یہ مجرم ہے تو ظاہر ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔۔ آؤ باہر ہال میں چلیں تاکہ سب کو پتہ چل سکے کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے"۔۔۔۔۔ کرنل مارگ نے قدرے ناگوار لہجے میں کہا۔ اُسے شاید اپنے سیکورٹی اختیارات میں کرنل ہیمرخ کی مداخلت پسند نہ تھی مگر ایمر جنسی آرڈرز کی وجہ سے مجبور تھا۔

"جناب! ۔۔۔۔ آپ خوامخواہ مجھ پر شک کر رہے ہیں ۔۔۔۔ میں اصل کارسٹن ہوں"۔۔۔۔۔ عمران نے کمرے سے باہر آتے ہوتے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے ۔۔۔۔ میں کوئی رسک نہیں لے سکتا ۔۔۔۔ پہلے بھی ہم ایٹمی بجلی گھر میں مار کھا چکے ہیں"۔۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

وہ جیسے ہی ہال میں آئے، کرنل ہیمرخ کے ساتھیوں نے میجر ہیرس کو عمران پر ریوالور تانے دیکھا تو ان سب نے بھی ریوالور نکال لئے اور اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

"ایمونیا کی بوتل اور تولیہ لے آؤ"۔۔۔۔۔ کرنل مارگ نے اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں! ۔۔۔۔ ایمونیا کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔۔ صرف سادہ پانی لے آؤ"۔۔۔۔۔ کرنل ہیمرخ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اور اسی لمحے عمران چونک پڑا۔ اب تک وہ صرف میک اَپ کی وجہ سے مطمئن تھا۔ مگر اب کرنل ہیمرخ کے ایمونیا کی بجائے سادہ پانی طلب

کرنے نے چونکا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے میک اَپ کا راز فاش ہو گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ اصل کارسٹن نہیں تھا۔ اس لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ فوری ایکشن میں آجاتے۔ مگر دس پستولوں اور سولہ آدمیوں کی موجودگی میں جب کہ باہر جانے کا راستہ بھی بند تھا۔ اُسے اپنی موت کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آرہا تھا۔ اس کا ذہن فوری طور پر یہاں سے بچ نکلنے کا پلان سوچنے لگا۔ مگر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ موت اور بے بسی کا اندھیرا۔ وہ بُری طرح پھنس چکا تھا۔

کرنل ڈیوڈ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ وہ جن مجرموں سے بچانے کے لئے پریذیڈنٹ ہاؤس آیا تھا۔ وہ مجرم پہلے ہی صدر مملکت کے پاس پہنچ چکے ہیں اور فوری حفاظتی نظام بھی بے کار ہو چکا ہے اور مجرم صدر مملکت کو یرغمال بنا چکے ہیں تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

مجرموں نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا تھا کہ صدر مملکت کو یرغمال بنا لیا تھا۔ اب ظاہر ہے وہ صدر مملکت کی زندگی داؤ پر نہ لگا سکتا تھا مگر اُسے کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا۔ صدر مملکت کو بھی بچانا تھا اور مجرموں کو بھی زندہ یا مُردہ

گرفتار کرنا تھا۔ مگر کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

اس وقت وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سیکورٹی آپریشن روم میں موجود تھے اور دیوار پر لگی ہوئی سکرین پر مجرم اور صدر مملکت صاف نظر آرہے تھے۔ وہ اس وقت نیچے تہہ خانوں میں تھے اور ان کا ارادہ اوپر آنے کا تھا۔

"کیا کریں ـــــ؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ـــــ ہمیں ہر حالت میں کوئی صورت نکالنی پڑے گی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"سر! ـــــ ایک تجویز ہے ـــــ اگر مجرموں اور صدر مملکت کو رلیسٹ ونگ سے اوپر لایا جاتے ـــــ رلیسٹ ونگ میں ایک جگہ ایک ایسا سسٹم ہے کہ وہاں مجرموں اور صدر کے درمیان بلٹ پروف دیوار کھڑی کی جاسکتی ہے ـــــ مگر اس کے لئے شرط ہے کہ عین اس جگہ پر صدر مملکت یکدم ایک قدم تیزی سے آگے بڑھا دیں" ـــــ پاس کھڑے ہاؤس سیکورٹی چیف نے کہا۔

"اوہ! ـــــ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں ضرور یہ اقدام کرنا چاہیے ـــــ میں لاؤڈ سپیکر پر صدر مملکت سے سپیشل کوڈ میں بات کروں گا ـــــ یہ کوڈ صرف ریڈ آرمی ـــــ جی۔پی۔فائیو ـــــ اور صدر مملکت کے درمیان طے شدہ ہے ـــــ ظاہر ہے مجرم اس سے ناواقف ہوں گے ـــــ مگر پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ جگہ کہاں ہے تاکہ میں صدر مملکت کو بتا سکوں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"صرف پارس پتھر کہہ دینا کافی ہے ـــــ صدر مملکت جانتے ہیں ان کے مشورے سے ہی یہ سیٹ اپ کیا گیا تھا" ـــــ سیکورٹی چیف نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر اس نے مشین کا ایک بٹن آن کیا۔ اب اس کی آواز صدر مملکت تک پہنچ سکتی تھی۔

"جناب صدر! ـــــ میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں ـــــ آپ مجرموں سے مکمل اور بھرپور تعاون کریں ـــــ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ آپ کو نقصان پہنچا دیں ـــــ بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو مجرموں سے چھٹکارا دلا دیں۔ لیکن سب کچھ انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پارس پتھر سے زیادہ قیمتی آپ کی زندگی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے" کرنل ڈیوڈ نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا۔

"اوہ! ـــــ یہ کیسا کوڈ ہے ـــــ سیدھی سادھی بات کی ہے آپ نے" ـــــ ہاؤس سیکورٹی چیف نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کا کیا خیال تھا کہ میں نے کوئی لاطینی زبان بولنی تھی ـــــ اگر میں ایسا کرتا تو مجرم ہوشیار ہو جاتے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــــ آپ کا کوڈ صدر مملکت نے سمجھ لیا ہے اور وہ رلیسٹ ونگ کی طرف گھوم رہے ہیں" ـــــ سیکورٹی چیف نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم تیار ہو جاؤ ـــــ جیسے ہی صدر مملکت وہ جگہ پار کریں۔ بلٹ پروف دیوار کھڑی ہو جاتے ـــــ سوچ لو ـــــ اگر ذرا سی بھی غفلت ہو گئی تو ہمیں صدر کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں" ——— سیکورٹی چیف نے کہا اور پھر وہ کونے میں رکھی ہوئی ایک مشین کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے مشین کا بٹن آن کیا اور پھر ایک سرخ رنگ کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی تیز نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

مجرم صدر مملکت کو آگے آگے لئے بڑے اطمینان سے ایک تنگ سی راہداری میں سے گزر رہے تھے۔ اس راہداری کے آخر میں لفٹ تھی جو ان تہہ خانوں سے اوپر آنے کا ذریعہ تھی۔

کرنل ڈیوڈ کی نظریں بھی سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا دل بری طرح کانپ رہا تھا کیونکہ معمولی سی غفلت سے بہت بڑا نقصان ہونے کا اندیشہ تھا۔

صدر مملکت چلتے چلتے اچانک اچھلے اور انہوں نے ایک قدم تیزی سے آگے بڑھا اور عین اسی لمحے سیکورٹی چیف نے انتہائی پھرتی سے ہینڈل کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے کرنل ڈیوڈ نے ایک ٹرانسپیرنٹ دیوار صدر اور مجرموں کے درمیان بجلی کے جھماکے کی طرح حائل ہوتی دیکھی۔

"وہ مارا ——— اب میں دیکھوں گا کہ مجرم کہاں جاتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل گیا۔

عمران بظاہر تو بڑے اطمینان بھرے انداز میں چاروں طرف سے گھرا کھڑا تھا۔ مگر اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اسے ہر قیمت پر نہ صرف خود باہر نکلنا تھا بلکہ کیپٹن شکیل کو بھی ہیلی کاپٹر سمیت ساتھ لے جانا تھا تاکہ وائرلیس آپریٹنگ مشین کے ذریعے لیبارٹری کو اڑایا جاسکے مگر سچویشن کچھ ایسی ہو چکی تھی کہ بظاہر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ سادہ پانی پہنچتا۔ عمران کے ریڈی میڈ ذہن نے بچاؤ کی ایک ترکیب نکال ہی لی۔ گو اس میں خطرے کے ففٹی ففٹی چانس تھے مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔

کرنل ہیرخ عمران کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ اور عمران کے پیچھے چند قدم پر دیوار تھی۔

"جلدی پانی لے آؤ" ——— کرنل ہیرخ نے مڑ کر تیز لہجے میں کہا اور پھر جیسے ہی وہ مڑا، عمران بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آگیا۔ اس نے

انتہائی پھرتی سے کرنل ہیرخ پر جھپٹا اور اپنا ایک بازو اس کے گلے اور دوسرا اس کی کمر کے گرد لپیٹتا ہوا وہ تیزی سے قدم پیچھے ہٹاتا دیوار کے ساتھ جا کر لگ گیا۔

"خبردار! ــــ اگر کسی نے حرکت کی تو میں اس کی گردن توڑ دونگا" ــــ عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرنل ہیرخ کے گلے میں حمائل بازو کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

کرنل ہیرخ نے طاقت کے زور پر اپنے آپ کو عمران کی گرفت سے علیحدہ کرنا چاہا مگر اس وقت تو عمران کی اپنی زندگی داؤ پر لگی ہوئی تھی اس لئے ظاہر ہے کہ کرنل ہیرخ کی کوشش ناکام ہی ہونی تھی۔

ایک لمحے کے لئے تو ہال میں موجود سب لوگ حیرت سے بت بنے کھڑے رہے۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے عمران کی طرف جھپٹے۔

"رک جاؤ ورنہ" ــــ عمران نے بازو کو ایک اور جھٹکا دیا اور کرنل ہیرخ کے منہ سے خرخراہٹ کی تیز آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کا چہرہ گردن پر شدید دباؤ کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

اور پھر کرنل ہیرخ کی حالت دیکھ کر وہ سب رک گئے۔

"اپنے اپنے پستول نیچے پھینک دو ــــ جلدی کرو" ــــ عمران نے چیخ کر کہا۔

"تم ــــ تم یہاں سے نکل نہیں سکتے ــــ کمینے ــــ بدمعاش" ــ کرنل مارگ نے غصہ کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کے بولنے سے پہلے ہی عمران بڑی پھرتی سے کرنل ہیرخ کی کمر والا ہاتھ ہٹا کر کرنل کی جیب سے ریوالور نکال چکا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی کرنل مارگ چیخا، عمران نے

کرنل ہیرخ کی کمر کے گرد بازو لپیٹے لپیٹے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ اور گولی ٹھیک کرنل مارگ کے کھلے ہوئے حلق میں گھستی چلی گئی اور وہ الٹ کر پیچھے فرش پر جا گرا۔

"میری فکر مت کرو ــــ اسے گولی مار دو" ــــ اچانک کرنل ہیرخ نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ اس کے ساتھی کوئی حرکت کرتے، عمران نے اچانک کرنل ہیرخ کو ایک طرف دھکیلا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔

اس ستون کی پشت پر کوئی سپاہی موجود نہ تھا۔ اس لئے عمران نے ستون کی آڑ میں ہوتے ہی تیزی سے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے کمرہ چیخوں اور گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ دو سپاہی عمران کا شکار ہو چکے تھے۔ مگر باقیوں نے بڑی پھرتی سے اور انتہائی منجھے ہوئے انداز میں کوئی نہ کوئی آڑ لے لی۔ مگر ان سب کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ریوالوروں کا رخ عمران کی طرف ہی تھا اور عمران بری طرح پھنسا ہوا تھا اس کے ریوالور میں پانچ گولیاں باقی رہ گئی تھیں اور کمرے میں دس سے زیادہ مسلح افراد موجود تھے اور باہر نکلنے والے راستے کو کھولنے کا عمران کو علم تک نہ تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا یہاں سے زندہ باہر نکل جانا محال تھا۔

مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے اس کا ذہن تیزی سے کوئی لائحہ عمل سوچ رہا تھا۔

"ریوالور پھینک کر سامنے آجاؤ ــــ تم اب یہاں سے زندہ نہیں

نکل سکتے" ـــــــ اچانک کرنل ہیرخ کی آواز گونجی۔

اور اسی لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ کرنل ہیرخ کی آواز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ کرنل ہیرخ ایک ستون کی آڑ میں موجود ہے۔ گولی ٹھیک ستون پر پڑی اور ٹریگر دباتے ہی عمران نے اچانک زخمی چیتے کی سی چھلانگ لگائی اور وہ تقریباً اڑتا ہوا اس کمرے کے دروازے سے ٹکرا کر اندر جا گرا جو کرنل مارگ کا دفتر تھا۔ اس پر چلائی جانے والی گولیاں صرف ایک لمحے بعد دروازے پر بوچھاڑ کی صورت میں پڑیں۔ مگر عمران اپنی پھرتی کی وجہ سے ان کی زد سے بچ نکلا تھا۔

کمرے کے اندر گرتے ہی عمران پھرتی سے اٹھا اور اس نے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔

"کون ہو تم" ـــــــ ؟ اچانک اس کی پشت پر سے ایک آواز گونجی اور عمران سانپ کی سی تیزی سے پلٹا۔ نیچے جاتی ہوئی سیڑھیوں پر ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا۔ مگر کھوپڑی کے گرد سفید بالوں کی جھالر سی تھی۔ البتہ اس کی صحت خاصی اچھی تھی۔ اس کا آدھا جسم سیڑھیوں والے سوراخ سے باہر اور آدھا اندر تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"اوہ پروفیسر ڈنکن آپ" ـــــــ عمران نے چونک کر کہا۔ اس نے صرف ٹیلیویژن پر پروفیسر ڈنکن کی آواز سنی تھی اس لئے اس کے بولتے ہی عمران چونک پڑا تھا۔

"ہاں! ـــــــ مگر یہ کیا ہو رہا ہے" ـــــــ ؟ پروفیسر ڈنکن نے قدم باہر رکھتے ہوئے پوچھا۔

اور اسی لمحے عمران نے اچھل کر پروفیسر کو بازو سے پکڑا اور دوسرے

لمحے گھماتے ہوئے اس نے اسے اپنے سامنے کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور پروفیسر کی کمر سے لگ گیا۔

"خبردار! ـــــــ اگر حرکت کی تو گولی مار دونگا" ـــــــ عمران نے زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"مم ـــــــ مگر" ـــــــ پروفیسر نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اس کی آواز دروازے پر لگنے والی زوردار ضرب کے دھماکے میں دب گئی۔ دروازہ توڑنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

"خبردار! ـــــــ پروفیسر ڈنکن میرے قبضے میں ہے ـــــــ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں اسے گولی مار دونگا" ـــــــ عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر لگنے والی ضربیں بند ہو گئیں۔

"چلو باہر" ـــــــ عمران نے پروفیسر کو دھکیلتے ہوئے کہا اور پروفیسر خوف سے کانپتا ہوا آگے بڑھا۔

"پروفیسر دروازہ کھول رہا ہے اور میں اس کے پیچھے موجود ہوں ـــــــ سامنے سے ہٹ جاؤ ـــــــ ورنہ میں اسے گولی مار دونگا" ـــــــ عمران نے ایک بار پھر چیخ کر کہا۔

اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازے کی چٹخنی کھول دی۔

"پروفیسر کو کچھ مت کہنا ـــــــ ہم سامنے نہیں ہیں" ـــــــ اچانک دوسری طرف سے کرنل ہیرخ کی آواز سنائی دی۔

عمران نے پروفیسر کو دروازے سے باہر دھکیلا اور خود بھی اس کے ساتھ چمٹا ہوا باہر آ گیا۔ ہال میں موجود تمام مسلح سپاہی واقعی ایک طرف سمٹے ہوئے تھے۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ پروفیسر ڈنکن ہی اس اٹیمک لیبارٹری کا انچارج ہے اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پروفیسر ڈنکن ہی اسرائیل کے ایٹمی پروگرام کا رُوحِ رواں ہے۔ اور یہ پروفیسر ہی تھا جس کی وجہ سے اسرائیل اٹیمک ریسرچ میں اس قدر آگے بڑھ گیا تھا۔ اب قدرت نے یہ موقع خود ہی اُسے مہیا کر دیا تھا کہ وہ پروفیسر ڈنکن کی آڑ میں لیبارٹری سے نکل سکے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پروفیسر کی زندگی اسرائیل کے نزدیک کتنی قیمتی ہے۔

"سنو کرنل ہیمرخ! ——— میری جیب میں ایک طاقتور بم ہے جس پر ذرا سا دباؤ پڑنے سے یہ پوری لیبارٹری بھک سے اڑ جائے گی ——— میں اس بم کو لیبارٹری میں کسی خفیہ جگہ پر رکھنا چاہتا تھا مگر مجھے موقع نہ مل سکا۔ اب میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے یہاں سے زندہ نکل جانے دو ——— ورنہ دوسری صورت میں میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گا ——— اور پروفیسر ڈنکن سمیت یہ پوری لیبارٹری ایک دھماکے سے اڑ جائے گی" ——— عمران نے باہر آتے ہی چیخ کر کہا۔

"اسے کچھ مت کہنا ——— اسے باہر جانے دو" ——— پروفیسر ڈنکن نے خوف سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— تم باہر جا سکتے ہو" ——— کرنل ہیمرخ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ مجرم اپنی جان کے خوف سے لیبارٹری کو تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بار مجرم باہر نکل جائے تا کہ لیبارٹری محفوظ ہو جائے۔ باہر مجرم سے آسانی سے نپٹا جا سکتا ہے۔

"تو باہر جانے کا راستہ کھولو ——— اور سنو! ——— کوئی شرارت نہ ہو" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"راستہ کھولنے کا بٹن کمرے کے اندر ہے" ——— کرنل ہیمرخ نے کہا۔

"تو جاؤ کھولو" ——— عمران نے پروفیسر کو ایک طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

دوسرے لمحے کرنل ہیمرخ تیزی سے کمرے کے اندر داخل ہوا اور پھر چند لمحوں بعد سامنے ہال کے درمیان سے دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی اور اب وہاں وہی مخصوص سرنگ موجود تھی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے پروفیسر کی گردن میں بازو ڈالا اور پھر اُسے گھسیٹتا ہوا سرنگ میں لیتا چلا گیا۔ اس نے ہال کی طرف پروفیسر کو رکھا ہوا تھا اور خود اس کے پیچھے تھا۔ اسی طرح الٹے پاؤں چلتا ہوا وہ تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

کرنل ہیمرخ اپنے ساتھیوں سمیت دروازے پر ہی کھڑا رہا۔ مگر اس وقت تک عمران لفٹ میں پہنچ چکا تھا جو اوپر جاتی تھی۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔

اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد عمران پروفیسر سمیت صحیح سلامت لیبارٹری سے باہر آ گیا۔

باہر بے شمار مسلح افراد سٹین گنیں تھامے موجود تھے۔ مگر شاید انہیں کرنل ہیمرخ نے ہدایات دے دی تھیں کہ وہ کوئی مداخلت نہ کریں۔ اس لئے عمران اسی طرح پروفیسر کو گھسیٹتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی عمران ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچا کرنل ہیمرخ بھی اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ان سب نے عمران اور پروفیسر کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے دروازے پر کیپٹن شکیل کھڑا تھا۔ اس نے جب عمران کو اس

انداز میں آتے دیکھا تو وہ تیزی سے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اس پر چڑھنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ کرنل ہیرخ چونکہ اسے اپنا ہی ساتھی سمجھ رہا تھا اس لئے اس نے لیبارٹری کے اندر سے ہی اسے ہدایات بھیج دی تھیں کہ جیسے ہی مجرم پروفیسر سمیت ہیلی کاپٹر میں داخل ہو، وہ اچانک پروفیسر کو باہر دھکیل دے اور مجرم پر قابو پا لے۔ کیونکہ کرنل ہیرخ کے خیال میں مجرم نے ابھی ہیلی کاپٹر میں پرزہ فٹ کرنا تھا۔

عمران کے ہیلی کاپٹر تک پہنچنے سے پہلے ہی کرنل ہیرخ کی ہدایات ایک سپاہی کی معرفت کیپٹن شکیل تک پہنچ چکی تھیں۔ اور کیپٹن شکیل نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ان کی ہدایات پر پوری طرح عمل کریگا۔ اس لئے جیسے ہی عمران اور پروفیسر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے، کیپٹن شکیل اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔

عمران ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچتے ہی ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے پروفیسر کے گلے سے بازو نکالا اور اچھل کر ہیلی کاپٹر میں چڑھ گیا۔ پروفیسر نے آزاد ہوتے ہی غوطہ مار کر بھاگنے کی کوشش کی مگر عمران اس کی طرف سے غافل نہ تھا۔ اس لئے اوپر چڑھتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے جھکا اور دوسرے لمحے پروفیسر کی گردن اس کے دونوں ہاتھوں میں تھی اس نے پروفیسر کو گردن سے پکڑ کر یوں اوپر اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ دوسرے لمحے پروفیسر بھی عمران کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل پہلے ہی پائلٹ سیٹ پر تیار بیٹھا تھا۔ جیسے ہی پروفیسر اندر آیا۔ اس نے انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

پروفیسر کی وجہ سے مسلح سپاہیوں نے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کرنے کی

کوشش ہی نہ کی اور یہی عمران چاہتا تھا۔

"تت ـــــ تم مجھے کہاں لے جاؤ گے" ـــــ ؟ پروفیسر نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"فی الحال تو تم ہمارے ساتھ ہو ـــــ آگے چل کر تمہارے متعلق سوچوں گا" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر میں موجود ایک رسی اٹھا کر پروفیسر کے ہاتھ اس کی پشت پر اچھی طرح باندھ دیئے۔ پھر پروفیسر کو ایک نشست پر دھکیل کر اس نے ریوالور جیب میں ڈالا اور تیزی سے ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے وہاں پڑا ہوا وہ بیگ اٹھایا جو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس نے بیگ کھول کر اس میں سے وائرلیس آپریشن مشین باہر نکال لی۔

"کس طرف چلنا ہے" ـــــ ؟ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پوچھا وہ اب خاصی بلندی پر آ چکا تھا۔

"ہوائی اڈے کی طرف چلو ـــــ صفدر وغیرہ وہاں پہنچ چکے ہوں گے" ـــــ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ وائرلیس آپریشن مشین اس کے ہاتھ میں تھی۔

"پروفیسر ڈکسن! ـــــ اپنی لیبارٹری کی تباہی کا تصور کر لو ـــــ میں اب بٹن دبانے والا ہوں" ـــــ عمران نے وائرلیس آپریشن مشین پروفیسر کی نظروں کے سامنے نچاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــــ اوہ تم ایسا مت کرو ـــــ یہ لیبارٹری ایٹمی ہے ـــــ اس کی تباہی سے ایٹمی تابکاری پھیلے گی اور پورا اسرائیل تباہ ہو جائے گا۔ بچے بوڑھے ـــــ عورتیں اور مرد ـــــ سب مر جائیں گے" ـــــ پروفیسر کا

چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"مجھے بچہ نہ سمجھو پروفیسر! —— تم سے زیادہ میں ایٹمک لیبارٹری کی ساخت سمجھتا ہوں —— ایٹمی لیبارٹری بناتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ اگر اس کے اندر موجود ایٹم بم یا دیگر تابکاری مشینیں پھٹیں تو اس کے اثرات باہر کی دنیا پر نہ پڑیں" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کے اوپر لگے ہوئے ہینڈل کو پوری قوت سے دبا دیا۔

دوسرے لمحے انہیں دور نیچے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی اور پھر نیچے یوں شعلے چمکنے لگے۔ جیسے کوئی بہت بڑا الاؤ جلا دیا گیا ہو۔

"اوہ! —— تم نے اسرائیل کو تباہ کر دیا —— تم نے تباہ کر دیا" —— پروفیسر نے لرزتے ہوئے کہا اور پھر وہ بے ہوش ہو کر سیٹ سے نیچے لڑھک گیا۔

"اسرائیل نے بھی تو فلسطینیوں کو تباہ کر رکھا ہے —— تم بھی تو سوچو"۔ عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مشین ایک طرف پھینک دی۔

"ہوائی اڈے پر ہم پہنچنے والے ہیں" —— اچانک کیپٹن شکیل نے کہا اور عمران نے پھرتی سے جیب سے لانگ رینج مخصوص ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ وہ صفدر سے رابطہ قائم کر کے تازہ ترین صورتحال معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پروگرام کے مطابق صفدر اور اس کے ساتھی صدر مملکت کو اغوا کر کے ہوائی اڈے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ اب اسے کیا معلوم تھا کہ ان غریبوں پر کیا گزر رہی ہے۔

صدر مملکت کو کمرے سے باہر نکال کر وہ ایک راہداری میں پہنچ گئے۔

"ہمیں اوپر لے چلو —— ہم تمہارے سمیت پریذیڈنٹ ہاؤس سے باہر نکلنا چاہتے ہیں" —— صفدر نے ریوالور کی نال سے صدر کی پشت کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ مت کہو —— میں پورا تعاون کروں گا" —— صدر مملکت نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور وہ سب صدر کے پیچھے چلتے ہوئے راہداری سے گزرتے چلے گئے۔

ابھی وہ راہداری کے درمیان پہنچے تھے کہ اچانک ایک آواز راہداری میں گونج اٹھی۔

"جناب صدر! —— میں کرنل ڈیوڈ بول رہا ہوں —— آپ مجرموں سے مکمل اور بھرپور تعاون کریں —— ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ آپ کو نقصان پہنچا دیں —— بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو مجرموں سے چھٹکارا دلا دیں۔

لیکن سب کچھ انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے ہونا چاہیئے ـــــ کہیں ایسا نہ ہو کر پارس پتھر سے زیادہ قیمتی آپ کی زندگی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے“ ـــــ اور پھر آواز آنا بند ہو گئی۔

”کرنل ڈیوڈ سمجھدار ہے ـــــ اس لئے بہتر ہے کہ تم اس کی ہدایات پر عمل کرو“ ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے“ ـــــ صدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر راہداری کے اس سرے پر پہنچتے ہی جہاں سے مشرقی سمت ایک اور راہداری تھی۔ صدر مملکت مشرقی سمت گھوم گئے۔

صفدر، جولیا اور جوزف بڑے محتاط اور چوکنے انداز میں صدر کے پیچھے چل رہے تھے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ کرنل ڈیوڈ کے پیغام کے بعد صدر مملکت کی چال سے اطمینان زیادہ جھلکنے لگ گیا ہے۔

پھر جیسے ہی صدر راہداری کے درمیان پہنچے، انہوں نے اچانک اچھل کر اپنے قدم آگے بڑھائے اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر اور اس کے ساتھی سنبھلتے، سرر کی تیز آواز پیدا ہوئی، اور صدر اور ان کے درمیان ٹرانسپیرنٹ شیشے کی ایک دیوار ابھرتی چلی گئی۔

صفدر نے اضطراری طور پر ٹریگر دبا دیا۔ مگر گولی شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ صدر مملکت ان کی زد سے باہر ہو چکے تھے۔

وہ تینوں ہی اس اچانک افتاد پر ایک لمحے کے لئے گھبرا گئے اور پھر تیزی سے واپس مڑے۔ مگر اسی لمحے ان کے پیچھے ایک دیوار ظاہر ہو گئی۔ اور اب وہ ایک تنگ سی سرنگ نما راہداری میں قید ہو کر رہ گئے۔

”یہ کیا ہو گیا ـــــ؟ صدر مملکت کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد تو اب

ہمارا بچنا محال ہے“ ـــــ جولیا نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک ان کے قدموں تلے سے زمین نکلتی چلی گئی اور وہ تینوں ہی سر کے بل نیچے گرتے چلے گئے۔ ان تینوں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر یہ تو کوئی انتہائی گہرا کنواں تھا کہ ان کے ہاتھ پیر ہوا میں ہی ناچتے رہ گئے۔ اور پھر وہ تینوں ایک دھماکے سے پانی میں گرتے چلے گئے۔ واقعی یہ کوئی گہرا اور اندھا کنواں تھا۔

کافی بلندی سے گرنے کی وجہ سے وہ پہلے تو پانی کی تہہ تک اترتے چلے گئے مگر جلد ہی انہوں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا اور پھر کچھ ان کی کوششوں اور کچھ پانی نے انہیں دوبارہ سطح کی طرف اچھال دیا۔ اور وہ پانی کی سطح پر تیرنے لگے۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

صفدر نے تیزی سے تیر کر کنوئیں کا حدود اربعہ جانچنے کی کوشش کی کنواں خاصا چوڑا تھا۔ اور اس میں موجود پانی کی تہہ بھی کافی گہری تھی۔

”صفدر! ـــ پانی کی سطح کم ہوتی جا رہی ہے“ ـــــ اچانک جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ہاں! ـــ مجھے بھی احساس ہو رہا ہے ـــــ شاید وہ پانی کو کسی سسٹم کے تحت کھینچ رہے ہیں“ ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر وہی ہوا۔ پانی کی سطح آہستہ آہستہ نیچی ہوتی چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ان کے پیر کیچڑ میں پھنس گئے۔ اب وہ کنوئیں میں کھڑے ہوئے تھے۔ اندھیرے سے مانوس ہو جانے کی وجہ سے اب کنوئیں کی دیواریں نظر آنے لگ گئی تھیں۔

"ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے ——— کسی بھی طرح سے" ——— جولیا نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"مگر کس طرح ——— ؟ یہاں تو سوئی جتنا سوراخ بھی کہیں نظر نہیں آرہا" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"ارے یہ بُو کیسی ہے ——— واہ واہ یہ تو نشے والی بُو ہے" ———

اچانک جوزف کی مسرت سے بھرپور آواز سنائی دی اور صفدر اور جولیا چونک پڑے۔

جوزف کا شاید نشہ ٹوٹا ہوا تھا اس لئے اُسے نشہ دینے والی بُو سے سُرور محسوس ہو رہا تھا۔

صفدر اور جولیا نے بھی کنوئیں میں تیزی سے پھیلنے والی اس بُو کو محسوس کیا۔ انہوں نے سانس روک لئے۔ مگر کب تک ——— ؟ پھر جیسے ہی انہوں نے سانس لیا۔ ان کے دماغ پر اندھیرے چھانے لگے اور وہ لڑکھڑا کر وہیں کیچڑ میں ہی گر گئے۔ وہ تینوں یکے بعد دیگرے بیہوش ہو چکے تھے۔

پھر سب سے پہلے صفدر کی آنکھ کھلی۔ اس نے چونک کر اٹھنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ اس کا تمام جسم مفلوج ہو چکا تھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اب وہ کنوئیں کی بجائے ایک کافی بڑے کمرے میں موجود تھے۔ صفدر کا جسم کسی سخت لکڑی کی تنگ بنچ پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا پورا جسم بالکل مفلوج تھا۔ وہ صرف آنکھیں گھما سکتا تھا۔ اس نے حتی الوسع آنکھیں گھما کر دیکھا تو قریب ہی دو اور بنچوں پر جوزف اور جولیا پڑے ہوئے نظر آگئے۔

اسی لمحے جولیا نے بھی آنکھیں کھول دیں۔

"یہ ہم کہاں ہیں ——— ؟ جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ہمارے جسم مفلوج کر دیئے گئے ہیں" ——— صفدر نے جواب دیا۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ڈاکٹروں جیسا سفید گون پہنے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"تمہیں ہوش آگیا دوستو ——— مگر تم حرکت نہیں کر سکتے" ——— اس شخص نے قریب آکر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو" ——— ؟ صفدر نے پوچھا۔

"میرا نام ڈاکٹر مارس ہے ——— اور میں صدر مملکت کا ذاتی ڈاکٹر ہوں" ——— ڈاکٹر مارس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے مُڑ کر کمرے کے اکلوتے دروازے سے باہر نکل گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر مارس دوبارہ اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے کرنل ڈیوڈ اور چار مسلح آدمی بھی اندر آگئے۔

"تمہیں ہوش آگیا" ——— کرنل ڈیوڈ نے قریب آکر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"ہوش تو آگیا ہے مگر ——— " صفدر نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔

"مگر تم حرکت نہیں کر سکتے ——— تم جیسے خطرناک مجرموں کا حرکت نہ کر سکنا ہی ہمارے لئے مفید ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے ——— ؟ خوامخواہ وقت ضائع کر رہے ہو

ہمیں گولی مار دو"۔۔۔۔۔ صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہاری موت اتنی آسان نہیں ہو گی۔۔۔۔۔ تم لوگوں نے اسرائیل کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے۔۔۔۔ شاید اتنا نقصان پوری دنیا کی فوجیں بھی اسرائیل پر حملہ کر کے نہ پہنچا سکتیں۔۔۔۔ تم نے پہلے ڈیم تباہ کیا۔۔۔۔ پھر پل اڑایا۔۔۔۔ پھر ایٹمی بجلی گھر تباہ کر دیا۔۔۔۔ اور ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ تم نے ایٹمک ریسرچ لیبارٹری بھی تباہ کر دی ہے۔۔۔۔ ہم اس ساری تباہی کا تم سے بھرپور انتقام لیں گے"۔۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ!۔۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا مشن پورا ہو گیا۔۔۔۔ اب بے شک تم ہمارے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔۔۔۔ اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں"۔ صفدر نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔۔۔۔ صرف صدر مملکت کا انتظار ہے"۔۔۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے پیر پٹختے ہوئے کہا مگر صفدر نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اسے یہ سن کر واقعی مسرت ہوئی تھی کہ عمران اور کیپٹن شکیل مین مشن کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

عمران نے ٹرانسمیٹر پر بار بار صفدر سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ مگر دوسری طرف سے خاموشی طاری تھی۔ عمران نے جھنجلا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اسی لمحے انہیں ہیلی کاپٹر کے اردگرد جنگی جہازوں کا شور سا محسوس ہوا اور ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو پائلٹ!۔۔۔۔ تم اس وقت دشمن جنگی جہازوں کے گھیرے میں ہو فوراً ہیلی کاپٹر کو ہوائی اڈے پر اتار دو۔۔۔۔ ورنہ ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا جائے گا"۔۔۔۔۔ ایک کرخت سی آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

"بڑی خوشی سے ہیلی کاپٹر تباہ کر دو۔۔۔۔۔ تمہارا سب سے بڑا سائنسدان پروفیسر ڈنکن بھی ہمارے ساتھ ہی تباہ ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

عمران کے جواب کے بعد چند لمحے خاموشی طاری رہی۔ پھر دوبارہ آواز ابھری۔

"تم کیا چاہتے ہو" ——— ؟ کرخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"پریذیڈنٹ ہاؤس میں ہمارے ساتھیوں پر کیا گزری ہے ——— تفصیل سے بتاؤ" ——— عمران نے پوچھا۔

"وہ ہماری قید میں ہیں ——— ان کے جسم مفلوج کر دیئے گئے ہیں اور کسی بھی لمحے انہیں گولی ماری جا سکتی ہے" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"کوئی پرواہ نہیں ——— ہمیں دوسرے جانباز مل جائیں گے ——— مگر تمہیں پروفیسر ڈنکن دوبارہ نہیں مل سکے گا ——— اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو" ——— عمران نے اسی طرح پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں پروفیسر ڈنکن کی پرواہ نہیں ——— تم جیسے مجرموں کا خاتمہ ہمارے لئے زیادہ اہم ہے" ——— چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوکے ! ——— پھر ہیلی کاپٹر تباہ کر دو ——— دیر کیوں کر رہے ہو" عمران نے جواب دیا۔ اور دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

"دیکھو ! ——— تم اسرائیل سے باہر نہیں نکل سکتے ——— اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ——— ہم تمہارے بارے میں ہمدردی سے غور کریں گے" ——— ایک بار پھر کہا گیا

"ہمدردی سے غور کی ایک ہی صورت ہے کہ ہمارے ساتھیوں کا پروفیسر ڈنکن سے تبادلہ کر لو ——— دوسری کوئی صورت نہیں ——— اگر تم نے فوری جواب نہ دیا تو ہم ہیلی کاپٹر میں ہی پروفیسر ڈنکن کو گولی مار دیں گے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— ہم اس کے لئے تیار ہیں ——— تم ہوائی اڈے پر ہیلی کاپٹر اتار دو ——— تمہارے ساتھیوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا" دوسری طرف سے فوراً جواب دیا گیا۔

"کیا تم نے ہمیں احمق سمجھ رکھا ہے ——— یہ تبادلہ اسرائیل کی سرحد سے باہر ہو سکتا ہے ——— اسرائیل کے اندر نہیں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں ——— ایسا نہیں ہو سکتا" ——— دوسری طرف سے فوراً جواب دیا گیا۔

"تو ٹھیک ہے ——— مت کرو ——— ہمارا کیا ہے ——— ہم تو جان پر کھیل کر ہی یہاں آئے تھے ——— تمہاری مرضی" ——— عمران نے پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہارے ہیلی کاپٹر میں اتنا تیل نہیں ہے کہ تم اسرائیل سے باہر جا سکو ——— تمہیں ہوائی اڈے پر اترنا پڑے گا" ——— چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں ——— اس کے متعلق بھی سوچ لیا جائے گا" ——— عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"مگر میں اپنے ذاتی فیصلے سے اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا ——— تم ہوائی اڈے پر اتر جاؤ ——— اس دوران میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں پھر تمہیں فیصلہ بتا دیا جائے گا" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں ! ——— جو فیصلہ کرنا ہے ——— ابھی کر لو ——— ہم زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے ——— ویسے اگر تم چاہو تو ہم ہیلی کاپٹر پریذیڈنٹ ہاؤس

میں اتار سکتے ہیں ــــــ وہاں ہم براہ راست صدر مملکت سے بات کر لیں گے" ــــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ تجویز ہمیں قبول ہے ــــــ ہمارے جنگی جہاز تمہاری راہنمائی کرتے ہیں ــــــ تم پریذیڈنٹ ہاؤس میں ہیلی کاپٹر اتار سکتے ہو ــــــ پھر صدر مملکت جو فیصلہ کریں گے وہی ہو گا" ــــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوکے ــــــ تم راہنمائی کی تکلیف مت گوارا کرو ــــــ مجھے پریذیڈنٹ ہاؤس کے متعلق علم ہے" ــــــ عمران نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"مقررہ ٹائم الیٹ سکسٹی نارتھ پر ہیلی کاپٹر اتار دو کیپٹن شکیل" ــــــ عمران نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہوئے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر عمران صاحب ! ــــــ اس طرح تو ہم براہ راست ان کے چنگل میں گرفتار ہو جائیں گے" ــــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ــــــ پروفیسر ڈنکن کی ذات ان کے لئے بے حد قیمتی ہے انہیں فیصلہ کرتے ہوئے ہزار بار سوچنا پڑے گا" ــــــ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے ہیلی کاپٹر کا رخ پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف موڑ دیا۔

"نہیں ــــــ یہ نہیں ہو سکتا ــــــ ہم مجرموں کو اسرائیل کی سرحد سے باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتے ــــــ یہ انتہائی خطرناک مجرم ہیں ــــــ انہوں نے اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے" ــــــ صدر مملکت نے سامنے پڑی ہوئی میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب ! ــــــ پروفیسر ڈنکن ان کے قبضہ میں ہے" ــــــ سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا۔

"کچھ بھی ہو ــــــ یہ ٹھیک ہے کہ پروفیسر ڈنکن کی زندگی ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے ــــــ مگر میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ان مجرموں کو ہر صورت میں ہلاک ہونا پڑے گا" ــــــ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"سر ! ــــــ کوئی ایسی ترکیب کیوں نہ سوچی جائے کہ ہم پروفیسر ڈنکن کو بھی زندہ سلامت حاصل کر لیں ــــــ اور مجرم بھی ہمارے قبضہ سے باہر نہ ہو سکیں؟" ــــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ درست ہے ۔۔۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں ۔۔۔ کوئی تجویز تمہارے ذہن میں ہے تو بتاؤ" ۔۔۔ صدر مملکت نے چونک کر کہا۔

"سر! ۔۔۔ کیوں نہ ہم مجرموں کے میک اپ میں اپنے آدمی بھیج دیں اور پروفیسر ڈکن کو حاصل کر لیں ۔۔۔ پھر ہمارے آدمی ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں کو بھی قابو میں کر لیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"تجویز تو اچھی ہے ۔۔۔ مگر وہ یہ تبادلہ اسرائیل کی سرحد سے باہر چاہتے ہیں" ۔۔۔ صدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا جناب ۔۔۔ ؟ اس طرح تین مجرم تو ہمارے قبضہ میں ہی رہیں گے ۔۔۔ باقی دو کو ہمارے آدمی قابو کر کے واپس لے آئیں گے"۔ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا

"ہاں! ۔۔۔ بات تو درست ہے ۔۔۔ مگر وہ تین آدمی" ۔۔۔ صدر مملکت نے کہا۔

"جناب! ۔۔۔ ان میں سے ایک مجرم کا قد و قامت مجھ سے ملتا ہے۔ اس کی جگہ میں جاؤں گا ۔۔۔ اور دوسرے دو میرے محکمے کے خاص آدمی ہوں گے ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں ۔۔۔ ہم یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب رہیں گے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"او کے! ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ فوراً اس فیصلے پر عمل کیا جائے"۔ صدر مملکت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامی میٹنگ برخواست کر دی گئی اور صدر مملکت اٹھ کر آپریشن روم کی طرف بڑھ گئے جہاں سے وہ ٹرانسمیٹر پر ہیلی کاپٹر میں موجود مجرموں سے بات چیت کر سکتے تھے۔

عمران کا ہیلی کاپٹر پریذیڈنٹ ہاؤس میں اتر چکا تھا اور مسلح فوجیوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ مگر واضح ہدایات کی وجہ سے وہ اس کے قریب نہ گئے تھے۔

صدر مملکت نے آپریشن روم میں پہنچتے ہی ٹرانسمیٹر آن کرنے کا حکم دیا اور ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی وہ بول پڑے۔

"ہیلو! ۔۔۔ میں صدر بول رہا ہوں ۔۔۔ ہم تمہارے ساتھیوں کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں"۔

"شکریہ جناب صدر! ۔۔۔ مجھے یقین تھا کہ آپ سمجھدار ہیں اس لئے اسی نتیجے پر پہنچیں گے" ۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"مگر تم یہ تبادلہ کہاں چاہتے ہو ۔۔۔ ؟ اگر تم چاہو تو یہ تبادلہ یہاں ہو سکتا ہے ۔۔۔ ہم تمہیں اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا" ۔۔۔ صدر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"آپ ضمانت دینے کی تکلیف نہ کریں ۔۔۔ ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے ہمیں فوری طور پر ایک جہاز دیا جائے جس میں اسرائیل سے باہر جانے تک کا تیل موجود ہو ۔۔۔ ہم اس جہاز میں پروفیسر ڈکن سمیت اسرائیل سے باہر لوبان کے ہوائی اڈے پر اتریں گے ۔۔۔ ہمارے ساتھیوں کو وہیں پہنچا دیں ۔۔۔ تبادلہ وہیں عمل میں آئے گا" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"نہیں! ۔۔۔ لوبان میں یہ تبادلہ نہیں ہو سکتا ۔۔۔ اول تو لوبان کی حکومت ہمارے جہاز کو وہاں اترنے کی اجازت نہیں دے گی ۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ ہمارے پاس اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہاں پروفیسر ڈکن ہمیں واپس مل جائے گا ۔۔۔ کیونکہ حکومتِ لوبان خود پروفیسر ڈکن کی سب سے

بڑی دشمن ہے" ——— صدر نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے ——— تو پھر اس بات کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم جہاز کی بجائے کاروں میں سفر کریں ——— آپ یہاں ہمارے ساتھیوں کو ہمارے کر دیں ——— پروفیسر ڈکسن ہمارے ساتھ ہو گا اور ہمیں حفاظت سے اسرائیل کی سرحد پر پہنچا دیں ——— وہاں سرحد پر ہی ہم پروفیسر ڈکسن کو آپ کے حوالے کر دیں گے" ——— عمران نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد جواب دیا۔

صدر مملکت کچھ دیر تک اس تجویز کے بارے میں سوچتے رہے۔ پھر اچانک ان کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"ٹھیک ہے ——— بالکل ٹھیک ہے ——— ہم تیار ہیں" ——— صدر نے جواب دیا۔

"او۔ کے! ——— پھر ایک طاقتور انجن والی کار میں ہمارے ساتھیوں کو ہیلی کاپٹر کے قریب بھیج دیں" ——— عمران نے کہا۔

"او۔ کے! ——— چند لمحوں بعد ایسا ہو جائے گا ——— تم بے فکر رہو۔ ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے" ——— صدر نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"کرنل ڈیوڈ کو بلاؤ ——— اب بہروپ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ——— ان کے اصل ساتھیوں کو ان کے حوالے کر دو ——— ہم انہیں قریب ترین سرحد پر پہنچا دیں گے ——— مگر یہ سرحد مصنوعی ہو گی ——— جیسے ہی پروفیسر ڈکسن ہمارے پاس پہنچے گا ——— ہم ان کی کار کو بم سے تباہ کر دیں گے" ——— صدر مملکت نے قریب موجود افسران سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سب خوشی سے اچھل

پڑے۔ واقعی صدر مملکت نے بہترین ترکیب سوچی تھی۔ مصنوعی سرحد قریبی علاقہ پر قائم کی جا سکتی تھی اور اس طرح مجرم بچ کر نہ نکل سکتے تھے۔

"یہ آپ نے کیا کیا عمران صاحب! ——— اس طرح تو ہم پھنس جائیں گے ——— لانگ رینج رائفلوں سے وہ ہماری کار کو تباہ کر سکتے ہیں" ——— کیپٹن شکیل نے ٹرانسمیٹر آف ہوتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو کیپٹن! ——— بس دیکھتے جاؤ" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور کیپٹن شکیل کندھے اچکا کر خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ایک طاقتور انجن والی اور لمبی باڈی والی کار تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار ہیلی کاپٹر کے قریب آ کر رک گئی۔ اور ڈرائیور نیچے اتر کر واپس چلا گیا۔

"تمہارے ساتھی اس کار میں موجود ہیں ——— مگر انہیں مفلوج کر دینے والی دوا دی گئی تھی جس کا اثر کم سے کم ایک گھنٹہ مزید رہے گا ——— ایک گھنٹے بعد وہ ٹھیک ہو جائیں گے" ——— ٹرانسمیٹر سے صدر مملکت کی آواز گونجی۔

"کوئی بات نہیں" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پروفیسر ڈنکن کو اٹھایا۔ پروفیسر ڈنکن پرواز کے دوران ہی ہوش میں آگیا تھا اور عمران نے اسے سیٹ پر بٹھا دیا تھا۔

"چلو نیچے اترو" ——— عمران نے کہا اور پھر اس نے کیپٹن شکیل کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ کیپٹن شکیل کے بعد پروفیسر ڈنکن نیچے اترا۔ اور اس کے بعد عمران اچھل کر نیچے آگیا

عمران پروفیسر ڈنکن کے جسم کے ساتھ چپٹا ہوا تھا۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اسرائیلی نشانہ باز نیچے اترتے ہی پروفیسر ڈنکن کے علاوہ ان دونوں کو نشانہ نہ بنا لیں۔ کیونکہ ایسا ممکن تھا۔ مگر اس کا خدشہ ——— خدشہ ہی رہا اور کہیں سے گولی نہ چلی اور وہ کار میں سوار ہو گئے۔

کیپٹن شکیل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جب کہ عمران نے پروفیسر ڈنکن کو کیپٹن شکیل کے ساتھ بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر صفدر، جوزف اور جولیا موجود تھے۔

"کیا حال ہے دوستو! ——— سنا ہے کہ مفلوج ہو چکے ہو" ———؟ عمران نے مڑ کر صفدر سے کہا۔

"ہاں! ——— بس اچانک ہی صورت حال بدل گئی ——— اور ہم قابو کر لئے گئے" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"باس! ——— میرا نشہ ٹوٹ رہا ہے ——— کہیں سے ایک بوتل میرے حلق میں انڈیل دو" ——— جوزف نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو ——— تمہیں اکٹھا کوٹہ مل جائے گا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جولیا خاموشی سے لیٹی ہوئی تھی۔

اسی لمحے کار کے ٹرانسمیٹر سے آواز نکلی۔

"تمہارے ساتھی تمہارے پاس پہنچ گئے ہیں ——— اب ایک سرخ رنگ کی کار تمہاری سرحد کی طرف راہنمائی کرے گی ——— وہاں تم پروفیسر ڈنکن کو ہمارے حوالے کر دینا" ——— صدر مملکت نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے صدر صاحب! ——— کہ اب ایسا ممکن نہیں ——— اگر تم پروفیسر ڈنکن کو زندہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو فوری طور پر ایک جیٹ جہاز کا بندوبست کرو ——— مجھے معلوم ہے کہ تم نے کیا سوچا ہے ——— اسرائیل کی مصنوعی سرحد بھی قائم کی جا سکتی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کک ——— کیا مطلب ——— مصنوعی سرحد! ——— یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہم تمہیں یہیں تباہ کر دیں گے" ——— صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو کر دو تباہ! ——— دیر کس بات کی ہے ——— مگر میں جانتا ہوں کہ پروفیسر ڈنکن تمہارے لئے کتنا قیمتی ہے ——— اس کے بغیر تم ایٹمک ریسرچ کا کام آگے بڑھا ہی نہیں سکتے ——— اگر مجھے یہ بات معلوم نہ ہوتی تو میں پروفیسر ڈنکن کی قیمت پر اپنے ساتھیوں کو طلب نہ کرتا ——— کوئی اور حل نکالتا" ——— عمران نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— تم بہت بڑے بدمعاش ہو ——— کمینے ہو ——— تم ہماری مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو" ——— صدر مملکت غصے کی انتہا پر پہنچ چکے تھے۔

"جنگ اور محبت میں سب جائز ہے جناب صدر! ـــــ مجھے معلوم تھا کہ تم اتنی آسانی سے کار کے ذریعے جانے پر کیوں تیار ہو گئے تھے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اسرائیل کی سرحد سے باہر نکلنے کے بعد تم پروفیسر ڈکن کو واپس کر دو گے" ـــــ ؟ صدر مملکت نے کہا۔

"یہ میرا وعدہ ہے ـــــ اور تم جانتے ہو کہ میں وعدے کا پکا ہوں۔ اگر میں وعدے کا پکا نہ ہوتا تو تمہارے وزیراعظم کو ہلاک ہوئے کئی دن گزر چکے ہوتے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

اور پھر کافی تذبذب کے بعد آخر کار صدر مملکت کو ان کی بات ماننی پڑی۔ اور یہ طے ہوا کہ وہ اسی کار میں ہوائی اڈے پر پہنچیں جہاں ایک جیٹ جہاز ان کے لئے تیار ہوگا۔

چنانچہ طے شدہ منصوبے کے مطابق وہ بڑے اطمینان سے ہوائی اڈے پہنچ گئے۔ جہاں ایک تیز رفتار جیٹ جہاز ان کا منتظر تھا۔

کیپٹن شکیل نے صفدر، جولیا اور جوزف کو جیٹ جہاز میں منتقل کیا اور پھر عمران، پروفیسر ڈکن کو لئے جہاز میں داخل ہو گیا۔ اس بار بھی پائلٹ سیٹ پر کیپٹن شکیل موجود تھا۔

"اچھا خدا حافظ دوستو! ـــــ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی" ـــــ عمران نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل نے جہاز کا انجن چلا دیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ سب بری طرح چونک پڑے۔ جہاز کا انجن چلتے ہی اچانک ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور جہاز میں انتہائی تیزی سے بیہوش کر دینے والی گیس پھیلتی چلی گئی۔

یہ گیس اتنی زود اثر تھی کہ پلک جھپکنے میں کیپٹن شکیل، پروفیسر ڈکن اور باقی ساتھی بیہوش ہو گئے۔

البتہ عمران شاید لاشعوری طور پر ایسی کسی سچویشن کے لئے تیار تھا کہ اس نے فوری طور پر سانس روک لیا۔ اور پھر معاون پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے جہاز کا کنٹرول سنبھال لیا۔

جہاز کا انجن چلتے ہی ادھر اُدھر چھپی ہوئی فوجی گاڑیاں تیزی سے جہاز کی طرف بڑھنے لگیں۔ مگر دوسرے لمحے وہ سب رکنے پر مجبور ہو گئیں کیونکہ جہاز انتہائی تیزی سے رن وے پر دوڑنے لگا۔

عمران کو سانس روک کر جہاز چلانے میں بڑی دقت ہو رہی تھی اور گیس کا ہلکا سا اثر اس کے دماغ پر بھی تھا۔ مگر ایک مرتبہ پھر زندگی اور موت کا معاملہ بن چکا تھا اس لئے عمران نے اپنے ذہن پر قابو رکھا اور پھر چند لمحوں بعد جہاز فضا میں اٹھتا چلا گیا۔

"ہیلو ہیلو! ـــــ کیا تم بیہوش نہیں ہوئے" ـــــ اچانک ٹرانسمیٹر سے صدر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں بیہوشی کے عالم میں جہاز چلا رہا ہوں ـــــ فکر مت کرو" ـــــ عمران نے بھنچے بھنچے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

بلندی پر آ جانے کی وجہ سے جہاز میں موجود گیس کا اثر کافی گھٹ چکا تھا اور پھر چونکہ جہاز میں تازہ ہوا آنے اور گندی ہوا باہر نکلنے کا سسٹم موجود تھا اس لئے گیس کافی حد تک باہر نکل چکی تھی۔

"تت ـــ تم بیہوش نہیں ہوئے ـــــ ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے ـــــ ؟ گیس تو انتہائی زود اثر تھی" ـــــ صدر مملکت کے لہجے میں حیرت چھائی ہوئی تھی۔

تمہاری گیس واقعی زود اثر تھی ـــــ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ بیہوشی کے عالم میں جہاز چلا رہا ہوں ـــــ تم نے اچھا داؤ کھیلا تھا ـــــ مگر تم ہمارے متعلق نہیں جانتے ـــــ ہمیں بیہوش کرنے کے لئے کچھ اور کوششیں کرو" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"ہم تمہیں تباہ کر دیں گے ـــــ اب ہمیں پروفیسر کی بھی پرواہ نہیں۔ تم جیسے مجرم زندہ بچ کر نہیں جا سکتے" ـــــ دوسری طرف سے وحشت بھری آواز سنائی دی۔ شاید صدر مملکت حیرت ـــ خفت ـــ اور غصے کی انتہا پر پہنچ کر پاگل ہو چکے تھے۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے رفتار اور زیادہ تیز کر دی اور وہ پوری طرح چوکنا تھا۔ وہ جلد از جلد اسرائیلی سرحد سے باہر جانا چاہتا تھا۔ مگر ابھی اسرائیلی سرحد دور تھی کہ اچانک اُسے زمین سے جنگی جہازوں کا ایک پورا سکواڈرن اڑتا ہوا نظر آیا۔ صدر واقعی پاگل ہو چکا تھا۔

عمران جانتا تھا کہ وہ اتنے زیادہ جہازوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اب اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

"ہیلو ہیلو! ـــــ میں لوبانی ایئر مارشل بول رہا ہوں ـــــ تم بے فکر رہو۔ لوبانی جہاز تمہاری حفاظت کے لئے پہنچ رہے ہیں ـــــ تم سرحد کے قریب پہنچ چکے ہو ـــــ اس لئے تمہاری بات چیت ہمارے ٹرانسمیٹر نے کیچ کر لی ہے اور تمہارا جہاز ہمارے راڈار پر نظر آ رہا ہے" ـــــ لوبانی ایئر مارشل کی گھمبیر آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

جنگی جہازوں نے عمران کے جہاز کو گھیر کر مار گرانے کی کوشش کی مگر عمران

ایسی لڑائیوں کے بنیادی اصول جانتا تھا۔ اس لئے اس نے پینترے بدل بدل کر ان کے حملوں سے جہاز کو بچانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

اور پھر چند ہی لمحوں بعد جنگی جہازوں کا ایک سکواڈرن پہنچ گیا اور فضا میں جہازوں کی خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔ لوبانی اور اسرائیلی جنگی جہازوں کے درمیان۔

لوبانی جہازوں نے بڑی مہارت سے اسرائیلی جہازوں کو لڑائی میں الجھا لیا تھا۔ اور عمران ان کے گھیرے سے نکل کر انتہائی تیز رفتاری سے سرحد کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اور پھر ڈائل پر اسرائیلی سرحد کو بالکل قریب دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اور پھر چند لمحوں بعد وہ اسرائیلی سرحد کو پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ آزاد تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران لوبانی ہوائی اڈے پر پہنچ گیا اور اس نے بڑے اطمینان سے جہاز کو ہوائی اڈے پر اتارنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پروفیسر ڈنکن کو اب لوبانی حکام کے حوالے کر دیگا۔ وہ اس کا جو چاہیں کریں ـــــ کم سے کم آخری مرحلے پر ان کی اس اچانک امداد کے بدلے انہیں یہی انعام دیا جا سکتا تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ پروفیسر ڈنکن لوبانی حکام کے لئے کتنا بڑا اور کتنا قیمتی انعام ہے۔

ختم شُد

عمران سیریز میں ایک منفرد انداز میں لکھا گیا انتہائی دلچسپ ناول
مصنف
مظہر کلیم ایم اے
زاراک
مکمل ناول
زاراک — روسیاہ کی ایک خفیہ ایجنسی کا سربراہ۔ جو منفرد خصوصیات اور کردار کا مالک تھا۔ دلچسپ اور حیرت انگیز کردار۔
زاراک — جس کا مشن دانش منزل سے ایک فائل کا حصول تھا اور جب وہ مشن کے لئے پاکیشیا پہنچا تو عمران اور بلیک زیرو دانش منزل چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ کیوں؟
زاراک — جس نے دانش منزل کے حفاظتی نظام کو تہہ و بالا کر کے دانش منزل میں تباہی مچا دی۔ حیرت انگیز سچوئیشن
زاراک — جس کا دعویٰ تھا کہ عمران سمیت پوری دنیا میں اس کے مقابلے کا مارشل آرٹ میں کوئی اور ماہر نہیں ہے۔ کیا اس کا دعویٰ درست تھا ——؟
زاراک — جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کے سامنے مارشل آرٹ کا چیلنج مقابلہ لڑا اور اس مقابلے کے بعد عمران کو خود دانش منزل سے فائل لا کر اس کے حوالے کرنی پڑی۔ کیوں ——؟
زاراک — جو آخر کار اپنے مشن میں کامیاب رہا اور اس کی کامیابی میں عمران نے اس کی بھرپور مدد کی۔ کیا عمران پاکیشیا سے غداری پر تل گیا تھا ——؟
شائع ہو گیا ہے
یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان